شانِ خیرُ الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من آیاتُ القرآن



ابوالعرفان پروفیسر حاجی فتح محمد نسیم

مکتبہ جمالِ کرم لاہور

شانِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

من آیات القرآن

ابو العرفان فتح محمد نسیم

مکتبہ جمال کرم



9 مرکز الاویس (دستا ہوٹل) دربار مارکیٹ ○ لاہور

042-7324948,0321-4300441

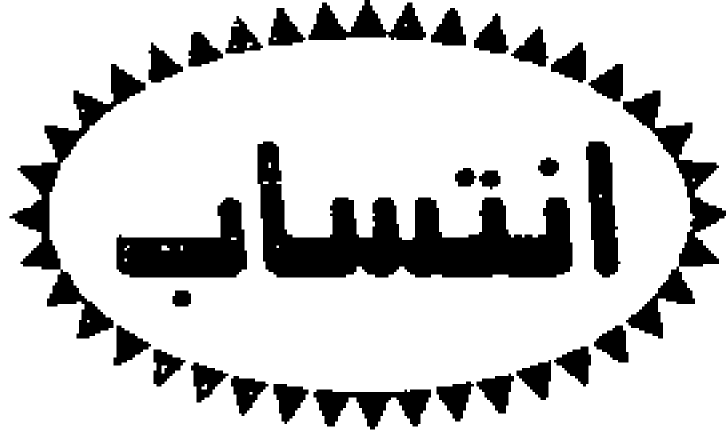
نام کتاب	شان خیر الانام من آیات القرآن
مؤلف	ابوالعرفان پروفیسر حاجی فتح محمد نسیم
بار اول	2008ء
صفحات	384
تعداد	11سو
زیر اہتمام	ایم احسان الحق صدیقی
ناشر	مکتبہ جمال کرم لاہور
قیمت	180روپے

ملنے کا پتہ



مکتبہ جمال کرم

مرکز الاویس (سنٹ ہول) دربار مارکیٹ۔ لاہور فون 7324948



پیارے بیٹے محمد عبدالسمیع عرفان کے نام

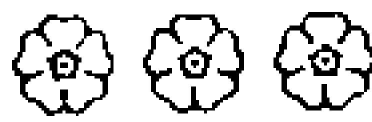
اس دعا کے ساتھ

کہ خالق ارض وسمٰوات اسے صحتِ کاملہ

عطا فرمائے اور اس کے دل کو عشقِ

مصطفیٰ ﷺ سے معمور کر دے۔ آمین!

ابوالعرفان فتح محمد نسیم



فہرست مضامین

دوسرا باب

سورہ انعام تا سورہ کہف

تیسرا باب

سورہ طٰہٰ تا سورہ احزاب

چوتھا باب

سورہ یٰسٓ تا سورہ فتح

چھٹا باب

سورہ المزمل تا سورہ الکوثر

❄❄❄

حرفِ اول

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور رسل اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمائے۔ یہ انبیاء اور رسل اپنے اپنے وقت پر مخصوص قوموں اور علاقوں میں بھیجے جاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات، داؤد علیہ السلام کو زبور اور عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا فرمائی۔ یہ الہامی کتب زمانے کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ ان میں تحریف کر دی گئی اور ان کی تعلیمات قابل اعتماد نہ رہیں۔

سب سے زیادہ انبیاء قوم بنو اسرائیل کی طرف بھیجے گئے۔ ان کی تعداد کم و بیش چار ہزار بتائی جاتی ہے۔ ان کی طرف بھیجے جانے والے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ یہودیوں کی اکثریت نے ان کو اللہ کا نبی ماننے سے انکار کر دیا تھا اور ان کے درپے آزاد ہو گئے۔ آخر انہوں نے شام میں متعین رومی گورنر سے ان کے لئے سزائے موت کا حکم حاصل کر لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر کے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ ان کا ارادہ اگلی صبح ان کو پھانسی دینے کا تھا لیکن اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ان کو رات کے وقت زندہ آسمانوں پر اٹھا لے گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد کا وقت جوں جوں طویل ہوتا گیا دنیا میں جور و استبداد اور فسق و فجور میں اضافہ ہوتا گیا۔ دنیا کم و بیش چھ سو سال تک نور ہدایت سے محروم رہی۔ اس دوران صفحہ روزگار پر ذلت و رسوائی اور ظلم و ستم کی ایسی داستانیں رقم کی گئیں جنہیں دیکھ کر انسانیت دنگ رہ گئی۔ انسان کو شرف انسانیت سے محروم کر دیا گیا۔ رشتوں کا تقدس مٹ گیا۔ سر بازار عصمتیں لٹنے لگیں۔ عورت کو منڈی کا مال تصور کیا جانے لگا۔ زنا کاری تمام طبقات میں عروج پر تھی۔ باپ کی وفات کے بعد بیٹا سوتیلی ماں کو بیوی بنا لینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا تھا۔ قیصر و کسریٰ کے بلند و بالا محلات میں

انسانیت ظلم وستم کی چکی کے دو پاٹوں میں پس رہی تھی۔ ہندوستان میں برہمن کا راج تھا۔ اس کے ابرو کے ایک اشارے پر شودروں کو کالی ماتا کے چرنوں میں ذبح کر کے اسے راضی کیا جاتا تھا۔ شودروں کو بلاقصور ہاتھیوں سے کچلوا اور شیروں سے پھڑوا دیا جاتا تھا جس عورت کا خاوند مر جاتا اسے خاوند کے ساتھ آگ میں جل مرنا پڑتا تھا۔ اس دور جہالت میں عربوں کی حالت بھی ناگفتہ بہ تھی وہ بظاہر دین ابراہیمی کے پیروکار تھے لیکن انہوں نے اس پاک دین کو بدعات سے مسخ کر دیا تھا۔ انہوں نے سطح ارضی پر مقدس ترین گھر کو بتوں سے بھر دیا تھا۔ کعبۃ اللہ میں پہلا بت ہبل نصب کرنے والا بنوخزاعہ کا سردار عمرو بن لحی تھا وہ اس بت کو شام سے لایا تھا۔ اس کے بعد بحر احمر کے کنارے پر قدید کے قریب مناۃ طائف میں لات اور وادی نخلہ میں عزیٰ کی تنصیب عمل میں آئی۔ اس طرح پورے خطہ عرب میں بت پرستی کی وبا زور پکڑ گئی۔ مصر۔ بابل، نینوا اور یونان کی تہذیبیں دم توڑ چکی تھیں۔ اب روم اور فارس اپنی تمدنی عظمتوں کے پھریرے ہوا میں لہرا رہے تھے۔ بلاشبہ ان کی ظاہری چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کیے دے رہی تھی لیکن ان کے شیش محلوں میں انسانی خون کے ساتھ ہولی کھیلی جا رہی تھی اور انسانیت پر بے پناہ مظالم ڈھائے جا رہے تھے۔ بادشاہ کو اللہ کا اوتار سمجھا جاتا تھا۔ وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہ تھا۔ اس کے ابرو کے ایک ادنی اشارے پر زندگیوں کے فیصلے ہو جایا کرتے تھے۔ روم اور فارس کی باہمی آویزشوں نے آولاد آدم کو بدترین مظالم سے دوچار کر رکھا تھا رومی غالب آتے تو آتشکدے کلیساؤں میں تبدیل ہو جاتے اور اہل فارس کو فتح ہوتی تو آتشکدے دہکنے لگتے۔ مذہب اور نسلی برتری کے دعوؤں کی تسکین کے لئے قوموں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر قید و بند کی نہ ختم ہونے والی صعوبتوں میں مبتلا کیا جا رہا تھا۔

آخر انتظار کی چھ صد سالہ طویل گھڑیاں ختم ہو گئیں۔ مالک ارض وسموات کو اپنے بندوں پر رحم آ گیا اور اپنے پیارے محبوب حضرت محمد ﷺ کو رحمۃ للعلمین کے لقب سے

ملقب فرما کر مظلوم و مقہور انسانوں کی دست گیری کے لئے عالم قدس سے عام امکان میں بھیج دیا۔ وہ فتوحات کا نشان بن کر آئے۔

باغیوں پر اللہ والوں کی فتح کا نشان

کفر و شرک پر توحید و رسالت کی فتح کا نشان

فسق و فجور پر اخلاق فاضلہ کی فتح کا نشان

جبر و استبداد پر عفو و درگذر کی فتح کا نشان

شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

وہ آ گئے ہیں بہاروں کی رونقیں لے کر
خزاں رسیدہ چمن میں گلاب کھلتے ہیں
زمانے والو! میری بات کا یقین کر لو
سکوں کے سانس در مصطفیٰ پہ ملتے ہیں

سطح ارضی اپنی چھاتی پر قہر و غضب کی جولانیاں دیکھ دیکھ کر پارہ پارہ ہو چکی تھی اور جس نجات دہندہ کی شدت سے منتظر تھی وہ آمنہ کی گود میں جلوہ افروز ہو گیا۔

تجارتی منڈیوں میں جانوروں کی طرح نیلام ہونے والے غلاموں کو جس چارہ گر کی تلاش تھی وہ ان کو کھویا ہوا شرف انسانیت لوٹانے کے لئے عبداللہ کے گھر میں جلوہ فگن ہو گیا۔

قبائلی عصبیتوں کے بھینٹ چڑھنے والے سادہ لوح بدوؤں کو قبائلی تعصّبات اور آویزشوں سے نجات دلانے کے لئے عبدالمطلب کے گھر میں وہ انسان کامل آ گیا جس کا ان کو انتظار تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاکیزہ اور مقدس ترین گھر کو بتوں کی آلائشوں سے نجات دلانے والا آ گیا۔

ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی سوموار کا دن تھا۔ رات کی تاریکیاں جا رہی تھیں سحر

طلوع ہورہی تھی کہ عبدالمطلب کا گھر اللہ کے نور سے منور ہو گیا۔ اس نور میں شام کے محلات نظر آنے لگے۔ کعبۃ اللہ نومولود کے استقبال کے لئے جھک گیا۔ قیصر و کسریٰ کے ایوانوں میں زلزلے طاری ہو گئے فارس کے آتش کدے بجھ گئے۔

حضرت عبدالمطلب پوتے کو اٹھا کر اللہ کے گھر میں لے گئے۔ کچھ دن بعد حلیمہ سعدیہ دودھ پلانے اور پرورش کرنے کے لئے مکہ کے رواج کے مطابق اپنے قبیلہ بنو سعد میں لے گئیں۔ آپ کے دم قدم کی برکت سے صرف حلیمہ سعدیہ ہی نہیں پورا قبیلہ نہال ہو گیا۔ پانچ سال بعد واپس مکہ تشریف لائے۔ چھ سال کی عمر میں والدہ کا اور آٹھ سال کی عمر میں دادا حضرت عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا۔ والد ولادت سے قبل وفات پا چکے تھے۔ چچا ابو طالب اپنے گھر لے گئے اور پرورش کے فرائض کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ 12 سال کی عمر میں چچا ابو طالب ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام لے گئے وہاں بحیریٰ نامی ایک راہب نے آپ کو پہچان لیا اور حضرت ابو طالب کو بتا دیا کہ آپ اللہ کے آخری رسول ہیں 25 سال کی عمر میں مکہ کی ایک مشہور تاجرہ سیدہ خدیجہ طاہرہ نے آپ کی امانت و دیانت سے متاثر ہو کر آپ کے ساتھ شادی کر لی۔ چالیس سال کی عمر میں غار حرا میں پہلی وحی نازل ہوئی۔ اس کے بعد قرآن مقدس کم و بیش 23 سال تک نازل ہوتا رہا۔

قرآن مقدس ایک مکمل دستور العمل اور ضابطہ حیات ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس پاک کتاب کی عظمتوں کو اجاگر کرنے کے لئے صاف صاف فرما دیا کہ یہ کلام ہم نے نازل کیا ہے اور اس کی حفاظت بھی ہمارے ذمہ ہے۔ اس پاک کتاب میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کے روح پرور تذکروں کے ساتھ اپنے پیارے حبیب کی عظمتوں کو بھی اجاگر کیا ہے۔ قرآن مقدس میں ربِ فرش و عرش نے صاحب قرآن۔ رحمت عالمیان۔ راہبر انس و جان محبوب رب دو جہان کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا کلی طور پر احاطہ کرنا تو ممکن نہیں پھر بھی اپنی استطاعت کے مطابق بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

(1) حضور ﷺ کی صداقت اور بلند مدارج

مشرکین مکہ حضور ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات سے روگردانی کا جواز تلاش کرنے کے لئے سرگرداں رہتے تھے۔ آپ کو کبھی شاعر کبھی مجنوں اور کبھی جادوگر قرار دیا کرتے تھے اور لطف کی بات یہ کہ وہ خود اچھی طرح جانتے تھے اور ایک دوسرے کے سامنے اقرار بھی کیا کرتے تھے کہ آپ نہ شاعر ہیں نہ جادوگر۔ قرآن مقدس نے ان کا پول کھول دیا اور کھل کر اعلان کر دیا کہ آپ نہ جادوگر ہیں نہ شاعر ہیں اور نہ مجنون آپ تو اللہ کے رسول ہیں۔ جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں وہ اللہ کا کلام ہے وہ نور اور ہدایت ہے۔ اس میں اتنا اعجاز ہے کہ تاریکیوں کو اجالوں میں تبدیل کر دے خواہ وہ تاریکیاں کفر و شرک کی ہوں خواہ فسق و فجور کی۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مقدس میں جہاں اطاعت خداوندی کا حکم دیا ہے وہاں حضور ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے بلکہ یہاں تک فرما دیا ہے کہ جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ دراصل اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے۔ اتباع رسول ﷺ کی اہمیت اور عظمت کو اجاگر کرنے کے لئے فرمایا کہ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ رکھتا ہے جب تک رسول اللہ کا اتباع نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت نہیں کرے گا اور جو خوش نصیب عشق مصطفیٰ سے اپنے قلب کو روشن کر لے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیں گے۔

(3) اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مقدس میں بعثت رسول ﷺ کا مقصد اولیٰ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر عالموں کے لئے رحمت بنا کر''

حضور ﷺ کی بعثت کے وقت سطح ارضی ایک دہکتے ہوئے الاؤ کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ کہیں آتش حسد و بغض بھڑک رہی تھی اور کہیں آتش انتقام کے شعلے آسمان کی خبر لا رہے تھے ایک طرف قیصر و کسریٰ جیسے ظالم و جابر حکمرانوں نے اپنے محکوموں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رکھے تھے تو دوسری طرف خود ساختہ مذہبی اجارہ داروں نے جاہل اور تو

ہم پرست عوام کو اپنے مکروفن کے شکنجوں میں جکڑ رکھا تھا جو رواستبداد کی چکی میں پستے ہوئے ان مظلوموں کی دادرسی کے لئے حضور ﷺ کو رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجا گیا۔ آپ نے جب اپنی چادر رحمت کو پھیلایا تو بلا امتیاز مذہب وملت اور رنگ ونسل سب کو اس کے سایہ عاطفت میں پناہ دے دی۔

(4) قرآن مقدس میں آپ کے خصائص کو کھل کر بیان کیا گیا ہے ملاحظہ فرمایئے مشت از خروارے:

(الف) حضور ﷺ کو شاہد بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید کے گواہ رہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کی گواہی چشم دید اور ثقہ ہے۔ حضور قیامت کے روز اپنے غلاموں کے اعمال کی تصدیق کریں گے۔ جب سابق قومیں انبیاء کی تبلیغی کاوشوں کا انکار کریں گی تو حضور ان انبیاء کے حق میں گواہی دیں گے۔

(ب) حضور کو خوش خبریاں سنانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آپ نے مومنوں کو اس دنیا میں فتح ونصرت اور کامیابی وکامرانی کی خوش خبریاں سنائیں اور آنے والی دنیا میں جنت کی نعمتوں کی بشارتیں دیں۔

(ج) آپ کو ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا گیا۔ آپ کسی کو اپنے مفاد کی خاطر نہیں ڈراتے تھے بلکہ بداعمالیوں اور فسق وفجور کی راہ اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور جہنم کے عذابوں سے ڈراتے تھے۔

(د) حضور کو اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا گیا اور آپ نے دعوت وتبلیغ کے فریضہ کو انجام دینے کا حق ادا کر دیا۔

(ر) آپ کو سراج منیر بنا کر بھیجا گیا۔ آپ خود بھی توحید و رسالت کی روشنیاں پھیلاتے تھے اور دوسروں کو بھی توحید و رسالت اور نیک اعمال کی روشنیاں پھیلانے والا بنا دیتے تھے۔ کسی شاعر نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے۔

قدم قدم پہ برکتیں نفس نفس پہ رحمتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیع عاصیاں گذر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گذر گیا

(5) مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کو جس اعلیٰ مقام پر فائز کیا اور جو جو بلند مراتب عطا فرمائے ان کا تذکرہ بھی قرآن مقدس میں کیا ہے۔ان میں سے چند ایک کا ذکر یہاں کیا جائے گا:

(الف) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک لاکھ اور چوبیس ہزار انبیاء کی ارواح کو جمع کر کے ان سے عہد لیا کہ جب ان کو نبوت اور کتاب عطا کی جائے اور اس کے بعد اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں تو ان پر لازم ہوگا کہ ان کی اطاعت بھی کریں اور اعانت وخیر خواہی بھی۔انبیاء کو ایک دوسرے پر گواہ مقرر کیا گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ خود سب پر گواہ بن گئے۔

(ب) اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جیسا عظیم معجزہ عطا فرمایا۔آسمانوں سے ''براق'' بھیجا جس پر سوار کرا کے جبرئیل آپ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گئے۔آسمانوں کا سفر ''رفرف'' پر کیا گیا۔جنت اور دوزخ کی سیر کرائی گئی۔عرش معلیٰ تک آپ کی رسائی ہوئی۔خالق ارض وسموات نے اپنے بندے کو ملاقات کا شرف عطا فرمایا اور نمازوں کو تحفہ دیا۔

(ج) سابقہ انبیاء ایک مقررہ وقت کے لئے ایک مخصوص قوم اور مخصوص علاقہ کے لئے مبعوث کئے جاتے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت عامہ عطا ہوئی۔آپ قیامت تک آنے والی نسلوں اور قوموں کے لئے رسول ہیں۔

(د) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب کو خلق عظیم عطا فرمایا۔ صداقت وامانت کا یہ عالم تھا کہ اعلان نبوت سے قبل ہی پورے معاشرہ میں صادق وامین مشہور تھے۔ لازوال اور بے مثال حسن و جمال کی وجہ سے مہ جبینان مکہ ابرو کے ایک اشارے پر جان ودل وار دینے کو اپنے لئے فخر سمجھتی تھیں لیکن ایسی بے داغ جوانی اورشرم وحیا سے نوازے گئے تھے کہ کبھی آنکھ اٹھا کر بھی کسی طرف نہ دیکھا۔ عفوو درگذر کا یہ عالم کہ اپنے بدترین دشمنوں کو معاف فرمادیا کرتے تھے۔ سخاوت کا یہ عالم کہ جو بھی دست طلب حضور علیہ ﷺ کے سامنے دراز ہوا خالی نہ رہا فقر کا یہ عالم کہ فاقوں پر فاقے آجایا کرتے تھے۔ عدل و مساوات کا ایسا متوازن ترازو قائم کیا کہ اپنے اور پرائے کی تفریق ختم کردی صحابہ کرام نے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھنے والی فاطمہ نامی ایک عورت کو چوری کی سزا سے بچانے کی کوشش کی تو فرمایا اگر اس فاطمہ کی جگہ فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی تو سزا سے نہ بچ سکتی۔

مختصر یہ کہ خلق عظیم نے ہی ایسا انقلاب برپا کیا جس سے نہ صرف ملک عرب متاثر ہوا بلکہ ساری دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا۔

(ر) اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاتم النبیین کا منصب جلیلہ آپ کو عطا فرمایا آپ اللہ کے آخری نبی ہیں قیامت تک نہ کوئی اور نبی آئے گا اور نہ کوئی دوسری شریعت نافذ ہو گی۔

(س) حضور علیہ ﷺ کو "مقام محمود" عطا فرمایا گیا۔ کتاب میں مقام محمود کی کھل کر وضاحت کردی گئی ہے۔

(ص) حضور علیہ ﷺ کو شفاعت کبریٰ عطا ہوئی ہے۔

(ط) اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مقدس میں حضور علیہ ﷺ سے وعدہ فرمایا کہ امت کے بارے میں آپ کو "راضی کروں گا"۔

(ع) حضور ﷺ کو قرآن مقدس جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی جس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا۔ قیامت تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔

(6) اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کی عزت وتوقیر کو مسلمانوں پر واجب قرار دیا اور ہر چیز پر اس کو بلند و بالا مرتبہ عطا فرمایا۔

(الف) مومنوں کو ہدایت دی گئی کہ اپنی آوازیں اللہ کے رسول کی آواز سے پست رکھیں۔

(ب) مومنوں پر لازم قرار دیا گیا کہ حضور ﷺ کی مجلس میں آداب محفل کا خیال رکھیں۔

(ج) مومنوں کو غیر ضروری سوالات کرنے سے منع کیا گیا۔

(د) مومنوں کو حضور کے ساتھ عامیانہ طرز تخاطب اختیار کرنے سے منع کیا گیا جسے وہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے روا رکھتے تھے۔

(ر) حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں قرار دے کر ان پر واجب کیا گیا کہ ان کے لئے اپنی حقیقی ماؤں کی طرح ادب واحترام کے جذبات کا اظہار کریں۔

(س) حضور ﷺ سے ملاقات کے لئے آنے والوں کے لئے اس طرز عمل کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا کہ وہ کاشانہ نبوی سے آپ کو اونچی آواز سے بلانا شروع کر دیں یا دروازہ پر دستک دینے لگیں۔ قرآن مقدس نے یہ درس دیا کہ صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے انتظار کریں کہ از خود حضور باہر تشریف لائیں۔

(ص) حضور ﷺ کھانے پر گھر میں بلائیں تو قبل از وقت وہاں کھانے کے انتظار میں جا بیٹھنے سے اور کھانا کھانے کے بعد گپ لڑانے کے لئے بیٹھے رہنے سے منع فرمایا۔

(ط) کسی بھی کام میں حضور ﷺ سے پہل کرنے سے منع فرمایا گیا خواہ یہ مسابقت قولی ہو یا عملی۔

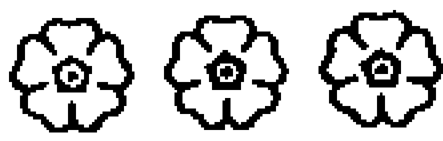
(ع) حضور بلائیں تو فوراً حاضر ہونا ضروری ہے خواہ کتنا ہی اہم ترین کام سرانجام دیا

جا رہا ہو یہاں تک کہ نماز کو چھوڑ کر بھی حاضر ہونا ضروری قرار دیا گیا۔

تالیف ہذا قرآن مقدس کی کتابی ترتیب کے مطابق تدوین کی گئی ہے۔ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب سورہ بقرہ سے سورہ مائدہ تک دوسرا باب سورہ انعام سے سورکہف تک تیسرا باب سورہ طٰہٰ سے سورہ سبا تک چوتھا باب سورہ یٰس سے سورہ فتح تک پانچواں باب سورہ حجرات سے سورہ قلم تک اور چھٹا باب سورہ مزمل سے سورہ کوثر تک ہے۔

قرآن مقدس کے معانی ومطالب کی وسعتوں کی کوئی حد نہیں اور سیرت مقدسہ کی عظمتوں اور رفعتوں کی بھی کوئی حد نہیں۔ نہ راقم سیرت مقدسہ کی عظمتوں کو پوری طرح اجاگر کرنے کا مدعی ہے اور نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس مقدس کلام کی وسعتوں کی آخری حدود تک رسائی کا دعویدار ہے۔ اس عنوان پر لکھنے کا خیال دل میں اٹھکیلیاں لیتا تھا لیکن اپنی علمی بے بضاعتی کی وجہ سے ڈر ڈر جاتا تھا۔ جب اس خیال نے اضطراب کی صورت اختیار کر لی تو بعض مخلص رفقاء سے تذکرہ کیا تا کہ دل کو بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے۔ خیر اندیش رفقاء نے حوصلہ افزائی کی اور بھرپور اعانت کا یقین دلایا۔ دل جم گیا اور اس خیال سے تقویت مزید حاصل ہوئی کہ موضوع کے ساتھ عشق وخلوص کی فراوانی مشکلات میں ممد ومعاون ثابت ہوگی۔

خلوص نیت کے ساتھ اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے بھرپور ااستعانت اور رہنمائی کے یقین کے ساتھ اشہب قلم کو قرطاس ابیض پر اپنا سرخم کرنے کا اذن دے دیا تا کہ وہ بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ عقیدت پیش کر سکے۔



پھلا باب

سورہ بقرہ تا سورہ مائدہ

(1) بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا

سورہ............بقرہ............آیت 119

ترجمہ

"بے شک ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا بھیجا"

وضاحتیں

(1) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں اپنے پیارے محبوب حضرت محمد ﷺ کی بعثت کی صداقت کو بیان فرمایا ہے اور مشرکین مکہ کے ان بے ہودہ افکار واعتراضات کو باطل قرار دے دیا ہے جو وہ حضور کے اعلان توحید ورسالت کے بعد وارد کیا کرتے تھے۔ تبلیغ دین حقہ کے خلاف کفار مکہ نے محاذ آرائی کے مختلف انداز اختیار کئے تھے یہاں ہم ان کا مختصر احوال درج کریں گے۔

(۱) محاذ آرائی کی پہلی صورت

کفار سید عالم ﷺ اور ایمان والوں کو تحقیر واستہزاء کا نشانہ بنایا کرتے تھے۔ دین حق کی پاکیزہ تعلیمات کو ہنسی مذاق میں اڑانے کی کوشش کرتے تھے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے وہ بدنصیب محسن انسانیت کو مختلف القاب سے یاد کیا کرتے تھے۔ کبھی کہتے یہ تو پاگل ہے (سورہ الحجر آیت 6) کبھی آپ کو دروغ گو قرار دیتے (سورہ ص آیت 4) اور کچھ نہ بن پڑتا تو آپ کو ساحر اور جادوگر قرار دیتے تھے۔ (سورہ ص آیت 4) بدبخت بوکھلاہٹ میں آپ کو مجنون اور شاعر قرار دیتے تھے۔ (سورہ القلم آیت 51) قرآن مقدس نے ان کے ایک ایک اعتراض کی پرزور دلائل سے تردید کی ہے۔ یہاں یہ کہہ کر کہ "ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے" ان تمام اعتراضات کی تردید کر دی گئی ہے۔

(ب) محاذ آرائی کی دوسری صورت

محاذ آرائی کی دوسری صورت میں وہ حضورﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے مثلاً یہ پہلے لوگوں کے افسانے اور قصے کہانیاں ہیں۔ یہ سب کچھ جھوٹ ہے جسے اس نے خود ہی گھڑ لیا ہے۔ یہ سب کچھ اسے کوئی دوسرا آدمی سکھاتا ہے۔

(ج) محاذ آرائی کی تیسری صورت

ایک دن نضر بن حارث نے مشرکین مکہ کو جمع کیا اور کہنے لگا اے قریش کے لوگو تم پر ایسی افتاد پڑی ہے جس کا تمہارے پاس کوئی علاج نہیں۔ تم کبھی انہیں شاعر، کبھی مجنون اور کبھی دیوانہ قرار دیتے ہو حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ نہ شاعر ہیں نہ مجنون اور نہ جادوگر نضر بن حارث حیرہ گیا اور وہاں سے رستم اور اسفندیار کے قصے لے کر آیا اور حضورﷺ کے مقابلہ میں محفلیں جمانے لگا۔ وہ کہا کرتا تھا وہ بھی قصے کہانیاں سناتے ہیں اور میں بھی قصے کہانیاں سناتا ہوں۔

(د) محاذ آرائی کی چوتھی صورت

جب مشرکین سے کچھ بھی نہ بن پڑا تو وہ سودابازی پر اتر آئے اور حضورﷺ کے پاس یہ تجویز لے کر گئے کہ آپ کے اور ہمارے طریقوں کے درمیان کوئی طریقہ نکال لیا جائے۔ کچھ دو اور کچھ لو کا اصول اپنایا جائے۔ اگر آپ ہمارے معبودوں کو قبول کر لیں تو ہم بھی آپ کے خدا کی عبادت کرنے سے انکار (1) نہ کریں گے۔

حضورﷺ ایک روز بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے کہ قریش کے معززین اسود بن مطلب۔ ولید بن مغیرہ امیہ بن خلف اور عاص بن وائل سہمی وغیرہ آپ کے پاس

---

(1) فتح القدیر ج 5 ص 508

گئے اور کہنے لگے: ''اے محمد! آؤ جسے تم پوجتے ہو اسے ہم بھی پوجیں اور جسے ہم پوجتے ہیں اسے تم بھی پوجو''

یہی وہ بے ہودہ مطالبہ تھا جس کے جواب میں سورہ الکفرون نازل ہوئی جس نے اس بے ہودہ مطالبہ کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ ارشاد خداوندی ہوا: ''تم فرمادو۔ اے کافرو! نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں۔ تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین'' حق کے خلاف مشرکین مکہ کی تمام کوششیں اور محاذ آرائیاں ناکام و نامراد ثابت ہوئیں۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کو خوش خبریاں سنانے والا بنا کر بھیجا۔ آپ نے اپنے غلاموں کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی لازوال نعمتوں کی خوش خبریاں دیں۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر درج ذیل سطور میں کیا جائے گا۔

(ا) حدیبیہ کے مقام پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے حضور نے صحابہ سے جانوں کے نذرانے پیش کرنے کی بیعت طلب کی۔ چودہ سو صحابہ نے پورے جذبہ ایمانی کے ساتھ حضور ﷺ کی بیعت کی۔ آپ نے ان کو اللہ کی رضا کی خوش خبری سنائی۔

(ب) حضور ﷺ نے دس صحابہ کرام کو زندگی میں ہی جنت کی خوش خبری سنا دی۔ چاروں خلفائے راشدہ کے علاوہ حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد ابن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت سعید بن زید۔

(ج) حضور ﷺ نے خلوص نیت سے کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھنے والے مسلمانوں کو جنت کی خوش خبری سنائی۔

(د) حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ میں بدر کی جنگ میں ایسا تیر لگا کہ آنکھ کی

پتلی کٹ کر باہر لٹکنے لگی۔ انہوں نے جب حضور ﷺ کو جا کر بتایا تو حضور نے انہیں جنت کی خوش خبری سنائی۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ نے لعاب دہن سے ان کی آنکھ کو بھی درست کر دیا۔

(ر) سفر ہجرت کے دوران سراقہ ابن مالک کو یہ خوش خبری سنائی کہ وہ کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنے گا۔

(س) آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اور خاص طور پر خلفاء راشدین کو جنت کی خوش خبریاں سنائیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ کو یہ خوش خبری سنائی کہ میں جنت میں اپنے آگے تیرے قدموں کی چاپ سنتا ہوں۔ بدر میں شامل ہونے والے صحابہ کو جنگ سے قبل فتح کی نوید سنا دی اور کفار کے مارے جانے کی خبر دے دی۔ یہاں تک بتا دیا کہ کون کون کافر کہاں کہاں (2) مارا جائے گا۔

(3) حضور ﷺ کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا۔ آپ لوگوں کو برے اعمال کے نتائج اور قہر خداوندی سے ڈراتے تھے۔ آپ لوگوں کو اس لئے ڈراتے تھے کہ وہ اپنے اعمال کو درست کر لیں اور جہنم کے عذابوں سے بچ جائیں۔ ڈرانے کے اس عمل میں حضور کا ہرگز کوئی ذاتی مفاد نہیں تھا۔ مفاد تو لوگوں کا ہی تھا تا کہ وہ فسق و فجور سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور مغفرت کے حق دار قرار پائیں۔ حضور تو یہ چاہتے تھے کہ لوگوں کا اپنے خالق کے ساتھ ٹوٹا ہوا رشتہ عبودیت استوار ہو جائے۔ حضور کو نہ تو ووٹ کی ضرورت تھی نہ نوٹ کی۔ اللہ تعالیٰ

(2) مسلم، نسائی، امام احمد: حضور نے فرمایا ''اگر اللہ نے چاہا تو کل اس جگہ فلاں کی لاش گری پڑی ہوگی ...''

سبل الہدیٰ ج 4 ص 84 حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''مجھے اس ذات کی قسم جس نے ہمارے نبی کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا وہ ان حدود سے ذرا آگے پیچھے نہ تھے جہاں حضور نے ان کے بارے میں نشان دہی فرمائی تھی''۔

98138

نے ان کو منصب رسالت پر فائز کیا تھا وہ کوئی عوام کے منتخب نمائندے نہیں تھے کہ انہیں عوام کے اعتماد کے کھو جانے کا خطرہ ہوتا۔ جہاں تک دنیاوی مال وزر کا سوال ہے آپ کو ہرگز اس کی احتیاج نہ تھی۔ اگر آپ چاہتے تو پہاڑ ان کے لئے سونا بنا دیئے جاتے لیکن آپ نے اپنے لئے فقر کو پسند فرمایا تھا۔

آپ نے دوسروں کو بھی کبھی معاش کی تنگی اور غربت وتنگ دستی سے نہیں ڈرایا۔ انہیں لوگوں کو معاشیات اور اقتصادیات کے بکھیڑوں میں الجھانے کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔ وہاں تو ہر وقت یہ سبق ملتا تھا کہ تم اپنے معبود کے ساتھ رشتہ عبودیت مضبوط اور استوار کرلو پرورش کا کام پروردگار پر چھوڑ دو۔ وہ تمام مخلوقات کا رب ہے۔ سب کی پرورش کا اس نے ذمہ لے رکھا ہے سمندر کی گہرائیوں سے لے کر سموات کی وسعتوں تک سب کا وہی پالنے والا ہے۔

(4) حضرت عطا (3) بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفسار فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی تورات میں کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ انہوں نے فرمایا خدا کی قسم جو صفات آپ کی قرآن میں ہیں وہی تورات میں بھی بیان کی گئی ہیں۔ تورات میں ہے کہ: ''اے نبی! ہم نے تجھے گواہ اور خوش خبریاں دینے والا۔ ڈرانے والا اوران پڑھوں کو بچانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تو میرا بندہ اور رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔ تو نہ بدزبان ہے نہ بدگو۔ نہ بدخلق نہ بازاروں میں شوروغل کرنے والا۔ نہ وہ برائی کے بدلے میں برائی کرنے والے ہیں بلکہ معاف اور درگزر کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو نہ اٹھائے گا جب تک ٹیڑھے دین کو ان کی وجہ سے بالکل ٹھیک اور درست نہ کر دے گا اور لوگ ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار نہ کرلیں گے اور ان کی اندھی آنکھیں کھل نہ جائیں اور ان کے بہرے کان سننے نہ لگ جائیں اور ان کے زنگ آلود دل صاف نہ ہو جائیں۔

---

(3) مسند احمد

(2) حضرت ابراہیمؑ کی دعا...... حضورﷺ کی بعثت

سورہ............بقرہ....... ......آیت 129، 151

﴿ترجمہ آیت﴾

''اے رب ہمارے اور ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیج کہ ان پر تیری آیات تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کا تزکیہ نفس کرے۔''

﴿وضاحتیں﴾

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا جس پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے اللہ کا گھر تعمیر کر دیا۔ جب تعمیر پایۂ تکمیل کو پہنچی تو آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ اس آیت مقدسہ میں ان کی دعا کا وہ حصہ بیان کیا گیا ہے جس میں حضورﷺ کی بعثت کا ذکر ہے۔ رسول اکرمﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمان خداوندی کی تعمیل میں اپنی زوجہ حضرت حاجرہ اور شیر خوار بیٹے کو کنعان سے مکہ مکرمہ کے بے آب و گیاہ علاقہ میں منتقل کر دیا تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مکہ میں پرورش پائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو ملنے کے لئے وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو بیت اللہ شریف تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ بلاشبہ گھر بھی بے مثال تعمیر ہوا اور اس کی تعمیر کرنے والے بھی عظیم لوگ تھے۔ معمار خلیل اللہ تھے اور معاون ذبیح اللہ تھے۔ بیت اللہ شریف کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد اللہ کے رسول حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا مانگی اس میں خالق ارض وسمٰوات سے یہ اعزاز طلب کیا کہ خاتم الانبیاﷺ کو اسماعیلؑ کی نسل سے مبعوث فرمایا جائے۔ رب کریم نے اس دعا کو شرف

قبولیت بخشا اور اپنے آخری نبی کو حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے حضرت آمنہ کے بطن سے مکہ میں مبعوث فرمایا۔

(1) وہ نبی ان کو تیری آیات سنائے۔ یہاں آیات سے مراد قرآن مقدس کی آیات ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے چاہا کہ نبی آخرالزماں صاحب کتاب وشریعت ہوں۔

(2) نبی آخرالزماں ان کو کتاب کی تعلیم دے۔ کتاب سنانا اور کتاب کی تعلیم دینا مختلف عمل ہیں۔ حضورﷺ پر نازل ہونے والا قرآن تو جملہ صحابہ کرام سنا کرتے تھے لیکن جہاں تک اس کتاب کی تعلیم کا تعلق ہے صحابہ نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس کی تعلیم حاصل کی۔ حضورﷺ نے فرمایا: ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں''۔

اسی طرح آپ کئی دوسرے صحابہ کے حصول علم کی کاوشوں کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم میں سے بعض ایسے تھے جنہوں نے اپنی زندگیاں حصول علم کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔ وہ مسجد نبوی میں ہی رہتے تھے اور اصحاب صفہ کے نام سے مشہور تھے۔ مسجد نبوی میں ایک جگہ مقرر تھی جہاں یہ صحابہ تعلیم حاصل کرتے تھے وہ جگہ آج بھی ''صفہ'' کے نام سے حضورﷺ کے مواجہ شریف کے سامنے جانب شمال واقعہ ہے۔ یہ مدینہ منورہ کی پہلی یونیورسٹی تھی جس کے ہونہار طالب علموں میں سے حضرت ابوہریرہؓ جیسے لوگوں کی عظمتیں آج بھی اسلامی تاریخ کے اوراق میں درخشاں ہیں اور اپنے معلم جو دراصل معلم انسانیت ہیں کی اعلیٰ تعلیمی صلاحیتوں کی مظہر ہیں۔

(3) کتاب کے ساتھ ساتھ وہ نبی آخرالزمان ان کو حکمت کی تعلیم دے۔ حکمت ودانش مومن کے گھر کی لونڈی ہے حضورﷺ نے اپنے غلاموں کو حکمت ودانائی کا ایسا ملکہ عطا فرمایا کہ عرب کے وہ بدو جو اچھے طریقہ سے اپنے اونٹوں کی نگہداشت وپرداخت نہیں کر سکتے تھے قیصر وکسریٰ کی وسیع سلطنتوں کے حکمران بن گئے اور ایسی انتظامی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا کہ دنیا دنگ رہ گئی تاریخ عالم آج بھی مسلمان حکمرانوں کی اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کے تذکروں

سے بھری پڑی ہے۔ مسلمانوں نے جہانبانی کے اعلیٰ اصولوں سے ایک عالم کو روشناس کرایا۔ مستشرقین جو ہمارے بزرگوں کے حق میں کلمہ خیر کہنے میں بے حد کنجوس واقعہ ہوئے ہیں ان میں سے ایک سر ولیم میور یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ:

''حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا ہر فیصلہ دانش و تدبر اور دور اندیشی کے میزان و پیمانہ کا آئینہ تھا''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے حد مشکل اور پیچیدہ مسائل چشم زدن میں حل کر دیا کرتے تھے۔ یہ حکمت و دانائی اور عقل و شعور کی اعلیٰ صلاحیتیں ان کو اپنے آقا سید عالم ﷺ محسن و معلم انسانیت نے عطا فرمائی تھیں۔

داڑھی کے بال:(1)

ایک یہودی جس کی داڑھی میں گنتی کے چند بال تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہنے لگا۔ تم لوگ کہتے ہو کہ قرآن مقدس میں سارے علوم موجود ہیں بھلا یہ تو بتاؤ کہ میری مختصر داڑھی اور تمہاری گھنی داڑھی کا بھی قرآن میں ذکر موجود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً جواب دیا۔ کیوں نہیں قرآن مقدس میں میری گھنی داڑھی اور تمہاری مختصر داڑھی کا ذکر موجود ہے۔ پھر آپ نے سورہ اعراف کی ایک آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ ہے:

''جو اچھی زمین ہے اس کی ہریالی اللہ کے حکم سے خوب نکلتی ہے اور
جو بری زمین ہے اس میں سے نہیں نکلتی مگر بہت تھوڑی''

تو اے یہودی! اچھی زمین سے مراد ہماری ٹھوڑی ہے اور بری زمین سے مراد تمہاری ٹھوڑی ہے۔

یہ سن کر لوگ عش عش کر اٹھے اور یہودی بغلیں جھانکنے لگا۔

(1) خلفائے راشدین از مفتی جلال الدین احمد

آٹھ روٹیاں (2)

دو آدمی سفر کے دوران کھانا کھانے بیٹھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین۔ ایک تیسرا شخص آیا اور ان کی اجازت سے کھانے میں شامل ہو گیا۔ سب نے مل کر وہ آٹھ روٹیاں کھائیں۔ کھانے کے بعد تیسرے شخص نے ان کو آٹھ درہم ادا کئے۔ ان کی تقسیم پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔ پانچ روٹیوں والے کا موقف یہ تھا کہ پانچ درہم اس کے ہیں کیونکہ اس کی پانچ روٹیاں تھیں اور تین درہم دوسرے کے ہیں کیونکہ اس کی تین روٹیاں تھیں۔ تین روٹیوں والا نصف رقم یعنی چار درہم کا مطالبہ کر رہا تھا۔ جھگڑا بڑھ گیا تو فیصلہ کروانے کے لئے وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے۔ آپ نے ساری روداد سن کر تین روٹیوں والے کو مشورہ دیا کہ وہ تین درہم لے لے کیونکہ اس کا حصہ تو صرف ایک درہم بنتا ہے۔ وہ عرض کرنے لگا۔ جناب اگر آپ ثابت کر دیں کہ میرا حصہ ایک درہم بنتا ہے تو میں ایک پر راضی ہو جاؤں گا۔

آپ نے فرمایا آٹھ روٹیوں کے چوبیس ٹکڑے کر لو۔ ہر ایک روٹی کے تین برابر ٹکڑے کرو۔ اب تم نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھالئے پانچ روٹیوں والے نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ کھائے اور سات تیسرے شخص نے کھائے۔ تین روٹیوں والے نے اپنے نو ٹکڑوں میں سے آٹھ ٹکڑے خود کھائے اور صرف ایک ٹکڑا تیسرے شخص نے کھایا۔ اسے اپنے سات ٹکڑوں کے بدلے میں سات درہم اور تمہیں ایک ٹکڑے کے بدلے میں ایک درہم لینا چاہیے۔ وہ شخص پوری طرح مطمئن ہو گیا اور ایک درہم قبول کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ فضل و کمال کا خزینہ اور علم و حکمت کا سفینہ تھا۔ کیونکہ ان کا آقا حبیب کبریا علم کا مدینہ تھا۔

مفسرین کرام نے حکمت سے حدیث پاک کی تعلیم مراد لی ہے علم حدیث نے

---

(2) خلفائے راشدین از مفتی جلال الدین احمد

سکتا ہے۔ تابعین اور مومنین کے سینوں کو منور کیا اور معاملات زیست کو اچھی طرح سمجھنے اور حل کرنے کی اہلیت عطا فرمائی۔

(4) اس آیت مقدسہ میں حضور ﷺ کا چوتھا کمال "تزکیۂ نفس" بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت خلیل اللہ کی دعا کے اس حصہ کو بھی قبول فرمایا اور نبی آخر الزمان کو لوگوں کے دلوں کو کفر وشرک کی غلاظتوں سے پاک کرنے کی اعلیٰ صلاحیتیں عطا کیں۔ حضور ﷺ ایک چشم کرم سے ہی دلوں کو کفر وشرک سے پاک کر دیا کرتے تھے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جس طرف کو چشم احمد کے اشارے ہو گئے
جتنے ذرے سامنے آئے ستارے ہو گئے

حضرت ابوبکر کو صدیق اکبرؓ۔ حضرت عمر کو فاروق اعظمؓ۔ حضرت عثمان کو ذوالنورین اور حضرت علی کو حیدرؓ کرار صاحب ذوالفقار بنا دیا۔

فضالہ کا تزکیہ نفس (3)

فتح مکہ کے بعد اگرچہ مکہ کے اکثر لوگ ایمان لے آئے لیکن کچھ لوگ کفر وشرک کی روش پر قائم رہے۔ ان میں سے ایک فضالہ بن عمیر بھی تھے۔ وہ حضور ﷺ کے سخت مخالف تھے۔ ایک روز فضالہ نے حضور ﷺ پر قاتلانہ حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کی چند روز کے مشاہدہ کے بعد اس کو پتہ چل گیا کہ حضور صبح سویرے بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہیں۔ ایک روز وہ اس ارادے سے حطیم میں چھپ کر بیٹھ گئے کہ جب اللہ کے رسول قریب سے گزریں گے تو خنجر سے حملہ کر دیں گے۔ حضور ﷺ نے طواف کے کئی چکر پورے کر لئے لیکن فضالہ کو حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی حضور ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو قریب بلا لیا۔

سوال و جواب ہوئے۔ آپ نے فضالہ کو ان کے ارادہ کے بارے میں بتا کر

---

(3) الرحیق المختوم از صفی الدین مبارک پوری

حیران کردیا۔کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے ان کے دل پر ہاتھ رکھ کر اس کا تزکیہ کر دیا۔فضالہ فوراً ایمان لے آئے۔دل پر پڑے ہوئے کفر و شرک کے پردے چاک ہو گئے۔جس دل میں اللہ کے رسول ﷺ کے لئے نفرت بھری ہوئی تھی وہ دل اب آپ کی محبت سے معمور اور سرشار ہو گیا۔جب وہ بیت اللہ شریف سے واپس اپنے گھر جا رہے تھے راستہ میں ان کی محبوبہ کا گھر تھا۔اس نے دعوت دی لیکن حضرت فضالہ نے جواب دیا۔خبردار! آج سے تمہارا اور میرا تعلق ختم ہو گیا ہے۔میں نے اس نبی پاک کا دامن تھام لیا ہے جو پاک بازی کا حکم دیتے ہیں۔شاعر نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

قدم قدم پہ برکتیں نفس نفس پہ رحمتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیع عاصیاں گزر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گذر گیا

(3) تحویل قبلہ تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے

سورہ .... بقرہ .... آیت 144

ترجمہ اردو

''ہم نے تیرے منہ کا آسمان کی طرف پھیرنا دیکھا۔ اب ہم تجھے اس قبلہ کی طرف متوجہ کریں گے جس سے تو خوش ہو جائے۔ تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے''

وضاحتیں

پس منظر

اللہ کے رسول ﷺ کو مکی دور میں ہجرت سے دو سال قبل معراج کے لئے بلایا گیا اور پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔ قیام مکہ کے دوران آپ کئی ماہ تک اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کرتے رہے لیکن آپ نماز کے لئے اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ رخ تو بیت المقدس کی طرف ہوتا تھا لیکن درمیان (1) میں کعبۃ اللہ ہوتا تھا۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے یہاں بھی آپ کم و بیش سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا فرماتے رہے البتہ آپ کے دل میں یہ خواہش موجزن رہا کرتی تھی کہ کعبہ شریف کو مسلمانوں کے لئے قبلہ بنایا جائے۔ اس خواہش کا اظہار حضور نے جبرئیل امین سے بھی کیا۔ جبرئیل امین عرض کرنے لگے آپ اللہ تعالیٰ سے تحویل قبلہ کی دعا کرتے رہا کریں وہ ضرور قبول فرمائے گا۔ اس کے بعد یہ خواہش حضور کے دل میں شدت اختیار کر گئی اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے انتظار میں آپ کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھتی رہتی تھیں۔ آخر خالق ارض و سموات نے

(1) ابن کثیر

اپنے پیارے حبیب کی دلی خواہش کی پذیرائی فرمائی اور قبلہ کی تبدیلی کا حکم ایک محبت بھرے انداز میں جاری فرمادیا۔ ارشاد فرمایا۔

(1) بار بار آپ کا آسمان کی طرف منہ کرنا اور دل میں قبلہ کی تبدیلی کی خواہش رکھنا ہم سے پوشیدہ نہ رہا۔ تمہاری رضا کے لئے تمہیں اس قبلہ کی طرف رجوع کرنے کی اجازت دی جاتی ہے جس کی تمہارے دل میں شدید خواہش ہے۔ اب آپ بیت المقدس سے اپنا منہ موڑ لیجئے اور بیت اللہ کی طرف کر لیجئے۔

(ا) تحویل کعبہ کا یہ حکم ہجرت مدینہ کے کم و بیش سترہ ماہ بعد ماہ رجب (2) 2 ہجری کو جاری ہوا۔ تاریخ کا تعین نہیں کیا جاسکا۔

(ب) جب تحویل قبلہ کا حکم (3) جاری ہوا حضور ﷺ ایک صحابیہ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ آپ محلہ بنوسلم میں حضرت بشر کی والدہ کی ملاقات کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ اس خوش بخت خاتون نے حضور ﷺ کے لئے دوپہر کے کھانے کا انتظام کیا۔ اسی دوران نماز ظہر کا وقت ہوگیا۔ آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ جو صحابہ کرام وہاں موجود تھے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے لگے۔ آپ نے معمول کے مطابق بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ایک رکعت ادا کی۔ دوسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ جبرئیل امین تحویل کعبہ کا حکم لے کر آ گئے۔ آپ نے اسی حالت میں اپنا رخ تبدیل کر لیا۔ اب صورت حال یہ پیدا ہو گئی کہ حضور نے اپنا رخ شمال سے جنوب کی رخ کر لیا تھا۔ جو صحابہ آپ کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی اسی طرح اپنا رخ تبدیل کر لیا۔ ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ بنوسلمہ کی مسجد میں پیش آیا تھا۔ ہوسکتا ہے اس خاتون کے گھر کے پاس محلہ کی مسجد تعمیر کی گئی ہو اور وہاں تحویل کعبہ کی وحی نازل ہوئی ہو۔

---

(2) ضیاء النبی ج 3 ص 414 (3) مدارج النبوت۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

(ج) صحیح بخاری میں یہ مروی ہے کہ کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کے ادا کی جانے والی پہلی نماز عصر کی تھی۔ سطور درج بالا میں تحویلِ کعبہ کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں نماز ظہر کا ذکر ہے۔ اس بات کا امکان موجود ہے کہ صحیح بخاری شریف کی روایت میں مراد یہ ہو کہ جو پہلی نماز مکمل طور پر بیت اللہ شریف کی طرف رخ کر کے ادا کی گئی وہ عصر تھی اور یہ درست ہے کیونکہ ظہر کی ایک رکعت کی ادائیگی کے بعد تحویل کعبہ کا حکم نازل ہوا تھا۔ روضۃ الاحباب میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے۔

(د) اللہ تبارک وتعالیٰ تحویل کعبہ کا حکم کسی ایسے وقت میں بھی جاری فرما سکتے تھے جب نماز ادا نہ کی جا رہی ہوتی لیکن ایسا نہیں ہوا حکم اس وقت جاری ہوا جس وقت حضور ﷺ نماز ادا کر رہے تھے۔ یہ اطاعت واتباع کی ایک آزمائش تھی جس پر اللہ کے رسول خود اور صحابہ کرام پورے اترے۔ حضور نے ایک رکعت بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ادا کر لی تھی کہ فرمان جاری ہوا حضور نے فوراً اپنا رخ پھیر لیا۔ تاخیر کو مناسب نہیں سمجھا کہ اگلی نماز کعبہ کی طرف رخ کر کے ادا کر لی جائے گی۔ صحابہ کرام بھی اس آزمائش میں پورے اترے کہ انہوں نے بھی بلا چوں وچرا اپنے رخ تبدیل کر لئے اور اپنے جذبۂ اطاعت شعاری پر حرف نہ آنے دیا۔ حد تو یہ ہے کہ جو صحابہ کرام یہاں موجود نہ تھے ان کو جس جس حالت میں تحویل قبلہ کی اطلاع ملی اسی حالت میں فوری طور پر اس پر عمل کیا۔

ایک صحابی حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "ہم محلہ بنی اشہل میں نماز ادا کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے آ کر اعلان کیا کہ حضور ﷺ کو کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم مل گیا ہے۔ یہ آواز جب امام صاحب کے کانوں میں پڑی تو انہوں نے فوری طور پر اپنا رخ بیت المقدس سے کعبۃ اللہ کی طرف موڑ لیا۔ تمام مقتدیوں نے بھی اپنے منہ پھیر لئے۔ کسی ایک نے بھی تردد کا مظاہرہ نہ کیا۔

حضرت عباد بن (4) بشر نے ظہر کی نماز حضورؐ کے ساتھ ادا کی تھی پھر وہ محلہ بنی حارثہ میں گئے۔ وہاں انصار مدینہ نماز عصر یا جماعت ادا کر رہے تھے اور ان کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا۔ حضرت عباد نے ان کو دیکھ کر بلند آواز کے ساتھ اعلان کر دیا کہ میں اللہ کے نام کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور کے ساتھ بیت اللہ شریف کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی ہے۔ یہ سننا تھا کہ تمام نمازی بلا ادنیٰ تردد کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے لگے۔

(ر) مدینہ منورہ میں وادی عتیق میں مغرب کی طرف مسجد فتح سے نصف میل کے فاصلہ پر ایک مسجد موجود ہے جسے "مسجد قبلتین" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بئر رومہ بھی قریب ہی ہے۔ اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ تحویل قبلہ کا حکم یہیں پر جاری ہوا تھا۔ اس مسجد کے دو محراب ہیں ایک شمال کی سمت اور دوسرا جنوب کی سمت۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں اس صحابیہ کا گھر تھا جہاں حضور ﷺ تشریف لے گئے تھے اور ظہر کی نماز ادا کرتے ہوئے تحویل قبلہ کا حکم جاری ہوا تھا۔

(س) تحویل قبلہ کے بعد (5) مسجد نبوی اور مسجد قبا کی تعمیر نو کی گئی محراب بجائے شمال کے جنوب کی سمت تعمیر کئے گئے۔

یہود کی مخالفت

مدینہ منورہ میں یہودیوں کی ایک بڑی تعداد آباد تھی۔ ان کے تین بڑے طاقتور قبیلے آباد تھے اور ان کا سیاسی اثر و رسوخ بہت وسیع تھا۔ وہ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ مسلمان ان کے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ تحویل قبلہ کا حکم صادر ہوا تو ان کو بہت دکھ ہوا۔ وہ پہلے ہی حضور ﷺ اور مسلمانوں کے مخالف تھے اب تو ان کی مخاصمت میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔

---

(4) ضیاء النبی ج 3 ص 414

(5) مدارج النبوت ص 107

وہ اس فرمان خداوندی پر زبان طعن دراز کرنے لگے یہودیوں کا ایک وفد جوان کے بڑے بڑے سرکردہ افراد پر مشتمل تھا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ کہنے لگے:

''یا محمد! (ﷺ) آپ نے اس قبلہ سے کیوں منہ موڑ لیا ہے جس پر آپ اب تک تھے حالانکہ آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں۔ اگر آپ پھر اس قبلہ کی طرف لوٹ آئیں تو ہم تمام یہودی قبائل آپ کا اتباع کریں گے اور آپ کی (6) رسالت کا اقرار کریں گے۔

یہود کی یہ پیش کش ہرگز خلوص و دیانت پر مبنی نہ تھی۔ وہ دراصل دھوکا دینا چاہتے تھے اور حضور کو آزمانہ چاہتے تھے۔ وہ اپنا عقیدہ ترک کرنے پر ہرگز تیار نہ ہوتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اپنے رسول ﷺ کی طرف سے جواب دیا۔ فرمایا:

''بلاشبہ وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ضرور اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ یہ حکم برحق ہے ان کے رب کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ ان کے کاموں سے غافل نہیں''

یہودیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ مسلمان کعبۃ اللہ کو اپنا قبلہ مقرر کر کے دراصل مکہ والوں کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ وہ ان کی طرف مائل ہوتے ہوتے آخران کے مشرکانہ عقائد کو اپنالیں گے۔ اگر کعبہ کو ہی قبلہ بنانا تھا تو شروع سے اسے ہی بناتے۔ پہلے بیت المقدس کو بنایا اور اب اسے ترک کر کے کعبہ کو قبلہ بنا لیا ہے۔ یہ ان کی چالبازیاں (نعوذ باللہ) ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پھر ان کی حجت بازیوں کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا:

''اور ہم نے (بیت المقدس کو) قبلہ مقرر نہیں کیا جس پر آپ اب تک رہے مگر اس لئے کہ ہم دیکھ لیں کہ تمہارے رسول کی پیروی کون کرتا ہے اور پشت کون موڑتا ہے''۔

پھر فرمایا: (7)

''مشرق و مغرب اللہ کے ہی ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ پر گامزن کر دیتا ہے''۔

(6) سیرت ابن ہشام ج 2 ص 176

(7) سورہ البقرہ آیت 142

ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ مشرق و مغرب سب اللہ کے ہیں یہ اختیار اللہ کا ہے جس طرف چاہے رخ پھیر دے اور اس میں اس کی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے وہ طرح طرح سے اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے۔ وہ جب اپنے کسی حکم کو منسوخ کرتا ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ پہلا حکم باطل تھا۔ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام حق پر مبنی ہوتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:(8)

''اور جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور وہ ضرور تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔ اور اے محبوب تم جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو کہ لوگوں کو تم پر کوئی حجت نہ رہے۔''

---

(8) سورہ البقرہ آیت 149

(4) حضور ﷺ کے بلند مدارج

سورہ............بقرہ..........آیت 253

﴿اردو ترجمہ﴾

''یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کے مدارج بلند کیئے۔''

﴿وضاحتیں﴾

(1) انبیاء علیہم السلام کے مراتب جدا گانہ ہیں۔ سب کو ماننا اور ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ وصف نبوت میں سب شریک یک دگر ہیں۔ مگر خصائص و کمالات میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس عقیدہ پر امت کا اجماع ہے اور یہی اس آیت مبارکہ کا مفہوم ہے۔

(2) اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ کی ایک وجہ امتیاز تو یہ بیان فرمائی ہے کہ ان میں سے بعض کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے۔ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اور بلا واسطہ کیا ہے ان میں سے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر کلام کیا اور سید عالم ﷺ سے معراج کے موقعہ پر کلام کیا۔ یہ بھی ایک بڑا اشرف ہے۔

(3) انبیاء میں سے بعض کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مدارج بلند فرمائے ہیں۔ جن مدارج کا اس آیت مبارکہ میں ذکر کیا گیا ہے وہ سید عالم حضرت محمد ﷺ کو عطا کئے گئے ہیں۔ آپ کو بدرجات کثیرہ تمام انبیاء علیہم السلام پر افضل کیا ہے۔ اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ احادیث نبوی کی ایک کثیر تعداد موجود ہے جن میں اس امر کی صراحت موجود ہے۔ حضور ﷺ کے خصائص و کمالات بے شمار ہیں جن کا احاطہ کر لینا انسان کے بس کی بات نہیں ان میں سے چند ایک کا تذکرہ درج ذیل سطور میں کیا جا رہا ہے۔

(ا) پہلے انبیاء کوایک مخصوص قوم یا ملک کی طرف بھیجا گیا لیکن آپ کو سارے جہان کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا۔ آپ کی رسالت عامہ ہے تمام کائنات آپ کی امت ہے۔ اس حقیقت کا اظہار قرآن پاک میں متعدد مرتبہ کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ حضور ﷺ کے علاوہ کسی نبی کی نبوت عامہ نہ تھی بلکہ وہ مخصوص زمانہ اور مخصوص اقوام کے لئے مبعوث ہوتے تھے۔ اس کے برخلاف شریعت محمدی بلا امتیاز رنگ ونسل و وقت تھی اور ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ ارشاد (1) خداوندی ہے۔ ترجمہ:

''اور اے رسول! ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا (2) ترجمہ:

''اور اے محبوب! ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت کے ساتھ جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے''

(ب) آپ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد ہرگز کوئی نبی نہ آئے گا اور قیامت تک آپ کی نبوت اور شریعت جاری رہے گی۔ آنے والی تمام نسلیں ایمان لانے پر حضور کی امت ہونے کا شرف حاصل کریں گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قران مقدس (3) میں اس امر کا اعلان فرما دیا ہے اور احادیث صحیحہ میں بھی موجود ہے کہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ پس جو شخص سرور عالم ﷺ کی اس صفت کا انکار کرتا ہے وہ قرآن کا منکر اور اللہ کا باغی ہے۔ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ نہ اس کی عبادات قبول ہیں اور نہ ہی دوسرے اعمال۔

---

(1) سورہ النساء آیت 79

(2) سورہ سبا آیت 28

(3) سورہ الاحزاب آیت 40

(ج) حضورﷺ کا ایک بڑا اعزاز جو کسی دوسرے نبی یا رسول کو نصیب نہ ہوا وہ معراج ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کو سواری بھیج کر فرش سے عرش پر بلایا جبرئیل امین اور دوسرے ملائکہ آپ کے ہم رکاب تھے۔ انبیاء اور رسل مسجد اقصیٰ میں آپ کے استقبال کے لئے چشم براہ تھے پھر ان میں سے بعض انبیاء کو مختلف آسمانوں پر حضور کے استقبال کے لئے متعین کیا گیا۔ ساتویں آسمان پر حضرت خلیل اللہ نے خوش آمدید کہا۔ سدرہ تک جبرئیل ساتھ گئے۔ سدرہ سے آگے کا سفر آپ نے اکیلے طے کیا کیونکہ جبرئیل آگے نہیں جا سکتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے نمازوں کا تحفہ پایا۔ معراج پاک کا ذکر سورہ بنو اسرائیل اور سورہ النجم میں موجود ہے۔ متعدد احادیث مبارکہ میں بھی معراج کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

(د) اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضورﷺ کو مقام محمود اور شفاعت کبریٰ کے اعزاز سے نوازا ہے۔

(ر) آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے مال غنیمت کو حلال کیا گیا۔

(س) ساری روئے زمین کو آپ کے لئے سجدہ گاہ قرار دیا گیا۔

(ص) آپ کو قرآن مقدس جیسی عظیم کتاب عطا کی گئی جس میں قیامت تک تحریف نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

(ط) اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو بے شمار معجزات عطا فرمائے بلکہ یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ اپنے حبیب کو سراپا معجزہ بنا کر بھیجا۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

حسن یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ کا لعاب دہن معجزہ ہے جو سانپ کے زہر کے لئے تریاق دکھتی ہوئی آنکھوں کا مداوا۔ تلخ و نمکین کنووں کو شریں کر دینے والا۔ قلیل مقدار کو کثیر مقدار میں تبدیل کر دینے والا۔

آپ کا پسینہ معجزہ جہاں سے گزرتے ہیں کوچہ و بازار مہک اٹھتے ہیں آپ کے موئے مبارک معجزہ جن کے حصول کے لئے صحابہ کرام بے قرار رہا کرتے۔ حضرت خالد

بن ولید جیسے عظیم سپہ سالار اپنی فتوحات کو حضور ﷺ کے موئے مقدس کا مرہون منت سمجھتے تھے حضور کے بالوں سے اپنی ٹوپی کو سجا رکھا تھا اور جدال وقتال کے وقت اس ٹوپی (4) سے اپنے سر کو زینت دیا کرتے تھے۔

آپ کے معجزات کا اثر صرف سطح ارضی پر ہی نہیں تھا بلکہ سمٰوات و احرام فلکی بھی آپ کے اشارات کو سمجھتے تھے۔ چاند کو انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے کر دیا۔ غروب شدہ سورج لوٹا لیا سات آسمانوں سے آگے بہت آگے سدرہ سے بھی آگے نکل گئے عرش اعظم نے آپ کے قدم چومے۔ دربار خالق ارض و سمٰوات میں رسائی نصیب ہوئی اور خالق نے جو چاہا اپنے بندے کو عطا فرما دیا۔

(ع) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء و رسل سے وعدہ (5) لیا کہ وہ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائیں گے اور ان کی پیروی و اعانت کریں گے۔

مختصر یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کو وہ بلند و برتر مقام عطا فرمایا ہے جو کسی کو ملا اور نہ کسی کو ملے گا۔ آپ کی عظمتیں اور رفعتیں بے انتہا وسعت رکھتی ہیں۔ کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ ان کا احاطہ کر سکے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے کہ خالق اکبر کے بعد بس آپ کا مقام ہے۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثنا کما کان حقہ
بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(4) انوار الاہرار ص 159

(5) سورہ ال عمران آیت 81 ارشاد خداوندی ہے ترجمہ
"اور یاد کرو جب اللہ نے نبیوں سے ان کا عہد لیا۔ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا......"

(5) اتباع رسول ﷺ

سورہ............ال عمران............آیت 31

﴿ترجمہ اردو﴾

"(اے محبوب) آپ فرما دیجئے۔ کہ لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہوتو میرے فرمانبردار بن جاؤ تو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ وہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

﴿وضاحتیں﴾

شان نزورل

مشرکین مکہ (1) نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ چھوڑ کر بت پرستی کی روش اختیار کررکھی تھی حد یہ کہ سینکڑوں بت بیت اللہ شریف میں نصب کرر کھے تھے اوران کی پوجاپاٹ میں مصروف رہتے تھے۔ ان کو سجا سجا کر رکھتے تھے اوران کے سامنے سجدے کرتے تھے۔ ایک روز حضور ﷺ نے فرمایا اے قریش! تم نے یہ کیا روش اختیار کررکھی ہے خدا کی قسم! تم اپنے آباء حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی روش سے ہٹ چکے ہو اوران کے دین کے خلاف ہو گئے ہو۔ قریش کہنے لگے ہم تو ان بتوں کو اللہ کی محبت کی خاطر پوجتے ہیں تاکہ یہ بت ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اللہ کی محبت کے حصول کا ذریعہ تو اتباع رسول ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کا دعویٰ سید عالم ﷺ کے اتباع اور فرمانبرداری کے بغیر قابل قبول نہیں۔

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ نے جب یہود کو اسلام کی دعوت دی تو وہ کہنے لگے کہ ہم تو پہلے ہی اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں اس لئے ہمیں آپ کی دعوت کو

---

(1) روایت حضرت ابن عباس (تفسیر علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی)

قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ امت ہیں۔ ہمیں اس امر کی ضرورت نہیں کہ ہم کسی نئے نبی کی امت میں شامل ہوں۔ حضور ﷺ کی دعوت پر کعب بن اشرف کہا کرتا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے (معاذ اللہ) اور چہیتے ہیں۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب رکھتے ہیں۔ اس باطل دعویٰ کے جواب میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اور ان کے دعویٰ کو رد کر دیا گیا کہ حب الٰہی کے لئے اتباع رسول ﷺ ضروری ہے۔

اتباع سے کیا مراد ہے؟

جب حضور ﷺ پر ایمان لانا اور ان تمام احکامات کی تصدیق کرنا واجب ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو ساتھ ہی حضور ﷺ کی فرمانبرداری اور اطاعت بھی واجب ہو گئی کیونکہ یہ بھی منجملہ انہیں امور میں سے ہے جو حضور ﷺ لے کر آئے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو"۔

ائمہ کرام اور مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ رسول کی اطاعت کا مفہوم یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ہر سنت پر عمل کیا جائے اور وہ احکام ادامر ونواہی جو حضور کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں ان پر سر تسلیم خم کیا جائے۔

فقیہ سمرقندی کا قول ہے کہ اللہ کی اطاعت سے مراد فرائض کی بجا آوری ہے۔ اور اطاعت رسول سے مراد سنن نبوی پر عمل کرنا ہے۔

فرمان نبوی ﷺ (2)

اطاعت کی ایک مثال حضور ﷺ نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ ایک شخص نے ایک مکان تعمیر کیا اور اس خوشی کے موقعہ پر اس نے انواع واقسام کے کھانے تیار کیئے اور ایک شخص کو دعوت عام کا اعلان کرنے کو کہا۔ اس نے مالک مکان کی طرف سے دعوت عام کا اعلان کر دیا۔ اب اعلان کرنے والے کی اطلاع پر جو شخص اس مکان پر آیا اس نے دعوت

(2) کتاب الشفاء ج 2 ص 41 قاضی عیاض اندلسی

کرنے والے کی جانب سے تیار کرائے گئے طرح طرح کے کھانوں کا لطف اٹھایا لیکن جس نے اس دعوت کرنے والے کی دعوت پر کان نہ دھرے وہ اس دعوت عامہ سے محروم رہ گیا اوران کھانوں سے استفادہ نہ کر سکا۔ سنو! وہ گھر جنت ہے جسے اللہ نے بنایا۔

دعوت کا اعلان کرنے والے حضور ﷺ ہیں جس نے حضور کے اعلان اور دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپ کی اطاعت کی اس نے بلا شبہ اللہ کی اطاعت کی اور جس نے حضور ﷺ کی دعوت پر توجہ نہ دی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

دوسری مثال (3)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میری ان چیزوں میں جو میں (اللہ کی جانب سے) لایا ہوں اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک شخص نے اپنی قوم سے کہا کہ اے اہل قوم! میں نے ایک لشکر دیکھا اور میں اس لشکر کی جانب تمہیں متوجہ کرتا ہوں اور تمہیں اس لشکر سے خبر دار کرتا ہوں۔ لٰہذا تم نجات (فلاح) کی تلاش کرو۔ اس وعید سے بہت سارے لوگوں نے فائدہ اٹھایا اور راتوں رات وہاں سے چلے گئے اور اپنی جانوں کو محفوظ کر لیا لیکن ایک گروہ ایسا بھی تھا جس نے اس وعید کی طرف توجہ نہ کی اور اس ڈرانے والے کی تکذیب کی۔ ان کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا کہ جب انہوں نے صبح کی تو غنیم کا لشکر انہیں گھیر چکا تھا۔ اس نے ان پر چھاپہ مارا اور انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

بلا تمثیل و تشبیہ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے میری آور میرے احکام کی تعمیل کی انہوں نے فلاح و نجات پائی لیکن جنہوں نے نہ تو میری اطاعت کی اور نہ میرے احکام پر عمل کیا انہوں نے حقانیت کو جھٹلایا اور تباہ و برباد ہو گئے۔

حدیث پاک : حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا سوائے منکر کے میری امت کا ہر فرد جنت میں داخل ہوگا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے دریافت کیا وہ منکر کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت نہ کی وہ منکر ہے اور جنت میں داخل نہ ہوگا''۔

---

(3) کتاب الشفاء ج 2 ص 40 قاضی عیاض اندلسی۔

حدیث پاک : حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ رب العالمین کی اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے بلاشبہ اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کی۔ اور جس نے میرے امیر (نائب) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

خدائے بزرگ و برتر نے مومنین کو جو عزت و وقار عطا فرمایا ہے وہ آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کے صدقے میں ملا ہے۔ یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے۔ اس احسان عظیم کا صحیح ادراک اور اس پر ادائے شکر ہی دراصل آقائے نامدار محسن انسانیت۔ سرور دین ﷺ کے ساتھ وفاداری کے تقاضوں کو پورا کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ ایک طرف تو خالق کائنات نے ایک لاکھ اور چوبیس ہزار انبیاء کو طلب فرما کران سے امام الانبیاء تاجدار مدینہ کے ساتھ پیمان وفا باندھنے کا عہد لیا اور دوسری طرف اہل ایمان سے واشگاف الفاظ میں فرما دیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کا وسیلہ اتباع رسول ﷺ ہے۔

حفیظ جالندھری نے خوب کہا:

محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

فرحت وانبساط کا دور ہو یا رنج و آزمائش کا ہر حالت میں حضور ﷺ کی اطاعت کو اپنا شعار بنائے رکھنا مومن کی شان ہے۔

اتباع۔ تلاش نقوش پائے حبیب کبریا

اتباع کے معنی متابعت۔ تقلید اور پیروی کے ہیں۔ اصطلاحی طور پر اتباع سے مراد کسی کے دیئے ہوئے لائحہ عمل کو اختیار کرنا کسی کے ضابطہ حیات کو مشعل راہ بنانا کسی کے نقش قدم پر چلنا کسی کے ارشادات کی قول و فعل سے تعمیل و تکمیل کرنا ہے۔ کسی دوسرے کا اتباع تو نقوش پا کو دیکھ کر چلنا ہی ہے لیکن محسن انسانیت حبیب کبریا شافع روز جزا کا اتباع ان پاکیزہ

نقوش پا کو چوم کر اور عشق و مستی میں جھوم کر چلنا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ ہماری زندگی کا ہر لمحہ نظام مصطفیٰ کا آئینہ دار ہو۔ ہمارا ہر قول حدیث مقدسہ کی تکمیل اور ہر فعل سنت مطہرہ کی تعمیل ہو۔ ہمارا اٹھنا۔ بیٹھنا کھانا پینا۔ رونا ہنسا غرضیکہ زندگی کا ہر شعبہ اسلامی ضابطہ حیات کی پیروی اور ترجمانی کرے۔ ہمارا اخلاق لاثانی اور غیرت اسلامی بے مثال ہو۔ دونوں جہانوں کی کامیابیاں اور کامرانیاں اتباع رسول ﷺ میں مضمر ہیں۔ کسی شاعر نے اس خیال کی یوں ترجمانی کی ہے۔

سیرت مصطفیٰ نہ ہو جس میں باعث ننگ زندگانی ہے
اتباع رسول میں بے شک دو جہانوں کی کامرانی ہے

(2) اطاعت اور اتباع

اطاعت اور اتباع تقریباً ہم معنی الفاظ ہیں۔ راقم کا خیال ہے کہ ان میں تھوڑا سا فرق ہے۔ اطاعت کی بنیاد محبت ہے۔ محبت سے اتباع کی راہیں آسان ہو جاتی ہیں۔ جب کسی شخص سے محبت ہوتی ہے تو اس کی ادائیں پسند آتی ہیں۔ اس کے انداز واطوار خود بخود دل میں جگہ پاتے چلے جاتے ہیں۔ جب کسی کی ادائیں دل میں گھر کر جاتی ہیں تو از خود ان اداؤں کو اپنانے کو جی چاہتا ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر جی چاہتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی ان اداؤں کو اپنالیں۔ ثابت ہوا کہ اتباع کے لئے محبت ضروری ہے۔ اس طرح جب حضور ﷺ کی محبت سے دل سرشار ہوگا اتباع آسان ہو جائے گا۔ وہ شخص جس کو حضور ﷺ سے محبت نہ ہو اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا ارشاد نبوی ہے:

''کوئی آدمی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے اہل و مال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا''۔

اس طرح یہ حقیقت پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ ایک سچا مومن پوری تندہی سے حضور کا اتباع کرتا ہے۔

(3) صحابہ کرام کو حضور ﷺ سے محبت تھی

محبت ایک جذبہ ہے جو کسبی نہیں وہبی ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو محبت اس کے ظرف کے مطابق عطا کرتے ہیں۔ صحابہ کرام کو حضور سے بے پناہ محبت تھی۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(ا) ایک دفعہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کو کفار کے نرغے میں پایا۔ وہ ظالم محسن انسانیت پر دست جور و جفا دراز کر رہے تھے۔ صدیق جانتے تھے کہ مداخلت کا نتیجہ موت ہو سکتا ہے لیکن وہ فدائی رسول کس طرح اپنے آقا کو کافروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے دیکھ سکتے تھے۔ مداخلت کی حضور کو چھڑا لیا لیکن خود شدید زخمی ہو گئے۔

ہجرت نبوی کا سارے کا سارا سفر جناب صدیق اکبر کے عشق رسول کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حضور کو کندھوں پر اٹھا کر پہاڑی پر چڑھ جانا۔ غار میں ایک سوراخ میں سانپ کو دیکھ کر اس کے سامنے اپنی ایڑی رکھ دینا۔ سانپ کا بار بار ڈسنا لیکن پاؤں کو نہ ہٹانا کہ حضور کی نیند میں خلل واقعہ نہ ہو یا سانپ کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔ یہ محبت کی معراج ہے۔

(ب) ایک صحابی حضرت زید کو کفار مکہ نے دھوکہ سے پکڑ لیا۔ جب ان کو پھانسی پر لٹکانے لگے تو حضرت ابوسفیان نے کہا:

''اب تو تم کہتے ہو گے کہ تمہاری جگہ محمد (ﷺ) اس مصیبت میں پھنسے ہوتے اور تم آرام سے گھر میں سوئے ہوتے۔ قربان جایئے عاشق زار کے والہانہ عشق پر کہنے لگے:

خدا کی قسم! میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری جان کے بدلے میرے آقا کے پائے اقدس میں ایک کانٹا بھی چبھے۔

(ج) غزوۂ احد میں ایک وقت اسلامی سپاہ میں ایسا انتشار پیدا ہوا کہ حضور ﷺ ایک جگہ تنہا رہ گئے۔ لشکر کفار نے موقعہ کو غنیمت جان کر آپ کی طرف یلغار کی۔ حضور نے اپنے غلاموں کو متوجہ کیا۔ گیارہ انصار صحابہ نے حضور کے قدموں میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دیئے اور کفار کی یلغار کو روکے رکھا ان میں سے ایک حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخموں سے چور زمین پر پیٹ کے بل گھسٹ کر حضور کی طرف بڑھتے دیکھا گیا۔ جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو عاشق رخ مصطفیٰ نے وہ جواب دیا جس کی چمک دمک اور شان وشوکت قیامت تک کم نہ ہوگی۔ کہنے لگے میری خواہش ہے کہ جب میرا دم نکلے میرا سر حضور ﷺ کے قدموں میں ہو۔

(د) عشق رسول کا جولازوال اور بے مثال درس حضرت ہند انصاریہ نے آنے والی انسانی نسلوں کو دیا ہے اس کی اثر انگیزی میں قیامت تک کمی واقع نہ ہوگی۔ غزوہ احد کے موقع پر جب یہ جھوٹی خبر مدینہ منورہ میں گردش کرنے لگی کہ حضور شہید کر دیئے گئے تو اہل مدینہ احد کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے ان میں عورتیں بھی تھیں۔ ان میں سے ایک خاتون ہندا انصاریہ بھی تھیں۔ ان کو اپنے خاوند عمرو بن جموع بیٹے خلاد بدری اور بھائی کی شہادت کی خبر ملی لیکن جب یہ پتہ چلا کہ حضور زندہ سلامت ہیں تو کہنے لگیں مجھے ایک دفعہ اس حسن عالمتاب کی ایک جھلک دکھا دو۔ جب حضور ﷺ کو دیکھ لیا تو ایک کلمہ زبان سے کہا جس سے عشق و محبت کے نغمے پھوٹتے سنائی دیتے ہیں۔ فرماتی ہیں "اگر حضور زندہ سلامت ہیں تو میرے لئے کوئی مصیبت بھاری نہیں"۔

(4) اتباع کی شاندار مثالیں

عشاق رسول نے اتباع کی ایسی شاندار مثالیں صفحہ روزگار پر ثبت کی ہیں کہ ان کے تذکرہ سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ مشتے از خروارے کے مصداق محض

چند مثالیں پیش کی جائیں گی۔

(۱) رسول اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دنوں میں شام کی طرف روانہ کرنے کے لئے ایک فوجی مہم تیار کی تھی اور اس پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ پہلے حضور کی شدید علالت اور پھر وصال کی وجہ سے یہ لشکر روانہ نہ ہوسکا۔ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو مصائب و آلام کا ایک طوفان برپا ہوگیا۔ منافقین نے پر پرزے نکالنا شروع کر دیئے مضافات مدینہ میں نومسلموں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ جھوٹے مدعیان نبوت اور ان کے پیروکاروں نے فتنہ وفساد برپا کر دیا۔ جب امیر المومنین نے حضرت اسامہ بن زید کی مہم کی روانگی کا اعلان کیا تو صحابہ کرام پریشان ہو گئے اور مشورہ دینے لگے کہ اس مہم کو اگر ترک نہیں کیا جا سکتا تو موخر ضرور کر دیا جائے تا کہ مقامی حالات پر پہلے قابو پا لیا جائے۔ عاشق رسول حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا:

''اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر جنگل کے درندے بھی مدینہ میں گھس کر مجھے اچک کر لے جائیں تو پھر بھی میں اس لشکر کو روانہ کرنے سے باز نہیں آؤں گا جس لشکر کو حضور سرور عالم ﷺ نے روانہ ہونے کا حکم دیا''

پھر دوسری تجویز پیش کی گئی کہ اسامہ بن زید کی جگہ کسی نامور اور تجربہ کار صحابی کو سپہ سالار مقرر کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے بھی اس رائے پر اتفاق کیا تھا۔ یہ تجویز سن کر فدا کار رسول غصہ سے کانپ اٹھے۔ بیٹھے ہوئے تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سختی سے ٹوک کر فرمایا:

''اے خطاب کے بیٹے! تیری ماں تجھے روئے۔ خود نبی پاک ﷺ نے اسامہ کو سالار مقرر کیا ہے۔ تم کہتے ہو کہ میں اس کی جگہ کسی اور کو مقرر کر دوں۔ ناممکن''

(ب) ایک یہودی اور مسلمان (جو دراصل منافق تھا) میں جھگڑا ہو گیا۔ دونوں نے حضور ﷺ کو حکم مانا۔ حضور نے انصاف کے تقاضوں کے مطابق یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ منافق کہنے لگا مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں میں تو حضرت عمرؓ کا فیصلہ مانوں گا۔ یہودی اس بات پر بھی رضامند ہو گیا اور وہ حضرت عمر کے در دولت پر پہنچ گئے یہودی نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ یہودی کی بات سن کر آپ نے منافق سے پوچھا تو اس نے تصدیق کر دی۔ یہ سننا تھا کہ غصہ میں گھر کے اندر چلے گئے۔ واپس لوٹے تو آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ آپ نے ایک ہی وار میں منافق کی گردن الگ کر دی اور کہا:

''جو اللہ کے رسول کی اطاعت نہ کرے اس کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے''۔

(ج) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مرتبہ حضور نے فرمایا تمہیں ایک لباس پہنایا جائے گا اسے لوگوں کے کہنے پر نہ اتارنا۔ اس سے مراد خلافت سے دستبرداری تھی۔ بلوائیوں نے جب گھیراؤ کر لیا اور مطالبہ کیا کہ خلافت سے دستبردار ہو جائیں تو صاف انکار کر دیا۔ موت سامنے نظر آ رہی تھی لیکن یہ کہہ کر دستبرداری سے انکار کر دیا کہ حضور کے فرمان کے خلاف نہیں جا سکتا۔ گردن کٹ گئی لیکن اتباع رسول پر حرف نہیں آنے دیا۔ پیمان وفا کو نہیں توڑا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر کام میں اتباع رسول اور اسوۂ محبوب کبریا کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ ایک دفعہ پانی طلب کیا۔ وضو کیا اور مسکرائے۔ وہاں پر موجود صحابہ کو فرمایا میں وضو کرنے کے بعد اس لئے مسکرایا کہ ایک دفعہ اسی مقام پر حضور ﷺ نے وضو کیا تھا اور بعد میں مسکرائے تھے میں نے حضور کا اتباع کیا ہے۔

(د) حضرت امام مالک نے تمام عمر خربوزہ نہیں کھایا۔ جب ان سے خربوزہ نہ کھانے کی وجہ پوچھی گئی تو ارشاد فرمایا کہ مجھے صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکا کہ سرور کونین

نے کس طرح خربوزہ کھایا تھا اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ میرا خربوزہ کھانے کا طریقہ جناب رسالتمآب سے مختلف نہ ہو جائے اور میرا عمل سنت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جائے۔

(د) ہارون الرشید ایک بہت بڑا حکمران تھا۔ ایک دفعہ اس کے دستر خوان پر امراء، وزراء اور عمائدین موجود تھے۔ اس کے قاضی القضاہ (چیف جسٹس) حضرت امام ابو یوسف بھی موجود تھے کھانے کے دوران حضور ﷺ کے پسندیدہ کھانوں کا تذکرہ چھڑا تو کسی مصاحب نے کہا کہ حضور کو کدو بے حد پسند تھے۔ ایک وزیر نے کہہ دیا کہ مجھے تو کدو سخت ناپسند ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت امام یوسف عالم غیظ میں اٹھ کھڑے ہوئے خلیفہ ہارون الرشید کا احترام بالائے طاق رکھ دیا۔ تلوار لہراتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا قتل واجب ہو چکا ہے کیونکہ کسی چیز کے بارے میں حضور ﷺ کی پسندیدگی کے اظہار کے بعد تمہارا کراہت کا اظہار قابل مواخذہ ہے۔ ہارون الرشید کی مداخلت اور وزیر کی پر خلوص انداز میں توبہ کے بعد حضرت امام ابو یوسف نے اسے چھوڑ دیا۔

(5) اتباع رسول ﷺ کا ثمر شریں

صحابہ کرامؓ اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے حضور کا اتباع کیا تو دنیا کی عظمتوں اور رفعتوں نے ان کے قدم چومے۔ علامہ اقبال خوب فرماتے ہیں ؎

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

جب اتباع رسول ﷺ سے روگردانی کی گئی تو اس کے خوف ناک نتائج فوراً سامنے آئے۔ غور کا مقام ہے احد میں اللہ کے رسول خود میدان میں موجود ہیں۔ جب حضور کے اتباع اور اطاعت سے روگردانی ہوتی ہے اور تیر انداز وہ درہ خالی چھوڑ دیتے

ہیں جسے نہ چھوڑنے کی حضور نے سخت تاکید کی تھی تو فتح شکست میں تبدیل ہو جاتی۔ مسلمانوں میں سخت انتشار پیدا ہو جاتا ہے مشرکین مکہ کو حضور علیہ کے قریب پہنچنے کا موقع مل جاتا ہے۔ کئی صحابہ کی جاں سپاریوں کے باوجود آپ زخمی ہو جاتے ہیں۔ ستر مسلمان شہید ہو جاتے ہیں۔

آج مسلمان کیوں دہر دہر اور قریہ قریہ ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ یہ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود ان پر کیوں تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ ایک طرف نسل پرست صیہونیوں نے اہل فلسطین پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے تو دوسری طرف کشمیر کے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اتباع رسول کی لذتوں سے سرشار ہو کر میدان جنگ میں قدم رکھے تو قیصر و کسریٰ کے ناقابل تسخیر قلعے ان کے سامنے ریت کے گھروندوں میں تبدیل ہو گئے سمندروں نے ان کو راستے دے دیئے۔ پہاڑوں کی سر بفلک چوٹیاں ان کے راستے نہ روک سکیں۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

دنیا میں اس وقت ڈیڑھ ارب کے قریب فرزندان توحید آباد ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں بے پناہ مالی اور صنعتی وسائل موجود ہیں لیکن اس کے باوجود وہ دوسروں کے دست نگر ہیں۔ کیا کبھی ہم نے اپنی ذلت و رسوائی کے اسباب پر غور کیا ہے؟

ہمارا المیہ یہ ہے کہ اب تو ہماری سوچوں کی راہیں بھی مسدود ہو چکی۔ اب تو ہم احساس زیاں سے بھی محروم ہو چکے ہیں۔ کاش ہم نے علامہ اقبال کے افکار سے ہی فائدہ اٹھایا ہوتا۔ انہوں نے ہمیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے بار بار جھنجھوڑا اور ہمارے روگ کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا:

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سردارا
تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیارہ
گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

وہ میراث جس کا ذکر علامہ اقبال نے کیا ہے یقیناً اتباع رسول اور اطاعت پیغمبر ہے۔ صحابہ کرام نے اسی کے بل پر فتح و نصرت کے شادیانے بجائے۔ دریاؤں کے نام خط لکھے اور دریاؤں نے ان کے احکام مانے۔ جنگلوں کے خونخوار چیتوں اور شیروں نے ان کے پاسبانوں کے فرائض انجام دیئے۔ ہواؤں نے ان کے پیغامات چشم زدن میں ہزاروں میل دور تک پہنچا دیئے۔ اب ہم اپنی عددی برتری اور بے شمار دنیاوی وسائل کے باوجود دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔

آیئے مل کر عہد کریں کہ ہم اپنے مسائل کا حل لادینی نظریات میں تلاش نہیں کریں گے بلکہ اپنی زندگیوں کو ارشادات نبوی کے تابع کر دیں گے۔ خالق کائنات ہمارے قلوب کو نور توحید اور عشق مصطفوی سے منور کر دے کیونکہ سچا عشق ہی وہ عظیم قوت ہے جو راستے کی ہر رکاوٹ کو خس و خاشاک کی طرح اڑا کر منزل سے ہم کنار کرتا ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں عشق محمد سے اجالا کر دے

(6) گناہوں کی مغفرت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی محبت کو مشروط قرار دے دیا ہے اور اس کی شرط اتباع رسول ﷺ ہے۔ جب اتباع ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہو گی۔ جب محبت نصیب ہو گی تو مغفرت بھی نصیب ہو گی کیونکہ خالق ارض و سموات بہت بڑا معاف کرنے

والا ہے۔شاعر نے خوب کہا۔(4)

خدائے لم یزل سے ہے اگر دعویٰ محبت کا
تو اے ایمان والو تھام لو دامن محمد کا
محمد کی غلامی سے ہی ملتا ہے یقین جانو
خدا کا پیار اور منصب زمانے بھر میں عظمت کا

قرآن مقدس میں اکثر مقامات(5) پر جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہاں اپنے پیارے حبیب کی اطاعت کا حکم بھی دیا ہے بلکہ فرمایا ہے کہ جو رسول کی(6) اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی ہی اطاعت کرتا ہے۔

چمنستان توحید کی طرف جانے والا کوئی بھی راستہ ایسا نہیں جو گلستان رسالت کی عطر بیز فضاؤں میں سے ہو کر نہ جاتا ہو۔اگر کوئی یہ چاہے کہ مصطفیٰ کریم کو نظر انداز کر کے اللہ کو پالے گا تو یہ اس کی عقل و دانش کا پھیر ہے۔

حفیظ جالندھری کے اس شعر پر غور فرمائیے۔

محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

---

(4) مصنف

(5) سورہ آل عمران (32)، سورہ محمد (30)، سورہ النساء (59)

(6) سورہ النسا۔(80)

(6) نجران کے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت

سورہ.........ال عمران.........آیت 61

﴿اردو ترجمہ﴾

''پس ان سے فرما دیجیئے کہ آ ؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے
اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں۔
پھر مباہلہ کریں پھر جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔''

﴿وضاحتیں﴾

تاریخی پس منظر

9ہجری میں نجران کے علاقہ سے ساٹھ (1) عیسائیوں پر مشتمل ایک وفد حاضر خدمت ہوا۔ اس وفد میں نصاریٰ کے کئی بڑے عالم شامل تھے۔ اس وفد میں علاقہ نجران کے تین معروف سردار عبدالمسیح۔ شرجیل اور ابو حارثہ بن علقمہ بھی شامل تھے وفد جب مدینہ منورہ پہنچا تو اہل وفد نے خوب غسل کیا۔ اپنا سفری اور میلا لباس اتار دیا اور ریشمی لباس زیب تن کر لئے۔ انہوں نے انگلیوں میں سونے کی قیمتی انگوٹھیاں بھی پہن لیں۔ کندھوں پر خوبصورت چادریں ڈالیں اور خوب بن ٹھن کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے چادروں کے پلو تھانے ہوئے تھے تا کہ وہ کندھوں سے کھسک نہ جائیں۔ حضور نے جب ان کو دیکھا تو ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور ان کے سلام کا جواب بھی نہ دیا۔ وفد کے لوگ پریشان ہو گئے۔ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان اور حضرت (2) عبدالرحمن بن عوف

---

(1) ابن اسحٰق بحوالہ ابن کثیر ج 1 ص 71 (پارہ سوم)

(2) ابن کثیر ج 1 ص 74 پارہ سوم

سے حضور ﷺ کی عدم التفاتی کا شکوہ کیا۔ انہوں نے فرمایا قصور تو تمہارا اپنا ہے اس لئے شکوہ بے جا ہے حضور ﷺ سونے کا زیور اور ریشمی لباس مردوں کے لئے پسند نہیں فرماتے۔ اگر تم یہ لباس اتار کر سادہ لباس پہن کر جاؤ تو اللہ کے رسول ضرور التفات فرمائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور حضور ﷺ نے ان کی مناسب پذیرائی فرمائی۔ عیسائیوں کے وفد کے ساتھ حضور کا یہ مکالمہ ہوا۔

مکالمہ

نصاریٰ: مسیح اللہ ہے۔ اللہ کا بیٹا ہے اور تین میں سے تیسرا ہے۔

حضور ﷺ: اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے شرک اور ان اقوال سے پاک ہے۔

نصاریٰ: مسیح کی ربوبیت کی دلیل یہ ہے کہ وہ کوڑھیوں کو شفا دیتا ہے اور مردوں کو زندہ کرتا ہے۔

حضور ﷺ: ''سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وقوع پذیر ہوتا ہے'' بہتر ہے تم ان مشرکانہ عقائد کو ترک کر کے مسلمان ہو جاؤ''۔

نصاریٰ: ''ہم تو پہلے ہی ماننے والے ہیں''۔

حضور ﷺ: ''نہیں! نہیں! تمہیں اسلام قبول کرنا ہوگا''۔

نصاریٰ: ''ہم تو آپ سے پہلے کے مسلمان ہیں''۔

حضور ﷺ: ''نہیں! تمہارا یہ اسلام اللہ کے حضور ہرگز قبول نہیں کیونکہ تم خنزیر کھاتے ہو۔ صلیب کی پوجا کرتے ہو اور حضرت مسیح کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہو''۔

نصاریٰ: ''پھر بتائیے حضرت مسیح کا باپ کون ہے''؟

اس کے جواب میں اللہ کے رسول ﷺ نے سورہ ال عمران کی اسی سے زیادہ آیات پڑھ کر سنائیں۔ وفد کے لوگ جب کسی طرح ماننے پر آمادہ نہ ہوئے تو ان آیات کی

روشنی میں حضور نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی۔

(1) حضور ﷺ جب مباہلہ کے لئے نکلے تو آپ کے جسم پر ایک چادر تھی اور حسنین کریمین حضرت امام حسن اور امام حسین اس چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔ آپ کے پیچھے سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا چلی آتی تھیں۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت (3) علی رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔

(2) حضور ﷺ نے نصاریٰ کو مباہلہ کے لئے طلب فرمایا وہ چلے تو آئے لیکن جب انہوں نے آپ کو اپنی بیٹی اور نواسوں کے ساتھ میدان میں موجود پایا تو وہ خوف زدہ ہو گئے اور بجائے مباہلہ کرنے کے مشورت کے لئے کچھ دیر کے لئے الگ ہو گئے۔ ان کے تین میں سے دو سرداروں نے مباہلہ کی شدت سے مخالفت کر دی اور کہنے لگے: اے قوم! ان کے ساتھ ہرگز ملاعنت نہ کرنا ورنہ تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ اگر یہ نبی ہیں اور ہم نے ان سے مباہلہ کر لیا تو نہ صرف ہم بلکہ وطن میں ہمارے تمام عزیز و اقارب بھی فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ روئے زمین پر ہمارا ایک بال اور ناخن بھی تباہی اور بربادی سے نہ بچے گا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ حضور کے ساتھ مباہلہ کے علاوہ کوئی بھی دوسرا معاہدہ کر لیا جائے۔

(3) جب وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مباہلہ کرنے سے معذوری ظاہر کر دی اور اسلام قبول کرنے کے علاوہ آپ کی ہر بات ماننے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ اللہ کے رسول نے ان کی بات مان لی اور ان کو امان عطا فرما دی۔ ان کو پوری طرح مذہبی آزادی عطا فرما دی۔ ان سے جزیہ لینا قبول کر لیا اور اس کے مقابلہ میں انہیں ہر طرح کے تحفظ کا یقین دلاتے ہوئے ان کو اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ عطا

---

(3) ابن مردویہ

فرمایا۔نصاریٰ نے کپڑوں کے دو ہزار جوڑوں پر مصالحت کر لی اور قرار پایا کہ وہ ایک ہزار جوڑا ماہ رجب میں اور ایک ہزار جوڑا ماہ صفر میں پیش کریں گے۔

(4) جزیہ کی وصولی کے لئے حضور ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو نجران بھیجا۔ معاہدہ نامہ تحریر ہو چکا تھا جس کی ایک نقل اہل نجران کو دے دی گئی تھی۔

(5) کہا جاتا ہے کہ وفد کی واپسی کے بعد جلد ہی عبدالمسیح اور شرجیل نے اسلام قبول کر لیا اور پھر نجران میں تیزی سے اسلام پھیلنے لگا۔ جو لوگ اسلام لے آئے ان کو جزیہ معاف کر دیا گیا اور ان سے اسلامی تعلیمات کے مطابق زکوٰۃ اور صدقات وصول کئے جانے لگے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدقات وصول کرنے کے لئے نجران بھیجا۔

(6) وفد کے بڑے پادری(4) نے کہا تھا

''اے جماعت نصاریٰ! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ یہ لوگ اگر اللہ سے پہاڑ کے ہٹ جانے کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو ہٹا دے۔ ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی نصرانی زندہ نظر نہ آئے گا''۔

(7) حضور ﷺ نے فرمایا(5)

''اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے نجران والوں پر عذاب قریب آ ہی چکا تھا اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ کر دیئے جاتے اور جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا۔ نجران اور وہاں کے رہنے والے یہاں تک کہ پرند بھی نیست و نابود ہو جاتے اور ایک سال کے عرصہ میں تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے''۔

---

(4) تفسیر مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی

(5) تفسیر مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی

(7) انبیاء سے حضور ﷺ کی اطاعت کا عہد

سورہ............ال عمران............آیت 18

﴿اردو ترجمہ﴾

''اور یاد کرو جب اللہ نے نبیوں سے ان کا عہد لیا۔ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا: کیا تم نے اقرار کرلیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔''

﴿وضاحتیں﴾

(1) حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے وعدہ لیا کہ جب ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نبوت دے اور کتاب و حکمت کے شرف سے نوازے۔ اس سے مراد بلند ترین مراتب تک پہنچانا ہے۔ نبوت و رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں ہوتا۔ پھر تمہارے پاس میرا رسول میرا حبیب ختم نبوت کی شان والا آجائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت و امداد کرنا تمہارا فرض ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ اپنی نبوت و رسالت اور کتاب و حکمت پر نظر ڈال کر اس کی امداد سے رک جاؤ۔ ایسا ہرگز نہ کرنا۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء سے استفسار فرمایا کہ وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آخری نبی پر ایمان لائیں گے اور اس کی مدد کریں گے۔

(3) سب انبیاء نے اقرار کرلیا کہ وہ ضرور ایسا کریں گے اور اپنے وعدہ سے ہرگز انحراف نہیں کریں۔

(4) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے وعدوں پر ایک دوسرے گواہ کر دیا۔

(5) ان سب کے اقرار پر اللہ تبارک وتعالیٰ خود گواہ بن گئے۔

(6) اگلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ جو اس عہد و پیمان سے پھر جائیں وہ پورے نافرمان ہیں۔

(ا) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت (1) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی سے عہد لیا کہ اس کی زندگی میں اگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو بھیجے تو اس پر فرض ہوگا وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی امداد کرے اور اپنی امت کو بھی وہ یہی تلقین کر دے کہ وہ بھی حضور پر ایمان لائے اور آپ کی اطاعت میں مصروف ہو جائے۔

(ب) حضور ﷺ (2) نے فرمایا اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تم میں زندہ موجود ہوتے تو انہیں بھی بجز میری اطاعت کے اور کچھ حلال نہ تھا۔ بعض احادیث میں موسیٰ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کا نام بھی ہے۔

(ج) تمام انبیاء کرام ایک ایک کر کے آئے اور چلے گئے۔ سب سے آخر امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔ آپ کسی نبی کے زمانہ نبوت میں تشریف نہ لائے۔ کسی بھی دور میں تشریف لاتے اس دور کے نبی سمیت سب پر آپ کی اطاعت لازم ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو ان کے اطاعت کے عہد سے عہدہ برا ہونے میں اس طرح مدد فرمائی کہ معراج کے موقعہ پر کم و بیش ایک لاکھ اور

---

(1) ابن کثیر (تفسیر سورہ آل عمران) (2) مسند ابو یعلیٰ

چوبیس ہزار انبیاء کو مسجد اقصیٰ میں جمع کیا۔ اللہ کے پاک رسول ﷺ کو سفر عرش پر روانہ ہونے سے قبل مسجد اقصیٰ میں لے جایا گیا۔ آپ نے امامت کے فرائض انجام دیئے جملہ انبیاء نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔

(د) جب رسول اکرم ﷺ اپنے سفر معراج کے دوسرے مرحلہ میں سمٰوات اور عرش کریم کے سفر پر روانہ ہوئے تو مختلف آسمانوں پر انبیاء کرام نے آپ کا استقبال کیا۔ یہ بھی ایک طرح سے حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم اور اطاعت کا اظہار تھا۔ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام موجود تھے۔

(ر) موسیٰ علیہ السلام نے تو حضور ﷺ کی اس موقع پر مدد بھی کی جب آپ اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنی امت کے لئے پچاس نمازوں کا تحفہ لے کر آئے۔ حضرت موسیٰ کے مشورہ پر ہی آپ نے خالق کائنات سے تخفیف کی استدعا کی اور آخر پچاس کے بجائے پانچ نمازیں رہ گئیں۔

(س) جب حشر برپا ہوگا تو تمام انبیاء اپنی امتوں کو حضور کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کریں گے۔

(ص) تمام انبیاء نے اپنے زمانہ نبوت میں اپنی امتوں کو حضور کی آمد کی خبر دی اور آپ کی عظمتوں کے تذکرہ سے اپنا فرض ادا کیا۔

(ط) حضرت عیسیٰؑ تو حضور ﷺ کے امتی کی حیثیت سے آسمانوں سے اتریں گے اور آپ کی شریعت پر تیس سال زندگی بسر کریں گے۔

(8) بدر (یوم الفرقان) میں نصرت خداوندی

سورہ............ال عمران............آیت 123

﴿اردو ترجمہ﴾

''اور بے شک اللہ نے تمہاری مدد کی جب تم بے سروسامان تھے''

﴿وضاحتیں﴾

تاریخی پس منظر

رسول اکرم ﷺ اور مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے تھے لیکن اس کے باوجود مشرکین مکہ کے دلوں سے حضور کی مخاصمت اور بغض وحسد میں کمی نہیں آتی تھی۔وہ طرح طرح کی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔حضور کو خبر ملی کہ ابوسفیان ایک بڑے تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے مکہ لوٹ رہے ہیں۔شام سے مکہ جانیوالا راستہ چونکہ مدینہ منورہ کے قریب پڑتا تھا اس لئے حضور قریش پر دباؤ ڈالنے کے لئے ان کے تجارتی قافلہ کا راستہ روکنے کے لئے تین سو تیرہ صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے۔ارادہ کسی جنگ کا نہ تھا اس لئے کوئی خاص تیاری نہ تھی۔تجارتی قافلہ تو اطلاع پا کر راستہ تبدیل کر کے نکل گیا۔مقابلہ کفار کے ایک ہزار کے لشکر سے کرنا پڑا جسے ابوسفیان نے اپنی مدد کے لئے طلب کیا تھا اور وہ خوب جنگ کی تیاری کر کے آیا تھا۔نہ سامان خوردونوش کی کمی تھی اور نہ اسلحہ جنگ کی۔مکہ کے جنگ جو لوہے کی زرہوں میں غرق تھے۔ہر پڑاؤ پر ایک سرکردہ قریش دس اونٹ ذبح کرتا تھا۔محفل رقص وسرود اور بزم مے نوشی کا انعقاد کیا جاتا تھا۔

مختلف مراحل سے گزر کر آخر دونو لشکر آمنے سامنے صف بستہ ہو گئے۔طاقت کا توازن قریش کے حق میں تھا لیکن مسلمانوں کے قلوب نور ایمان سے منور تھے۔ان کے دلوں میں خوف خدا اور عشق حبیب کبریا موجزن تھا۔افرادی کثرت وقلت کی انہیں ہرگز

پرواہ نہ تھی۔ انہیں نصرت خداوندی پر اور اپنے آقا کی صداقتوں پر کامل یقین تھا جس نے یقین دلایا تھا کہ بالادستی ان کو ہی حاصل ہوگی کیونکہ ان کے قلوب نور ہدایت سے منور ہیں ان کے دلوں میں کوئی خوف نہیں تھا کیونکہ ان کا جہاد زندگی کے بقاء کے لئے نہیں تھا بلکہ حق و صداقت کے ابدی اصولوں کے بقا کے لئے تھا۔ انہیں یقین کامل حاصل تھا کہ جسم و جان کا رشتہ کٹ جانے پر جنت کی ابدی نعمتیں حاصل ہوں گی۔ دنیاوی زندگی سے کہیں زیادہ پرشکوہ پرمسرت حیات جاودان نصیب ہوگی۔ تین سو تیرہ نہتے ایک ہزار کے لشکر جرار سے گتھ گئے۔

نصرت خداوندی

اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے پیارے حبیب کے جانثاروں کی ادا پسند آ گئی۔ وہ جو ......تین سو تیرہ تھے۔ وہ......جن کے پاس صرف دو گھوڑے تھے۔ وہ......جن کے جسموں پر پورے لباس نہ تھے لیکن وہ سب کے سب محبوب رب کائنات کی محبت میں سرشار تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی مدد کس طرح کی؟

(1) میدان کارزار گرم ہونے سے پہلے ہی مالک ارض وسموات نے اپنے سچے رسول ﷺ سے وعدہ فرمالیا تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ (1) پر آپ کو فتح و کامرانی عطا کر دی جائے گی ایک تو تجارتی قافلہ تھا جو ابوسفیان کی زیرنگرانی شام سے سامان تجارت اور مال و دولت سے مالا مال مکہ کی طرف جارہا تھا اور دوسرا گروہ ایک ہزار کا لشکر جرار تھا۔ جو مکہ سے آیا تو ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کو بچانے تھا لیکن قافلے کے خیریت کے ساتھ نکلنے کے باوجود غرور تکبر کا مظاہرہ کرتا ہوا میدان بدر میں آ داخل ہوا تھا۔ مسلمانوں کا بے سروسامانی کے عالم میں ابوجہل کے مقابلہ میں ڈٹ جانا اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث بنا اور اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت کا وعدہ فرمادیا۔

---

(1) سورہ الانفال آیت 7

(2) میدان بدر میں لشکر گاہ اس رُخ قائم ہوئے تھے کہ مسلمانوں کے حصہ میں وہ علاقہ آیا تھا جہاں ریت تھی۔ ریت پر قدم نہیں جمتے تھے اور پانی کی قلت کا سامنہ تھا۔ مشرکین مکہ کا لشکر ایسے مقام پر اترا تھا جہاں زمین سخت اور قدرے چکنی تھی۔ سترہ رمضان المبارک کی رات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خوب بارش برسا (2) دی۔ اس کے مسلمانوں کو کئی فائدے ہوئے۔ مسلمان نہا دھو کر تازہ دم ہو گئے جانوروں کو پانی پلا لیا۔ ضرورت کے لئے پانی جمع کر لیا۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ریت جم گئی۔ اس پر چلنا پھرنا آسان ہو گیا کفار کو یہ نقصان پہنچا کہ ان کے کیمپ میں ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ نظر آنے لگا۔ نقل وحمل کی دقت پیدا ہو گئی۔

(3) اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک اور احسان یہ کیا کہ ان پر اُونگھ ڈال (3) دی۔ اس اونگھ کے بارے میں دو آراء ہیں ایک یہ کہ جنگ سے پہلی رات مسلمانوں کو خوب سکون کی نیند آئی اور یہ اللہ کا فضل تھا ورنہ جس صورت حال سے مسلمان دوچار تھے اور جس طرح ان کو اپنے سے کئی گنا بڑے لشکر سے دوچار ہونا تھا تشویش کی وجہ سے نیند کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ آنے والے پریشان کن حالات سے نیند کا اڑ جانا فطری بات تھی۔ ایک رائے یہ ہے کہ عین حالت جنگ میں جب مسلمان تھک کر چور ہو چکے تھے۔ ان پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض ایک لمحہ سے بھی کم وقت کے لئے اونگھ ڈال دی جس سے وہ بالکل تازہ دم ہو گئے۔

حضرت ابن مسعود (4) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں غنودگی اگر جنگ میں ہو تو امن ہے اور اللہ کی طرف سے ہے اگر نماز میں ہو تو فتنہ ہے اور شیطان کی طرف سے ہے۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ پیاس اور تھکان دونو کو دور کرنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے

---

(2) سورہ الانفال آیت 11 (3) سورہ الانفال آیت 11

(4) تفسیر قرآن از مولانا نعیم الدین مراد آبادی

مسلمانوں پر غنودگی طاری کی تھی۔ اس رائے سے اس امر کو تقویت ملتی ہے کہ غنودگی جنگ کے دوران طاری ہوئی ہوگی۔

(4) اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ اور ان کے سچے پیروکاروں کی مدد کے لئے ملائکہ بھیجے۔ ملائکہ کی تعداد کے بارے میں قرآن مقدس میں تین ارشادات موجود ہیں جن میں ایک ہزار۔ تین ہزار اور پانچ ہزار ملائکہ کا ذکر ہے۔ قارئین کے استفادہ کے لئے متعلقہ آیات کا ترجمہ پہلے پیش کیا جائے گا۔ پھر احادیث مبارکہ کی مدد سے وضاحت کی جائے گی۔

(ا) ''بے شک میں تمہاری مدد پے در پے (5) ہزار فرشتوں سے کرنے والا ہوں''

(ب) ''کیا تمہیں یہ کفایت نہیں کرتا کہ تمہارا رب تین (6) ہزار فرشتوں کو اتار کر تمہاری مدد فرمائے''۔

(ج) ''تمہارا رب تمہاری مدد پانچ ہزار (7) نشان زدہ فرشتوں سے کرے گا''۔

حضرت ربیع بن انس (8) روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک ہزار فرشتوں سے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ اس کے بعد تین ہزار کر دیئے اور پھر پانچ ہزار کر دیئے۔

کیا ملائکہ نے جنگ میں عملی طور پر حصہ لیا؟

اس امر پر مختلف شواہد موجود ہیں کہ ملائکہ نے جنگ بدر میں عملی طور پر حصہ لیا تھا۔ ان میں سے چند ایک حوالہ کے طور پر قارئین کی نذر کیے جاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری شخص کسی کافر کے پیچھے جا رہا ہے کہ اچانک اس نے کوڑے کے مارنے کی آواز سنی۔ پھر ایک سوار کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا ''اقدم حیزدم'' تو اس انصاری نے دیکھا کہ اس کے سامنے وہ گرا پڑا ہے اور

---

(5) سورہ الانفال (6) سورہ آل عمران

(7) سورہ آل عمران (8) مواہب لدنیہ

اس کا منہ پھٹا ہوا ہے اور اس کی گردن ٹوٹی ہوئی ہے۔ اس کے بعد وہ انصاری حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو کچھ مشاہدہ کیا تھا عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا یہ سب تیسرے آسمان کی امداد تھی۔

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ اس دن آدمی کا سر کٹ کر گرتا اور یہ پتہ نہ چلتا کہ اسے کس نے مارا ہے اور آدمی کا ہاتھ کٹ کر گرتا اور یہ پتہ نہ چلتا کہ اسے کس نے کاٹا ہے۔

ایک انصاری حضرت عباس بن عبدالمطلب کو قید کر کے لائے تو حضرت عباس کہنے لگے۔ واللہ! مجھے اس نے قید نہیں کیا ہے۔ مجھے تو ایک بے بال کے سر والے آدمی نے قید کیا ہے جو نہایت خوبرو تھا اور ایک چتکبرے گھوڑے پر سوار تھا۔ اب میں اسے لوگوں میں دیکھ نہیں رہا ہوں۔ انصاری نے کہا۔ اے اللہ کے رسول انہیں میں نے قید کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔ خاموش رہو اللہ نے ایک بزرگ فرشتے سے تمہاری مدد فرمائی تھی۔

میدان بدر سے ابلیس کا فرار

ابلیس سراقہ بن مالک کی شکل میں مشرکین مکہ کو مدینہ منورہ پر چڑھا لایا تھا۔ جنگ شروع ہوئی تو وہ کفار کی مدد میں سرگرم عمل تھا۔ ملائکہ کا نزول شروع ہوا تو گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ مشرکین اسے پکارتے رہ گئے لیکن اس نے ان کی پرواہ نہ کی آخر حارث بن ہشام نے اسے آگے بڑھ کر پکڑا۔ وہ اسے سراقہ سمجھے ہوئے تھا۔ ابلیس نے اس کے سینے پر ایک روزدار گھونسہ رسید کیا اور پھر بھاگ کھڑا ہوا۔ حارث بن ہشام گر گیا۔ ابلیس یہ کہتا ہوا سمندر میں جا گھسا۔

''میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جسے تم نہیں دیکھتے۔ مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے۔ اللہ بڑی سخت سزا والا ہے''

(5) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے مشرکین مکہ کے لشکر کو مسلمانوں کی نظر میں بہت کم کر کے دکھایا۔ مقصد یہ تھا کہ ایک لشکر جرار کو دیکھ کر مسلمانوں کے حوصلے پست نہ ہو جائیں اور وہ دل نہ چھوڑ بیٹھیں۔

فتح ونصرت کے حصول کے لئے حضورﷺ کی دعائیں

میدان بدر میں لشکر اسلام اور لشکر کفار کے درمیان عددی قوت اور سامان جنگ کا جو عدم توازن تھا اس پر حضور کو تشویش ضرور تھی۔لیکن اس کے مقابلہ میں نصرت خداوندی پر کامل یقین تھا۔میدان بدر میں حضورﷺ نے اللہ کی مدد کس طرح طلب کی؟

آیئے! چند جھلکیاں ملاحظہ فرمایئے۔

(ا) ''اللہ تعالیٰ کے رسول کریمﷺ تمام رات صبح تک نوافل ادا کرتے رہے اور رحمت خداوندی کو ملتفت کرنے کے لئے اپنے آنسوؤں کے دریا بہاتے رہے''۔

(ب) ''اے اللہ میں تجھے اس عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے۔اے اللہ! اگر تو اس گروہ کو ہلاک کردے گا تو پھر تیری بھی عبادت نہیں کی جائے گی''۔

(ج) ''اے اللہ! اگر یہ کافر مسلمانوں کے اس گروہ پر غالب آ گئے تو شرک غالب آ جائے گا اور پھر تیرا دین قائم نہیں ہو سکے گا''۔

حضورﷺ کی چادر کثرت گریہ کی وجہ سے کندھے سے گر پڑی حضرت صدیق اکبر جو اپنے آقا کے حضور حاضر تھے انہوں نے چادر اٹھا کر پیش کی اور عرض کرنے لگے۔

میرے آقا! بخدا اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا۔آپ نے حد کر دی ہے۔یہ کافی ہے۔آپ نے اپنے رب پر اصرار کی حد کر دی ہے۔

قارئین محترم!

کوثر و تسنیم سے پاکیزہ تر چشم حبیب کبریا میں ابھی اشکوں کے موتی دمک رہے تھے کہ نصرت خداوندی آ پہنچی۔

(9) حضور ﷺ کی مومنوں پر شفقت

سورہ............ال عمران............آیت 159

﴿اردو ترجمہ﴾

''کیسی اللہ کی مہربانی ہے اے محبوب کہ تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جب کسی بات کا ارادہ کر لو تو اللہ پر توکل کرو۔ بے شک اللہ توکل کرنے والے کو پسند کرتا ہے''۔

﴿وضاحتیں﴾

(1) رسول اکرم ﷺ کا مومنوں کے لئے نرم دل بنا کر بھیجا جانا مومنوں پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کے ماننے والوں اور ان کی فرمانبرداری کرنے والوں کے لئے ان کے دل کو نرم کر دیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو امامہ باہلی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''اے ابو امامہ! بعض مومن وہ ہیں جن کے لئے میرا دل تڑپ اٹھتا ہے''۔

قرآن مقدس کی کئی دوسری (1) آیات میں بھی یہ مضمون بیان ہوا ہے جس کے مطابق حضور ﷺ پر مومنوں کی مشقت گراں گزرتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ قرآن مقدس کی طرح ہی دوسری الہامی کتابوں میں بھی حضور ﷺ کی یہ صفات مذکور ہیں کہ آپ نرم مزاج اور نرم دل تھے۔

(2) حضور ﷺ کا نرم دل بنا کر بھیجا جانا ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کا مومنوں پر احسان ہے اور دوسری طرف خود رسول اکرم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ اس کی وجہ آیت مبارکہ کے

---

(1) سورہ توبہ 128۔ سورہ الانبیاء 107۔ سورہ الاحزاب 6

اگلے حصہ میں خود خداوند تعالیٰ نے بیان فرمادی ہے۔

جنگ احد کا ذکر ہو رہا تھا اور پھر حضور علیہ کے قلب مقدس کی نرمی کا ذکر آ گیا۔ احد میں بعض مومنین کی غلطی سے فتح شکست میں تبدیل ہوگئی تھی۔ تیر اندازوں نے وہ درہ چھوڑ دیا تھا جسے کسی بھی صورت میں نہ چھوڑنے کا حکم اللہ کے رسول دے چکے تھے۔ اگر حضور کی جگہ کوئی دوسرا دنیادار تاجدار یا سپہ سالار ہوتا تو اس طرح کی حکم عدولی کی سزا موت سے کم نہ ہوتی لیکن مومنین کا واسطہ تو اس ذات مبارکہ کے ساتھ تھا جس کو سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا۔ تیر اندازوں کی اس غلطی ہی کی وجہ سے حضور علیہ زخمی ہوئے اور وسیع پیمانے پر انتشار پھیلا۔ حضور کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی جس کی بازگشت مدینہ منورہ میں سنی گئی اور زن و مرد عالم بے تابی میں میدان احد کی طرف دوڑتے نظر آئے۔ قربان جائیں عفو و درگذر کے اس بحر بے کراں کے اتنی بڑی خطا پر مومنوں کو معاف کر دیا۔

(3) فرمایا اگر آپ تندخو اور سخت مزاج ہوتے تو چشم زمانہ جانسپاری اور اطاعت شعاری کے وہ حیران کن مناظر نہ دیکھتی جو اس نے صحابہ کے پروانہ وار آپ کے گرد جانوں کے نذرانے پیش کرنے کے ملاحظہ کئے۔ وہ جان بچاتے اور پہلوتہی کرتے ہوئے نظر آتے اب تو صورت حال یہ ہے کہ آپ کی طرف لپکتے ہوئے تیر وسناں کو وہ اپنے سینے پر لیتے ہیں۔ آپ کا پسینہ بہتا ہے تو یہ اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے بے تاب ہو جاتے ہیں۔ آپ کے وضو کے پانی کو جھپٹ لیتے ہیں آپ کے بالوں کو کلیجے سے لاکر رکھتے ہیں۔ یہ سب کچھ آپ کی شفقت و محبت کا جواب ہے جو آپ ان کے لئے روا رکھتے ہیں۔

(4) آپ ان سے درگذر کرنے والی اپنی پاکیزہ روش کو نہ چھوڑیں جاری رکھیں۔ ان سے خطائیں سرزد ہوں تو ان کو معاف کر دیا کریں۔ جس کو معاف کیا جاتا ہے وہ زیادہ احسان مندی سے سر تسلیم خم کرتا ہے۔

ایک حدیث پاک کا مضمون ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوگوں کی آؤ بھگت کرنے۔ خیر خواہی اور چشم پوشی کرنے کا اسی طرح حکم دیا ہے جس طرح دوسرے فرائض کی ادائیگی کا۔

(5) پھر فرمایا: ان کے لئے استغفار کیا کریں۔ اللہ کی رحمتوں کی بھی کوئی حد ہے پہلے فرمایا کہ مومنوں کو معاف کر دیا کریں پھر فرمایا ان کے گناہوں کی معافی کے لئے ان کی سفارش کر دیا کریں۔

(6) پھر فرمایا: ان سے مشورہ لیا کرو (2)

حضور ﷺ کو تو ہر طرح کی ہدایت اور راہنمائی اپنے خالق سے مل جایا کرتی تھی پھر صحابہ کرام سے مشورہ کرنے کی ہدایت بھی فرمادی۔ اس سے باہمی اعتماد کی فضا قائم ہوتی ہے۔ جن سے مشورہ لیا جائے ان کو خوشی حاصل ہوتی ہے کہ انہیں بھی درخور اعتناء سمجھا گیا ہے۔ حضور ﷺ کو مشورہ لینے کا حکم دیا جا رہا ہے ہر صورت میں اسے ماننے اور اس پر عمل کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا حیات طیبہ کے واقعات شاہد ہیں کہ حضور اپنے غلاموں سے مشورہ لیا کرتے تھے اور ان میں سے جو مشورہ منشائے مبارک کے مطابق ہوتا اسے قبول بھی کیا کرتے تھے۔ چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائے۔

(1) حضور ﷺ تین سو تیرہ صحابہ کے ساتھ قریش کے ایک تجارتی قافلہ پر دباؤ ڈالنے کے لئے مدینہ منورہ سے نکلے تھے۔ ذفران کے مقام پر پتہ چلا کہ قافلہ تو پہلو بچا کر نکل چکا ہے اور اب اس کی جگہ مشرکین مکہ کے ایک لشکر سے پنجہ آزمائی کا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہے۔ صحابہ کرام کو جمع کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ جب صحابہ نے ہر طرح (3) جانثاری اور اطاعت شعاری کا یقین دلایا تو لشکر کفار سے میدان بدر میں مقابلہ کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فتح ونصرت عطا فرمائی۔

---

(2) حضور ﷺ کو مشورہ کا پابند نہیں بنایا گیا۔

(3) سیرت ابن کثیر ج 2 ص 392

(ب) بدر کے میدان میں ستر مشرکین مارے گئے اور ستر ہی قیدی بنا لئے گئے۔ اسیران جنگ کے بارے میں فیصلہ صحابہ کرام سے مشورہ کے بعد کیا گیا اور اس سلسلہ میں سیدنا صدیق اکبرؓ کے مشورہ پر عمل کیا گیا۔

(ج) غزوۂ احد کے موقعہ پر بھی حضور ﷺ نے اپنے جانثار صحابہ رضوان اللہ علیہم سے مشورہ کیا۔ جب جمہور کی رائے یہ ہوئی کہ شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے تو آپ نے اسے قبول فرمایا اور شہر سے نکل کر احد کے میدان میں مقابلہ کیا۔

(د) حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ پر خندق کھودی تھی۔ اس غزوہ کے موقعہ پر جب اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ منورہ کے پھلوں کے تیسرے حصہ پر لشکر کفار کے ساتھ صلح کرنے کا مشورہ صحابہ کرام سے کیا تو حضرات سعدؓ بن معاذ اور (4) سعدؓ بن عبادہ نے مشورہ دیا کہ مشرکین کے ساتھ مصالحت کی کوشش کے بجائے مقابلہ کیا جائے۔ آپ نے اس مشورہ کو قبول فرمایا۔

(7) فرمایا جب کسی کام کا ارادہ کرلو تو پھر اللہ پر بھروسہ کیا کرو۔ مشورہ کرنے کے بعد خوب غور فکر کے بعد جب کسی کام کو انجام دینے کا فیصلہ کر لیا جائے تو اللہ پر بھروسہ کرنا ضروری ہے توکل کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے تمام وسائل اور بھرپور صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر کسی کام کو انجام دے لیکن اس کے نتائج کو اللہ کے سپرد کردے یہ نہ سوچے کہ میں نے ایسا کیا ہے تو یقیناً یہ نتائج برآمد ہوں گے۔

توکل کے بارے میں حضور ﷺ کے چند ارشادات ملاحظہ کیجئے:

(1) اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جیسے کہ کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح روزی دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح خالی پیٹ ہوتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر جاتے ہیں۔

---

(4) تفسیر ابن کثیر پارہ چہارم سورہ آل عمران ج 1 ص 41

(ب) جس کو یہ سب سے اچھا لگے کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ مستغنی ہو تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہے اس پر اپنے پاس وا . لے سے زیادہ یقین رکھے۔

(ج) ہجرت کی شب حضورﷺ اپنے پیارے دوست حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور میں تھے۔ کفار تلاش کرتے ہوئے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے جب تشویش کا اظہار کیا تو اللہ کے رسول نے توکل کا ایک عظیم مظاہرہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! ان دو کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیرا اللہ ہوتا ہے''۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی (5) وقت غار کے منہ پر ایک درخت اگا دیا جس نے غار کے منہ کو ڈھانپ لیا۔ ایک مکڑے نے غار کے منہ پر جالا تن دیا۔ ایک کبوتری نے اس کے اندر انڈے دے دیئے مشرکین مکہ کہنے لگے اس غار میں کسی کا داخلہ ممکن ہی نہیں وہ ناکام ونامراد واپس لوٹ گئے۔

(8) اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

انسان اپنے کسی مقصد کے حصول کے لئے جب کسی دوسرے صاحب اختیار و اقتدار شخص سے مدد طلب کرتا ہے تو بڑی مشکل سے وہ اس پر آمادہ ہوتا ہے۔ سو طرح کے حیلے بہانے کرے گا پھر مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے تو وہ خوش ہوتا ہے اور مدد دیتا ہے۔ اس کی پناہ طلب کی جائے تو فوراً پناہ دیتا ہے۔

---

(5) مدارج النبوت ج 2 ص 87 شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

(10) حضورﷺ کی بعثت......اللہ کا احسان

سورہ............ال عمران............آیت 164

﴿اردو ترجمہ﴾

''بے شک اللہ نے بڑا احسان کیا مومنوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جوان کواس کی آیات پڑھ کرسناتا ہےاور انہیں پاک کرتا ہےاورانہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہےاور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

﴿وضاحتیں﴾

(1) اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے اہل ایمان پر کہ ان کے پاس اپنا رسول بھیج دیا۔ حضورﷺ کی عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف آوری بہت بڑا احسان ہے۔اس لحاظ سے بھی احسان ہے کہ ان کے پاس انہیں میں سے رسول بنا کر بھیجا گیا۔

حضرت عبداللہ اور سیدہ آمنہ کے لئے بڑا اعزاز ہے۔

حضرت عبدالمطلب پر بڑا احسان ہے۔

پورے قبیلہ قریش پر یہ احسان ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پوری نسل پر اللہ کا احسان ہے۔صرف خطہ عرب پرنہیں پوری سطح ارضی پر حضورﷺ کی بعثت احسان ہے۔

(2) حضورﷺ کی بعثت کے وقت انسان ذلت ورسوائی کے عمیق گڑھے میں گر چکا تھا۔رشتوں کا تقدس مٹ چکا تھا۔انسانی رشتوں کا تو ذکر ہی کیا انسان کا اپنے خالق سے رشتہ عبودیت کٹ چکا تھا۔شرف انسانیت پارہ پارہ ہو چکا۔وہ انسان جس کو خالق کائنات نے اپنی تخلیق کا شاہکار بنایا تھا۔اپنی نیابت کا اعزاز بخشا تھا لکڑی اور پتھر کے تراشے ہوئے

بے جان بتوں کے سامنے سر عبودیت خم کیے بیٹھا تھا۔ روم و فارس میں قیصر و کسریٰ کی حکمرانی تھی۔ ان کے جبر و استبداد کی وجہ سے انسانیت سسک رہی تھی اور ظلم کی چکی میں پس رہی تھی۔ فحاشی کا دور دورہ تھا۔ بہنوں اور بیٹیوں سے رشتہ ازدواج قائم کیا جا رہا تھا۔

برصغیر پاک و ہند میں انسانیت ذات پاک کے شکنجوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ برہمن راج کر رہا تھا اور شودر ذلت و رسوائی سے دوچار تھا۔ ہندومت کا پیروکار ہوتے ہوئے اسے مندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ مقدس سمجھی جانے والی مذہبی کتب کو چھو تک نہ سکتا تھا اسے برہمن کے چہرے پر نظر ڈالنے کی اجازت نہ تھی۔ اگر کوئی بدنصیب شودر برہمن کے احکام کی خلاف ورزی کرتا تو اسے بلادریغ کالی ماتا کے چرنوں میں ذبح کر دیا جاتا تھا۔

ملک عرب کی حالت بھی ناقابل بیان تھی۔ ملک میں کوئی مرکزی حکومت موجود نہ تھی۔ قبائلی نظام رائج تھا۔ معمولی معمولی باتوں پر قبائل میں جنگ چھڑ جاتی تھی اور دنوں مہینوں نہیں بلکہ سالوں تک جاری رہتی۔ اخلاقی حالت بھی ناقابل بیان تھی۔ توہم پرستی کا دور دورہ تھا۔ عرب کوئی کام بھی فال نکالے بغیر انجام نہ دیتے تھے۔ ''فال کے تیر'' ہمیشہ ان کے پاس ہوتے تھے۔ عورت کا معاشرہ میں کوئی مقام نہ تھا۔ اسے منڈی کا مال سمجھا جاتا تھا۔ مشاعروں میں کھل کر اس کے حسن و جمال کے تذکرے ہوتے تھے۔ بچیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ شراب اور جوا ان کی گھٹی میں پڑے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ بت پرستی کا دور دورہ تھا۔ حد یہ کہ بیت اللہ شریف میں بھی 360 بت رکھ دیے گئے۔ مختصر یہ کہ اس معاشرہ میں جو اصول کارفرما تھا وہ تھا ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس''۔

یہ تھی اس کھلی گمراہی کی مختصر داستان جس کو قرآن مقدس میں بیان فرمایا گیا ہے۔

(3) رسول اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد صرف خطہ عرب کو نہیں بلکہ پوری سطح ارضی کو

سنوارنا تھا۔ آدمؑ کی ساری اولاد کو صراط مستقیم پر گامزن کرنا تھا۔ انسان کو شرف انسانیت سے آگاہ کرنا تھا۔ اس کو خلافت ارضی کے فرائض کو انجام دینے کے قابل بنانا تھا۔ اس کو لکڑی اور پتھر کے بنے ہوئے جھوٹے خداؤں کی چوکھٹ سے اٹھا کر اس کا سر عبودیت رب ارض و سموات کے حضور جھکانا تھا۔ اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے علم و حکمت کے جو دریا بہائے ان کا تذکرہ سورہ بقرہ کی آیت 12 کی تشریح کے حوالے سے کیا جا چکا ہے۔

(11) حضور ﷺ کا وسیلہ جلیلہ

سورہ.........النساء.........آیت 64

﴿اردو ترجمہ﴾

''اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمادیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا پائیں گے''

﴿وضاحتیں﴾

(1) اس آیت مقدسہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بارگاہ رب العزت سے حاجت روائی کے لئے حضور ﷺ کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت نہ صرف سودمند ہے بلکہ ضروری ہے۔ حضور ﷺ اللہ کے رسول اور حبیب ہیں۔ اللہ کے حضور ان کا بڑا مقام ہے اللہ تعالیٰ کو ان کی رضا مطلوب ہے۔ قرآن مقدس میں اللہ پاک نے واضح فرمایا ہے کہ وہ اپنے حبیب کو راضی کرے گا۔

(2) اگر کسی مومن سے کوئی جرم سرزد ہو جائے اور وہ خلوص نیت سے حضور کے وسیلہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ سے معافی چاہیں اور بندہ کے لئے جرم سے توبہ کریں تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو معاف کردے گا کیونکہ وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

وسیلہ کیا ہے؟(1)

کہا گیا ہے کہ وسیلہ جنت میں ایک اعلیٰ منزلت کا نام ہے اور وہ منزلت حضور ﷺ کے لئے مخصوص ہے۔ یہی مقام جنت میں حضور کے قیام کا مقام ہے۔ یہ مقام عرش سے

(1) مدارج النبوت ج1 ص365

بہت قریب ہے۔وسیلہ کے معنی لغت کے لحاظ سے ''سبب''اور''ہاتھ پھیلانے'' کے ہیں۔ اور وسل کے معنی کسی چیز کے ذریعے نزدیک ہونے کے ہیں۔

حضور علیہ کے وصال کے بعد شفاعت

حضور سید عالم علیہ کے انتقال پر ملال کے بعد ایک اعرابی روضۂ اقدس پر حاضر ہوا۔روضہ اقدس کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا:(2)

''یارسول اللہ! جو آپ نے فرمایا وہ ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے اور پھر سورہ النساء کی یہ آیت 64 پڑھی۔پھر کہنے لگا:۔''میں نے بلاشبہ اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔اب میں آپ کے حضور اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے کے لئے حاضر ہوا ہوں''۔اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ''تیری بخشش کی گئی''

یہ واقعہ اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض حاجت کے لئے اس کے مقبول بندوں کو وسیلہ بنانا کامیابی کی ضمانت ہے۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور علیہ کو وصال کے بعد''یا'' کے ساتھ خطاب کرنا جائز ہے اور نیک لوگوں کا طریقہ رہا ہے۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ قبر پر جانا جائز ہے اور قبر والے کو وسیلہ بنا کر اللہ تبارک وتعالیٰ سے حاجت روائی کی درخواست کرنا بزرگوں کا طریقہ رہا ہے۔

---

(2) تفسیر قرآن از مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی ص 141 (مطبوعہ تاج کمپنی)

(12) جو حضور ﷺ کا فیصلہ نہ مانے وہ مومن نہیں

سورہ .... النساء............ آیت 65

﴿اردو ترجمہ﴾

''پس اے محبوب! تمہارے رب کی قسم۔ وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے باہمی جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور کھلے دل سے مان لیں''

﴿وضاحتیں﴾

شان نزول (1) (پس منظر)

پہاڑ سے آنے والے پانی پر جس سے باغوں میں آب رسانی کی جاتی تھی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا ایک انصاری سے جھگڑا ہو گیا معاملہ نے طول کھینچا تو معاملہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے تمام معاملہ کا جائزہ لے کر حضرت زبیر کو فرمایا کہ وہ اپنے کھیتوں کو سیراب کر کے پانی اپنے پڑوسی کے باغ کی طرف چھوڑ دیا کریں۔ حضرت زبیر نے سر تسلیم خم کر دیا لیکن انصاری پر یہ فیصلہ گراں گذرا وہ کہنے لگا زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔

حضور ﷺ کو یہ بات گراں گذری کیونکہ انہوں نے تو حضرت زبیر کو پڑوسی پر احسان کرنے کا حکم دیا تھا جس کی اس نے قدر نہ کی۔ اس پر آپ نے حضرت زبیر کو حکم دیا کہ اپنے باغ کو سیراب کرنے کے بعد پانی روک لیا کرو۔

حضرت زبیر سے جھگڑا کرنے والے صحابی کا نام حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ وہی حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ ہیں جنہوں نے مکہ پر حملہ کی خبر ایک

(1) ابن کثیر (اردو) پارہ پنجم تفسیر سورہ النساء ص 58

خفیہ خط کے ذریعہ اہل مکہ کو دی اور وحی کے ذریعے حضور کو اس خط کی خبر ہوگئی تھی۔ یہ خط سارہ نامی ایک لونڈی سے برامد کرلیا گیا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور سے اجازت طلب کی تھی کہ حضرت حاطب کی گردن اڑادیں۔ ان کو منافق بھی قرار دیا تھا لیکن حضور نے حضرت حاطب کا عذر قبول کرلیا تھا اور انہیں معاف فرمادیا تھا اور حضرت عمرؓ کو مخاطب کرکے فرمایا تھا:

''دیکھو! یہ جنگ بدر میں حاضر ہو چکا ہے اور عمر! تم کیا جانو؟ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھ کر کہا ہو کہ تم لوگ جو چاہو کرو۔ میں نے تمہیں بخش دیا''۔

حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ کو بعض مفسرین نے انصاری (2) لکھا ہے اور بعض نے مہاجر۔ سات ہجری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو خطوط تحریر فرمائے تو حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ کو اپنا گرامی نامہ دے کر مصر کے بادشاہ مقوقس کے پاس بھیجا تھا۔

ایک (3) روایت کے مطابق اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ دو اشخاص اپنا مقدمہ منصف اعظم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں لے کر حاضر ہوئے لیکن جس کے خلاف تھا اس نے کہا کہ آپ ہمیں حضرت عمر کے پاس بھیج دیں۔ حضور نے فرمایا اچھا اس کے پاس چلے جاؤ۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور مدعا بیان کیا نیز جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے یہ بھی بتادیا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ اللہ کے رسول کرچکے ہیں لیکن اس شخص نے قبول نہیں کیا۔ فاروق اعظم نے دوسرے شخص سے اس کی تصدیق کی اور پھر یہ کہہ کر گھر کے اندر چلے گئے کہ تم ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔ واپس آئے تو ہاتھ میں تلوار تھی اس سے حضور کا فیصلہ قبول نہ کرنے والے کا سر تن سے جدا کردیا۔

---

(2) مدارج النبوت ج 2 ص 343

(3) ابن کثیر ج 1 ص 58

(1) اللہ تبارک و تعالیٰ نے بڑی تاکید کے ساتھ اعلان فرمایا کہ مومنوں پر رسول کریم ﷺ کی اطاعت غیر مشروط طور پر ضروری ہے۔ اس آیت مقدسہ میں اتباع رسول ﷺ کا مضمون بے حد موکد اور موثر پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ جو شخص آپ کی اطاعت سے سرتابی کرنے کی جرات کرتا ہے وہ ایمان سے محروم ہے اور یہ فرمان خالق ارض و سموٰات نے اپنی ذات کی قسم کے ساتھ مضبوط و موکد کیا ہے۔

(2) اس آیت مقدسہ میں ایک بات بڑی پر لطف ہے۔ فرمایا کہ مومن کی شان یہ نہیں کہ دل پر جبر و اکراہ کر کے اپنے آقا کا حکم قبول کرے بلکہ بے حد خوش دلی اور خندہ پیشانی کے ساتھ سر تسلیم خم کر دے۔ گویا دل کی گہرائیوں سے بھرپور قوت ارادی کے ساتھ حضور کے فیصلوں کو قبول کیا جائے۔ دل میں بھی ہرگز گھٹن محسوس نہ کرے۔ حضور ﷺ کے فیصلہ کے خلاف نہ زبان سے کچھ کہے نہ دل میں تنگی محسوس کرے۔ جس طرح حضور کی حیات طیبہ میں صحابہ کرام پر یہ فرض تھا کہ وہ حضور کے احکام پر عمل کریں۔ اسی طرح قیامت تک مومنوں پر فرض ہے کہ وہ احادیث نبوی اور شریعت مصطفوی کی روشنی میں اپنے مقدمات کے فیصلے کریں اور انہیں دل کی گہرائیوں سے پسند بھی کریں اور قبول بھی کریں۔

(13) حضور ﷺ پر اللہ کا بڑا فضل ہے

سورہ .... النساء .... آیت 113

﴿اردو ترجمہ﴾

''اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے''

﴿وضاحتیں﴾

(1) کتاب سے مراد قرآن مقدس ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ پر کم وبیش 23 سال کے عرصہ میں نازل فرمایا۔ یہ کتاب مقدس اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اپنے نزول کے چودہ سو سال بعد آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ اس میں کسی قسم کی کمی وبیشی نہیں کی جا سکی کیونکہ خالق ارض وسمٰوات نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ سابقہ الہامی کتب تورات وانجیل میں تحریف لفظی اور معنوی اس حد تک کر دی گئی ہے کہ ان کی موجودہ صورت کی حقانیت مشکوک ہو کر رہ گئی ہے۔ قرآن مقدس نے چونکہ قیامت تک آنے والی نسلوں کو درس توحید ورسالت دینا تھا اور ان کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کا فریضہ ادا کرنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا۔ قرآن مقدس کی عظمت کی ایک اور بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔

قرآن مقدس کی موجودہ شکل میں ترتیب وتدوین وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضور نے کی تھی۔ خلفائے راشدین کے دور میں اسے جمع کیا گیا۔ قرآن مقدس کے تیس پارہ اور 114 سورتیں ہیں۔ آیات مقدسہ کی تعداد 6666 ہے۔ اس وقت قرآن

مقدس کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ یہ پاک کتاب لاکھوں مسلمانوں کے قلوب میں محفوظ ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس میں لفظ تو کیا ایک زیر یا زبر کی تبدیلی بھی نہیں کر سکتی۔

(2) حکمت سے مراد قرآن فہمی ہے۔ یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے لطف وکرم سے حضور ﷺ کو عطا ہوئی۔ قرآن مقدس میں متعدد مقامات پر اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ اللہ کے رسول قرآن مقدس کے پہلے شارح اور مفسر ہیں۔ بعض مفسرین نے حکمت سے مراد حضور اکرم ﷺ کی حدیث لی ہے اس سے کوئی تعارض واقع نہیں ہوتا کیونکہ حضور کی احادیث قرآن مقدس کی تفسیر بھی ہیں۔ اللہ رب العزت کے فرمان کے مطابق ہی حضور ﷺ فرماتے ہیں جو کچھ فرماتے ہیں۔ آپ کے اقوال وافعال دونو کو خالق کائنات کی تصدیق وتائید حاصل ہے۔

(14) حضور ﷺ اللہ کی برہان ہیں

سورہ .... النساء............ آیت 170-174

﴿اردو ترجمہ﴾

"اے لوگو! تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر رسول آ گیا۔ پس تم ایمان لے آؤ اپنی بھلائی کے لئے......"

﴿وضاحتیں﴾

(1) یہاں "رسول" سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ یہ آیت رسول اکرم ﷺ کی صداقت پر گواہی ہے۔ یہود و کفار کو آپ کے مامور من اللہ ہونے کا یقین دلایا جا رہا ہے۔ یہود میں سے اکثر حضور ﷺ کو نبی آخر الزمان کی حیثیت سے پہچانتے تھے۔ ضد۔ تعصب اور حسد کی بنا پر آپ پر ایمان لانے کو تیار نہ تھے۔

(2) فرمایا میرا رسول جو کچھ تمہارے پاس لایا ہے وہ سچ ہے۔ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اس سے مراد قرآن مقدس اور دین حق ہے۔

(3) لوگوں کو حضور ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی جا رہی ہے اور ایک خاص امر جس کی نشاندہی کی جا رہی ہے یہ ہے کہ تمہارا ایمان لانا خود تمہارے لئے سود مند ہے اس سے نہ رب ارض و سمٰوات کو کوئی غرض ہے اور نہ ہی رسول اکرم ﷺ کا کوئی فائدہ ہے۔

ایمان لانے والوں کی بھلائی یہ ہے کہ وہ دوزخ کے عذابوں سے نجات پا کر جنت کی نعمتوں کے حق دار قرار پائیں گے۔

(4) آیت نمبر 174 میں برہان سے مراد حضرت محمد (1) ﷺ کی ذات گرامی ہے۔
آپ کی ذات مبارکہ دلیل ہے۔ آپ کی سیرت مقدسہ کا ایک ایک پہلو دلیل ہے۔
حضور ﷺ کے عفو و درگذر کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد مشرکین مکہ کلی طور پر آپ کے رحم و کرم پر تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضور پر اور آپ کے پیروکاروں پر بدترین مظالم روا رکھے۔ آپ کے راستوں میں کانٹے بچھائے گئے۔ آپ کی جان لینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی آپ کو اپنا گھر بار اور وطن چھوڑنا پڑا۔ دنیا کا بڑے سے بڑا با مروت اور بردبار شخص بھی اس اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ نہ کرسکتا تھا جس کا آپ نے فتح مکہ کے روز کیا۔ مشرکین مکہ اپنے جرائم پر شرمند جب آپ کے حضور سر جھکائے کھڑے تھے تو آپ نے فرمایا: "آج نیکی اور وفا کا دن ہے۔ آج تمہارے لئے کوئی گرفت نہیں ہے۔ جاؤ! تم آزاد ہو۔"
آپ کی صداقت پر آپ کے معجزات دلیل ہیں جو بھی ان کا مشاہدہ کرتا ہے حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ تھوک سے بیماریاں پھیلتی ہیں۔ جگہ جگہ پر اشتہار لگائے جاتے ہیں اور تھوکنے سے منع کیا جاتا ہے۔ غور کا مقام ہے کہ ہمارے تھوکنے سے تو بیماری پھیلے اور حضور ﷺ کے لعاب دہن سے نہ صرف یہ کہ بیماری نہ پھیلے بلکہ بیماریاں دور ہو جائیں۔ دکھتی ہوئی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں۔ سانپ کے زہر کا اثر زائل ہو جائے۔ تلخ و بدذائقہ کنوئیں شریں اور خوش ذائقہ ہو جائیں قلت کثرت میں تبدیل ہو جائے۔ کٹا ہوا بازو جڑ جائے اور پھوٹی ہوئی آنکھ صحت مند ہو جائے۔
پسینے میں بدبو ہوتی ہے۔ غیر کا کیا کہنا اپنا پسینہ بھی طبیعت پر ناگوار گزرتا ہے۔ وہ ذات جس کے جسم سے پھوٹنے والا پسینہ اپنی مہک سے عنبر و کستوری کی فرحتوں کو مات

(1) تفسیر مولانا نعیم الدین مراد آبادی پارہ 6 سورہ النساء آیت 174

کر دے۔ دلیل ہوگا یا نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کے جسم سے پھوٹنے والے پسینے کی فرحتوں اور لطافتوں کے ذکر سے سیرت کی کتب بھری پڑی ہیں۔

جس کی انگلی کے اشارے سے سورج پلٹ آئے اور چاند دو ٹکڑے ہو جائے اس سے بڑھ کر حق کی دلیل کون ہوگا؟

رسول مقبول ﷺ کو جو عظمتیں ملی ہیں اپنے خالق کے در سے ملی ہیں اور رب کائنات ہر چیز پر قادر ہے۔ اس نے جو چاہا اپنے حبیب پاک کو عطا کر دیا۔ اس پر قیل وقال اور تنقیص ایمان کو غارت کرنے والے اعمال ہیں۔ ایک سچے مسلمان کو سچے دل کے ساتھ اس پر ایمان لانا چاہیئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رات کے ایک قلیل حصے میں حضور ﷺ کو بیت المقدس۔ سات آسمانوں۔ جنت اور دوزخ وغیرہ کی سیر کرائی۔ ہم اسے ''برہان'' کیوں نہ مانیں۔ کیا خالق ارض وسمٰوات کے پاک رسول کے علاوہ کوئی دوسرا اس کا دعوٰی کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں!

(5) ''نور مبین'' (2) سے مراد قرآن مقدس ہے۔ قرآن مقدس کو اس لئے نور قرار دیا گیا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ پھر یہ کہ تعلیمات قرآنی سے ہر طرف نور پھیل جاتا ہے۔ جس طرح سورہ ابراہیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کتاب کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو گھٹاٹوپ اندھیروں سے روشنیوں کی طرف نکال لائے۔ یہ گھٹاٹوپ اندھیرے کفر وشرک کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور فسق وفجور کے بھی۔ قرآن مقدس کفر وشرک کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکال کر توحید ورسالت کے روح پرور اجالوں کی طرف لے آتا ہے اور فسق و فجور کی تاریک راتوں کو نیکی اور پارسائی کے روشن دنوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

سورہ ابراہیم کی پہلی آیت میں اس عنوان پر کھل کر بحث کی گئی ہے۔

---

(2) تفسیر مولانا نعیم الدین مراد آبادی۔ تفسیر ابن کثیر پارہ 6 سورہ النساء آیت 176 ص 29 جلد اول

(15) حضور ﷺ اہل کتاب کی طرف بھی مبعوث ہوئے

سورہ......مائدہ......آیات 15-19

﴿اردو ترجمہ﴾

''اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس یہ ہمارے رسول آئے جو تم پر بہت ساری ایسی چیزیں ظاہر کرتے ہیں جو تم چھپاتے ہو کتاب کی اور بہت سی معاف فرماتے ہیں۔ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آئی ہے''۔

''اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا۔ پس تمہارے پاس یہ خوشی اور ڈر سنانے والے آئے ہیں۔''

﴿وضاحتیں﴾

پس منظر

اللہ کے رسول ﷺ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو ان کا واسطہ یہود سے بھی پڑا جو بڑی تعداد میں مدینہ منورہ میں آباد تھے۔ یہود مالی طور پر خوش حال اور سیاسی طور پر طاقتور تھے۔ انہیں نبی آخر الزمان کا انتظار تھا ان کی مذہبی کتب میں حضور ﷺ کی تشریف آوری کا کھل کر ذکر کیا گیا تھا۔ مورخین نے بنو سلمہ قبیلہ کے ایک نوجوان کا قول نقل کیا ہے جو انہوں نے یہود کو مخاطب کر کے کہا تھا: ''اے گروہ یہود! خدا کا خوف کرو اور اسلام قبول کر لو۔ تم حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے ہم پر فتح حاصل کرنے کی دعا

کیا کرتے تھے اور ہم اس وقت مشرک تھے۔ تم ہمیں آگاہ کیا کرتے تھے کہ حضور کی بعثت ہونے والی ہے۔ تم ہمیں آپ کی نشانیاں بھی بتایا کرتے تھے"۔

اس سے بھی واضح ثبوت ایک نومسلم صحابی کے بیان سے ملتا ہے جو اسلام لانے سے قبل یہودی تھے۔ فرماتے ہیں:

"اللہ کی قسم! ہم اللہ کے رسول ﷺ کو ان کی صفات کے لحاظ سے اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ جانتے اور پہچانتے تھے کیونکہ ان کی صفات ہماری کتب میں موجود تھیں......؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہود حضور ﷺ کا انتظار کر رہے تھے اور آپ کو پہچانتے بھی تھے پھر آپ کی بعثت پر بجائے ایمان لانے کے مخالفت اور مخاصمت پر کمربستہ کیوں ہو گئے؟

اس کی تین بڑی وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ یہودیوں کو انتظار تھا کہ نبی آخر الزماں بنو اسحاق میں سے ہوں گے۔ جب اللہ کے آخری رسول کی بعثت کے ذریعے خالق ارض و سمٰوات نے بنو اسماعیل کو شرف بخشا اور اپنے خلیل کے دعا قبول فرمائی تو یہود حسد و بغض سے سلگنے لگے اور باوجود آپ کو پہچان لینے کے انکار کر دیا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ مدینہ کے دو قبیلوں اوس اور خزرج کے متعدد خوش بختوں کو دولت اسلام نصیب ہوئی اور ان کی دعوت پر حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ اوس و خزرج کے لوگوں نے دل کھول کر حضور کی اعانت کی اس پر یہود نے حضور کی مخالفت کا فیصلہ کیا۔

ان حالات میں اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ منورہ کو شرف بخشا۔ آپ نے پوری طرح کوشش کی کہ یہود کو اسلام کی طرف راغب کیا جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بھی یہود کو بار بار مخاطب کیا اور رسول پاک پر ایمان لانے کی ترغیب دلائی لیکن یہود کی بدبختی نے انہیں اسلام کی طرف راغب نہ ہونے دیا۔

(1) سورہ مائدہ کی ان دو آیات میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہود کو مخاطب کر کے یقین دلانے کی کوشش کی کہ تمہارے پاس تشریف لانے والے اللہ کے رسول ہیں۔

(2) ہمارے رسول ان تمام تعلیمات سے آگاہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی کتب کے ذریعہ تمہیں پہنچ چکی ہیں۔ تم اپنے مفاد کو مدنظر رکھ کر ان تعلیمات کو چھپانے کی کوشش کرتے ہو تو اللہ کے رسول خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم کیا چھپا رہے ہو۔ وہ بعض اوقات تو ان حقائق کو ظاہر کر دیتے ہیں جنہیں تم چھپانے کی کوشش کرتے ہو اور کبھی معاف بھی کر دیتے ہیں حضور ﷺ ایسی معمولی باتوں کو نظر انداز فرما دیا کرتے تھے جن کا تعلق بنیادی عقائد سے نہ ہوتا۔

(1) (1) ایک شادی شدہ یہودی نے ایک شادی شدہ یہودن سے زنا کا ارتکاب کیا۔ یہودی علماء نے حضور ﷺ کو آزمانے کے لئے اس مقدمہ کا فیصلہ ان کے سپرد کر دیا اور آپس میں مل کر یہ طے کر لیا اگر فیصلہ ہماری مرضی کے مطابق ہوا تو قبول کر لیں گے۔ حضور کی خدمت میں ان مجرموں کو پیش کیا گیا تو حضور اکرم ﷺ خود ان کی درسگاہ میں تشریف لے گئے اور ان کے علماء کو وہاں طلب کیا۔ تین علماء ابو یاسر بن اخطب۔ عبداللہ بن صوری اور وہب بن یہودا کو حضور کے پاس لایا گیا۔ ہمارے آقا سید عالم ﷺ نے ان میں سے سب سے کم عمر یہودی عالم ابن صوری کو تخلیہ میں طلب فرمایا اور اسے اللہ تعالیٰ کی قسم یاد دلا کر پوچھا کہ کیا یہ درست نہیں ہے کہ تمہاری کتاب تورات کے مطابق شادی شدہ زانی کی سزا ''رجم'' ہے۔ اس نے اعتراف کیا کہ یہ بالکل درست ہے ساتھ ہی یہ انکشاف بھی کیا کہ یہ علماء جانتے ہیں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں لیکن حسد کی وجہ سے آپ کی رسالت کا زبان سے اقرار نہیں کرتے۔

---

(1) ضیاء النبی ج 3 ص 227-228

حضور اکرم ﷺ نے تورات طلب کی تا کہ ان کے سامنے اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ان کا ایک عالم تورات کی تلاوت کرنے لگا لیکن جہاں رجم کا حکم لکھا تھا اس پر اپنا ہاتھ رکھ لیا۔حضرت عبداللہ بن سلام نے اس کے مکروفریب کا پردہ چاک کر دیا اور رجم کی آیت سے اس کا ہاتھ ہٹا دیا حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ان دونو کو مسجد کے دروازہ کے باہر رجم کیا گیا۔

(ب) (2) یہود نے تورات میں تحریف کرتے ہوئے ''دیت'' کے طریقہ کو تبدیل کر دیا تھا۔بنونضیر کے یہودی نسلی تفاخر کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود کو دوسروں سے اعلیٰ و افضل تصور کرتے تھے۔اگر بنونضیر کا کوئی شخص قتل کر دیا جاتا تو اس کی دیت پوری لیتے تھے لیکن اگر بنوقریظہ کا کوئی فرد قتل ہو جاتا تو اس کو نصف دیت ادا کرتے تھے۔یہ ایک ظالمانہ کاروائی تھی حضور ﷺ نے اس کا ناپسند فرمایا اور اس جابرانہ تفاوت کو منسوخ کر دیا اور تمام مقتولین کے لئے یکساں دیت مقرر فرما دی خواہ ان کا تعلق کسی بھی ایک قبیلہ سے ہو۔

(ج) (3) یہودیوں کا ایک گروہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: جو کتاب آپ پڑھ کر ہمیں سناتے ہیں ہم اسے اللہ کا کلام نہیں مانتے۔ہمارا خیال ہے کہ یہ کلام آپ کو کوئی انسان یا جن لکھ کر دیتا ہے۔بدبخت یہ بھی کہنے لگے کہ اس میں وہ حسن اور ربط وضبط نظر نہیں آتا جو ہماری تورات میں ہے۔وہ جھوٹے تھے اور فریب کاری کا مظاہرہ کر رہے تھے تورات میں سب کچھ موجود تھا۔حضور نے انہیں فرمایا تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اور اس کی تصدیق تمہاری تورات میں بھی موجود ہے۔ایک انسان یا جن کی بھلا

(2) سیرت ابن ہشام ج2 ص195-196

(3) سیرت ابن ہشام ج2 ص201

کیا حیثیت ہے اگر تمام انسان اور تمام جن مل کر بھی کوشش کریں تو ایسا کلام پیش نہیں کر سکتے۔ خالق ارض وسموات نے اپنے پاک رسول کی بات کو سچ ثابت کرنے کے لئے چیلنج دے دیا کہ صرف یہود نہیں تمام اقوام عالم مل کر کوشش کر کے دیکھ لو اور اس جیسی کتاب تیار کر کے لے آ ؤ ارشاد فرمایا (ترجمہ) (4)

"فرما دیجئے کہ تمام انسان اور جنات جمع ہو جائیں اس امر پر کہ اس جیسا قرآن لے آئیں تو ہر گز نہ لا سکیں گے خواہ ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں"

(3) فرمایا: ہمارے رسول نور ہیں۔ حضور ﷺ کا جمال و کمال اللہ تبارک و تعالیٰ کے نور کا ظہور ہے۔ اللہ تعالیٰ زمین اور آسمانوں کا نور ہے اور نبی آخر الزماں نور الٰہی کا مظہر اتم ہیں۔ کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو توحید و رسالت کے نور سے تبدیل کرنے والی ذات مصطفیٰ کریم ﷺ کی ہے۔ آپ نے اپنے اسوۂ منورہ سے آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور عطا فرمایا۔ اس عالم امکان میں آپ کے ورود مسعود نے تاریکیوں کو اجالوں میں بدل دیا۔

(4) فرمایا: ہم نے اپنے رسول کو بشارتیں دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ حضور ﷺ کی ان دونو پاکیزہ صفات کا ذکر قرآن مقدس کی متعدد آیات میں کیا گیا ہے۔ سورہ الاحزاب کی آیات 44 اور 45 میں بھی ان صفات کا ذکر ہے وہاں ان کی کھل کر وضاحت کر دی گئی ہے۔

---

(4) الاسراء۔88

(16) حضور ﷺ کا فریضۂ تبلیغ

سورہ...... مائدہ...... آیت......67

﴿اردو ترجمہ﴾

''اے رسول! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا وہ پہنچا دو۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو آپ نے اس کا کوئی پیغام نہ پہنچایا۔ اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا''

﴿وضاحتیں﴾

(1) پیغمبر کا کام لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچانا ہوتا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسی فریضہ کی انجام دہی کی ہدایت اپنے پاک پیغمبر کو فرمائی ہے۔ اس آیت مبارکہ میں ''جو کچھ'' کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔ فرمان یہ جاری کیا جا رہا ہے کہ بلا کم و کاست سب کچھ لوگوں کو پہنچا دو۔ تعلیمات قرآنی کا کوئی حصہ ایسا نہ رہ جائے جو لوگوں تک نہ پہنچے۔

حضور ﷺ نے ایسا ہی کیا اور تعلیمات ربانی کو لوگوں تک پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ اس سلسلہ میں چند شواہد ملاحظہ فرمائیے:

(ا) سیدہ عائشہ طیبہ طاہرہ(1) ام المومنین فرماتی ہیں جو تجھ سے کہے کہ حضور نے کسی خدائی نازل کردہ حکم کو چھپایا تو جان لو کہ وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا ہے پھر سیدہ صدیقہ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

(ب) حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ سے لوگوں نے پوچھا کہ لوگوں میں چرچا ہو رہا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تم لوگوں کو کچھ ایسی باتیں بتائی ہیں جو دوسرے

---

(1) صحیح بخاری

لوگوں سے چھپائی ہیں۔ حضرت ابن عباس (2) نے فرمایا خدا کی قسم ہمیں حضور نے کسی ایسی چیز کا وارث نہیں بنایا۔ حضرت علیؓ (3) نے جواب دیا اس خدا کی قسم جس نے دانے کو اگایا ہے اور جانوں کو پیدا کیا ہے کہ کچھ نہیں بجز اس فہم و درایت کے جو خدا تعالیٰ کسی کو عطا فرما دے......"

(ج) حجتہ الوداع (4) کے خطبہ میں حضور ﷺ نے اپنے سامنے موجود ہزاروں صحابہؓ سے یہی سوال کیا تھا۔ لوگوں نے یک زبان ہو کر جواب دیا تھا: ہماری گواہی ہے کہ آپ نے تبلیغ کر دی اور حق رسالت ادا کر دیا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر کہا "اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا!"

(2) آیت مبارکہ کے دوسرے حصہ میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تعلیمات قرآنی میں سے کچھ بھی روک لیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ فریضہ رسالت انجام نہیں دیا گیا۔

(3) پھر فرمایا: آپ کو خوف زدہ ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں بلا تفکر و تردد فریضہ تبلیغ انجام دیجیئے۔ کوئی آپ کو ضرر نہیں پہنچا سکتا کیونکہ آپ کا تحفظ ہمارے ذمہ ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے پیارے رسول ﷺ کو ہر طرح کے تحفظ کا یقین دلایا اور بلا خوف و خطر فریضہ رسالت انجام دینے کی ہدایت فرمائی۔

اس آیت مقدسہ کے نزول کے بعد حضور اکرم نے اپنا پہرہ ختم کر دیا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور خیمہ میں آرام فرما رہے تھے کہ سر اقدس باہر نکال کر فرمایا جاؤ اب میں خدا کی پناہ میں آ گیا ہوں۔ اب مجھے کسی کی پاسبانی کی ضرورت نہیں رہی۔

سیرت مقدسہ کا مطالعہ کرنے والے خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ بعثت کے بعد ہر وقت سید عالم ﷺ کے سر پر خطرات منڈلاتے رہے۔ مشرکین مکہ کے علاوہ یہود۔ منافقین اور کئی دوسرے قبائل آپ کی مخالفت پر کمر بستہ تھے۔ سب نے اپنے اپنے موقعہ پر

---

(2) ابن ابی حاتم (3) صحیح بخاری شریف (4) صحیح مسلم شریف

حضور ﷺ کو جانی نقصان پہنچانے کی کوشش کی لیکن سب کو ناکامی اور نامرادی کا سامنا کرنا پڑا اور ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔(5)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

چند واقعات ملاحظہ فرمائیے:

(ا) ابوجہل (6) بدبخت حضور ﷺ کا سخت دشمن تھا۔ ایک روز حضور کو بیت اللہ شریف میں محو عبادت دیکھ غصہ سے پاگل ہو گیا اور لاف زنی کرنے لگا کہ لات وعزیٰ کی قسم اگر آئندہ میں نے کبھی اس طرح عبادت کرتے دیکھا تو پتھر سے سر کچل دوں گا ایک روز پھر اس بدنصیب نے حبیب رب کریم کو عبادت کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ عالم دیوانگی میں ایک بڑا سا پتھر لے کر آپ کا سر کچلنے کے لئے تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔ وہ جس تیزی سے حضور کی طرف گیا تھا اس سے کہیں زیادہ تیزی سے واپس پلٹتا نظر آیا۔ وہ دونو ہاتھوں سے اپنا تحفظ کرتا نظر آتا تھا مشرکین نے دیکھ کر کہا۔ ''اے ابوالحکم! یہ تمہیں کیا ہوا؟'' کہنے لگا: ''میرے اور اس کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضوا چک لیتے''۔

(ب) ایک روز مشرکین مکہ حضور ﷺ کے خلاف اپنی ایک مجلس میں زہر اگل رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق بھی اس محفل میں موجود تھے جو ابھی تک ایمان نہ لائے تھے۔ وہ غصہ میں اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ لو میں یہ جھگڑا آج چکا دیتا ہوں۔ وہ ننگی تلوار لے کر حضور کو قتل کرنے کے لئے دار ارقم کی طرف جا رہے تھے

(5) تفسیر ابن کثیر اردو ترجمہ ج1 ص121 (پارہ6)
(6) مدارج النبوت ج1 ص291 (بحوالہ ابن اسحٰق)

کہ اللہ کی قدرت کاملہ نے ان کا رخ اپنے بہنوئی کے گھر کی طرف موڑ دیا۔ ان کو راستہ میں کسی نے اطلاع دی کہ ان کی بہن اور بہنوئی ایمان لا چکے ہیں۔ بہن اور بہنوئی کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں مار مار کر لہولہان کر دیا۔ بہن کو خون میں نہائے ہوئے دیکھ کر دل پسیج گیا۔ اصل حقیقت یہ تھی کہ حضور ان کو اسلام کی تقویت کے لئے اللہ سے مانگ چکے تھے اور حضور کی دعا کو شرف قبولیت حاصل ہو چکا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دار ارقم میں حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔

(چ) مشرکین مکہ کے ہاتھوں اپنے غلاموں کو جور و استبداد کا نشانہ بنتے دیکھ کر حضور نے ان کو یثرب کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرما دی۔ مشرکین مکہ نے دار ندوہ میں ایک خفیہ اجلاس طلب کیا۔ ابلیس نے مشرکین کو حضور کے خلاف بھڑکانے کے لئے ایک نجدی سردار کی شکل میں شمولیت اختیار کی۔ اس اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا کہ آج رات حضور کو قتل کر دیا جائے اور طریقہ واردات یہ اختیار کیا جائے کہ ہر قبیلہ میں سے ایک نوجوان منتخب کیا جائے۔ وہ رات کے وقت کاشانۂ نبوی کو گھیر لیں اور صبح نماز کے لئے جب وہ بیدار ہوں تو یک بارگی حملہ کر کے قتل کر دیں (نعوذ باللہ)۔ اللہ کی شان اسی رات اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور کو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے کی اجازت عطا فرما دی اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ کفار نے گھیرا ڈال رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت سے حضور آدھی رات کے وقت گھر سے نکل کر چلے گئے اور ان کو پتہ بھی نہ چلا ان کا دعویٰ تو یہ تھا کہ پرندہ بھی ہماری مرضی کے بغیر پر نہیں مار سکتا۔ قرآن مقدس میں ارشاد خداوندی ہوا: ''انہوں نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب سے بڑھ کر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے''۔

اس سفرِ ہجرت کے دوران مشرکین مکہ حضور اکرم کو تلاش کرتے ہوئے عین غار ثور کے دہانہ کے سامنے جا پہنچے جس میں آپ چھپے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچالیا۔ اسی وقت غار کے دہانہ کے سامنے ایک درخت اُگا دیا جس نے دروازے کو پوری طرح ڈھانپ لیا۔ ایک مکڑے نے پورے درخت میں جالا تن دیا اور ایک کبوتری نے اس میں گھونسلا بنا لیا۔ مشرکین ناکام ونامراد واپس لوٹ گئے۔

تین دن غار میں گذارنے کے بعد جب روانہ ہوئے تو انعام کے لالچ میں سراقہ ابن مالک تلاش کرتا ہوا قریب پہنچ گیا۔ جب اپنے نیزہ سے حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو سنگلاخ زمین نے اس کے گھوڑے کے پاؤں کو جکڑ لیا۔ دوبارہ ارادہ کیا تو گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ سراقہ خوش نصیب بات سمجھ گیا۔ برے ارادہ کو ترک کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ سے امان طلب کر لی اور واپس چلا گیا۔ حضور نے اسے کسریٰ کے سونے کے کنگنوں کی خوش خبری سنادی۔

(ہ) مشرکین مکہ نے ہر جنگ میں سرتوڑ کوشش کی کہ اللہ کے رسول ﷺ کو خاص طور پر نشانہ بنایا جائے۔ غزوہ احد میں تو حضرت خالد بن ولید (جو ابھی ایمان نہ لائے تھے) کا دستہ اس وقت حملہ آور ہوا جب حضور اکرم بالکل تنہا تھے لیکن خالق ارض و سموات نے اپنے پیارے حبیب کی حفاظت اپنی قدرت کاملہ سے کی۔

(و) ہجرت کے بعد بد عہد یہودیوں کی طرف سے حضور اکرم کو نقصان پہنچانے کی بار بار کوشش کی گئی لیکن انہیں ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک مرتبہ ایک یہودیہ نے گوشت میں زہر ملا کر آپ کو کھلانے کی کوشش کی۔ ایک مرتبہ حضور ان کے محلہ میں تشریف فرما تھے کہ یہودیوں نے آپ کے خلاف ایک خوفناک سازش تیار کی اور جس دیوار کے ساتھ حضور تشریف فرما تھے اس کی چھت پر سے آپ کے اوپر چکی کا ایک بھاری پاٹ گرانے کا منصوبہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بر

وقت یہود کے مکروہ عزائم سے باخبر کر دیا اور آپ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اپنے پاک پیغمبر کی حفاظت کی۔

(س) منافقین نے بھی اپنے بھرپور جتن کیے لیکن سوائے ذلت و رسوائی کے ان کے ہاتھ بھی کچھ نہ آیا۔ ایک غزوہ سے واپسی پر انہوں نے سازش تیار کی کہ حضور کی سواری کو ایک خوفناک اور دشوار گذار وادی عبور کرتے ہوئے اس طرح ڈرایا جائے کہ وہ حضور کو گرا کر بھاگ جائے۔ کئی منافقین جب اس سازش میں رنگ بھرنے کی کوشش کر رہے تھے اللہ تعالیٰ نے حضور کے ساربان (صحابی) کو ایسی جرأت عطا فرمائی کہ ان کو للکار کر بھگا دیا۔

(ص) سیرت کی کتب میں ایک جیسے تین واقعات ملتے ہیں جن میں دھوکہ دے کر عالم تنہائی میں حضور پر حملے کرنے کی کوششیں کی گئیں۔

حویرث (7) نامی ایک دشمن اسلام نے غزوہ ذات الرقاع کے موقعہ پر حضور ﷺ کو ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام فرماتے ہوئے دیکھا۔ آپ کی تلوار درخت کے ساتھ لٹک رہی تھی۔ وہ تیزی سے آیا اور تلوار پر قبضہ کر لیا۔ وہ حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا کہ حضور بیدار ہوئے۔

حویرث کہنے لگا: اے محمد (ﷺ) بتاؤ اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے"
حضور ﷺ نے پورے یقین اور بھرپور اعتماد سے فرمایا: "مجھے میرا اللہ بچا سکتا ہے!" (8)
یہ سن کر حویرث سخت خوف زدہ ہو گیا جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔

ایک واقعہ غزوہ بنو غطفان کے موقع پر پیش آیا جب اللہ کے رسول ﷺ بارش کی وجہ سے بھیگے ہوئے کپڑے اتار کر ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔ دعثور نامی

(7) تفسیر ابن کثیر (بحوالہ ابن مردویہ)
(8) مدارج النبوت ج2 ص145

ایک شخص تلوار سونت کر آپ کے قریب جا پہنچا اور کہنے لگا: ''میرے ہاتھوں سے اب کون آپ کو بچائے گا؟''

حضور نے فرمایا: ''اللہ! وہی میرا محافظ ہے''۔

اسی وقت حضرت جبرئیل حاضر ہوئے اور دعثور کے سینے پر زور کی ایک ضرب لگائی تو وہ گر پڑا۔

حضور ﷺ نے تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا: ''بتا۔ اب تجھے کون بچائے گا؟''

دعثور کہنے لگا: ''مجھے بچانے والا کوئی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں''۔

تیسرا واقعہ بنونجار کے وارث (9) یا بنی محارب کے غورث کا ہے۔ اس نے اپنی قوم کو کہا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو میں محمد (ﷺ) کو قتل کر دوں۔ لوگوں نے اجازت دی تو وہ حضور کے پاس چلا گیا آپ نے تلوار اپنی گود میں رکھی ہوئی تھی۔

وہ شخص کہنے لگا: ''اگر اجازت ہو تو آپ کی تلوار دیکھ لوں''؟

حضورؐ نے فرمایا: ''اجازت ہے دیکھ لو''

اس نے تلوار اٹھائی۔ الٹ پلٹ کر اسے دیکھا پھر اچانک نیام سے باہر نکال لیا اور لہراتے ہوئے کہنے لگا: ''اے محمد (ﷺ)! کیا اس حالت میں آپ مجھ سے خوفزدہ نہیں ہیں''؟

حضور نے فرمایا: ''ہرگز نہیں!''

وہ کہنے لگا: ''کیا اس حالت میں بھی کہ تلوار میرے ہاتھ میں ہے؟''

حضور نے فرمایا: ''ہاں! اس حالت میں بھی کیونکہ میرا اللہ مجھے تیرے شر سے بچانے والا ہے۔

یہ سن کر وہ سخت مرعوب ہو گیا اور تلوار آپ کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔

---

(9) تفسیر ابن کثیر پارہ 6 سورہ مائدہ اردو ترجمہ ج 1 ص 121

(ط) اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مکہ پاک فتح ہو گیا اور مکہ کے خوش بخت لوگ فوج در فوج اسلام کے دامن میں پناہ لینے لگے۔ کچھ لوگ ابھی تک اپنے کفر پر اڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک فضالہ بن عمیر بھی تھے۔ ایک دن فضالہ نے حضور کو قتل کرنے کا منصوبہ تیار کیا اور خنجر لے کر حطیم میں جا بیٹھا۔ حضور ﷺ طواف کے لئے تشریف لائے۔ فضالہ کی ہمت جواب دے گئی۔ آخر حضور ﷺ نے خود اس کو بلا کر اس کا راز فاش کر دیا۔ فضالہ کا (10) دل حضور اور اسلام کی محبت سے معمور ہو گیا اور اسلام قبول کر لیا۔

اسی طرح کا واقعہ عمیر ابن وہب کے ساتھ پیش آیا جو مکہ سے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا حضور پر قاتلانہ حملہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ پہنچا تھا۔ صفوان بن امیہ اور عمیر بن وہب نے مل کر یہ منصوبہ بنایا تھا کیونکہ صفوان کا باپ بدر میں مارا گیا تھا اور عمیر کا بیٹا قیدی بنا لیا گیا تھا۔ وہ بدلہ لینا چاہتے تھے۔ عمیر مفلوک الحال تھا اس لئے صفوان نے اس کے زادِ راہ کنبہ کے اخراجات اور قرضہ کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کر کے اسے اس کام پر آمادہ کیا تھا۔ عمیر مسجد نبوی میں پہنچ گیا جہاں حضور تشریف فرما تھے لیکن سیدنا فاروق اعظم کی عقابی نظروں سے چھپ نہ سکا۔ انہوں نے تیزی سے آگے بڑھ کر گریبان اس طرح پکڑ لیا کہ تلوار کا دستہ بھی آپ کے قبضہ میں آ گیا۔ وہ اسے گھسیٹ کر حضور کے سامنے لے گئے۔ حضور ﷺ نے جب اسے مکہ کی گھاٹی میں طے پانے والے معاہدہ کے تمام تفصیل سنا دی تو عمیر کے دل سے کفر و شرک کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور وہ دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ جو چاہے۔ جیسے چاہے۔ جب چاہے کر سکتا ہے۔ خالق کائنات نے جس طرح چاہا اپنے پیارے رسول کو تحفظ فراہم کیا۔ دشمن کے منصوبے ناکام ہوئے اور وہ خود ذلت و رسوائی سے دوچار ہوئے۔

---

(10) مدارج النبوت ج 1 ص 292

دوسرا باب

سورہ انعام تا سورہ کہف

(1) حضور ﷺ کا علم غیب

سورہ............انعام............آیت 50

﴿اردو ترجمہ﴾

"آپ کہہ دیجئے ۔میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں خود غیب دان ہوں نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں"

﴿وضاحتیں﴾

پس منظر

مشرکین مکہ کے پیش نظر انسانی زندگی کی کدو کاوش کا مقصد محض حصول زر تھا۔وہ دولت کے پجاری اور غلام تھے وہ چاہتے تھے کہ ان کی تجوریاں پر ہو جائیں۔ مال ودولت کی ریل پیل ہو جائے۔وہ کسی ایسے انسان کی عظمت اور بزرگی کا اقرار کرنے کے لئے تیار نہ تھے جس کے خزانے سیم و زر سے پر نہ ہوں، جس کے پاس سرسبز و شاداب زمینیں ہوں۔پھولوں اور پھلوں سے لدے ہوئے باغات ہوں جہاں بلبلیں نغمہ خواں ہوں۔وہ ان کی نظروں میں عزت و وقار کا مستحق قرار پاتا تھا۔جب رسول اکرم ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو ان نادانوں نے اللہ کے رسول کو اپنے ذہنی معیار کے مطابق جانچتے ہوئے تعجب کا اظہار کیا کہ آپ کیسے نبی ہیں۔نہ زمینیں ہیں نہ باغات ہیں نہ مال و دولت کی ریل پیل ہے۔اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا تھا تو شان و شوکت دی ہوتی۔

خوبصورت محلات کے مالک ہوتے۔ آگے پیچھے نوکر چاکر خدمت کے لئے مستعد پھر رہے ہوتے۔ یہاں تو دو وقت کا کھانا نصیب نہیں ہے۔ پھر کہتے اگر اللہ کے سچے نبی ہیں تو ان بے آب و گیاہ صحراؤں کو سرسبز و شاداب لہلہاتے ہوئے کھیتوں میں بدل دیں۔ نہریں اور چشمے جاری کر دو۔ ان جھلستے ہوئے سیاہ پہاڑوں کو چمنستان بنا دو۔ اگر ایسا کر دو تو ہم ایمان لے آئیں گے ورنہ نہیں۔ اگر ہماری معاشی حالت ویسی کی ویسی رہے تو ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ آپ کو اللہ کا رسول سمجھیں اور آپ پر ایمان لے آئیں۔

(1) مشرکین مکہ کے ان بے ہودہ مطالبات پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر کو فرمایا کہ ان کو بتا دیجیئے کہ میں سیم و زر بانٹنے نہیں آیا ہوں۔ میں تو ہدایت لے کر آیا ہوں اللہ کی مغفرت اور رحمت لے کر آیا ہوں۔ میں تمہاری زمینوں کی ویرانیوں کو دور کرنے نہیں آیا میں تو تمہارے دلوں کی دنیائیں آباد کرنے آیا ہوں۔ میں تمہارے باغات میں گلاب و یاسمین کھلانے کے لئے نہیں بلکہ تمہارے قلوب میں توحید و رسالت کے سدا بہار پھول کھلانے کے لئے آیا ہوں۔ مجھے اس لئے مبعوث نہیں کیا گیا کہ تمہارے خزائن سیم وزر سے معمور کر دوں مجھے تو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ تمہارے دلوں کو نور ہدایت سے منور کر دوں۔ تمہاری نگاہیں دنیا پر ہیں اور میرے پیش نگاہ آخرت ہے۔

یہ کتنی بڑی نادانی ہے کہ کسی شخص سے اس چیز کا مطالبہ کیا جائے۔ وہ چیز مانگی جائے جس کی تقسیم کا وہ دعویدار ہی نہ ہو۔ کیا کوئی بھی صاحب فہم وفراست ایسا کر سکتا ہے کہ زرگر کی دکان پر جا کر کپڑا طلب کرے۔ کیسی مضحکہ خیز صورت پیدا ہو جائے جب سینکڑوں طلبہ بستے گلے میں لٹکا کر ہسپتال جا پہنچیں!

جو شخص کسی امر کا مدعی ہو اس سے وہی باتیں دریافت کی جا سکتی ہیں۔ غیر متعلقہ باتیں دریافت کرنے والے کو کسی بھی طور پر باشعور قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پھر یہ تو انتہائی درجہ کا

جہل ہے کہ غیر متعلقہ باتوں کا سوال کر کے کسی کے دعویٰ کے خلاف حجت بنایا جائے۔

اس آیت مقدسہ میں حضور ﷺ کو فرمایا گیا ہے کہ لوگوں کو بتا دیں کہ میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میرے پاس خزانے ہیں۔ میں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میرے پاس ہدایت ہے۔ میرا دعویٰ تو یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں اور جو لوگ نیک اعمال اختیار کریں گے جنت میں جائیں گے اور جو لوگ بداعمالی کا مظاہرہ کریں گے ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

ایک سوال

اگر کوئی انسان اپنی کسی اہلیت کا دعویٰ نہ کرے تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس میں یہ اہلیت نہیں؟ یقیناً آپ اس کا جواب یہ دیں گے کہ ضروری نہیں کہ اگر انسان کسی اہلیت کا زبانی دعویٰ نہ کرے تو یہ سمجھا جائے کہ یہ اہلیت اس میں نہیں ہے۔

یہی صورت حال یہاں ہے حضور کا دعویٰ نہ کرنا کہ ان کے پاس خزانے ہیں اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حضور ﷺ اللہ کے خزانوں کے مالک نہ ہیں۔ اس طرح حضور کا یہ دعویٰ نہ کرنا کہ میرے پاس غیب کا علم ہے اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حضور کو غیب کا علم ہی نہیں۔

ایک اور مثال پر غور کیجئے۔ ایک آدمی آپ کا ہم سفر ہے۔ وہ ایک کارخانے کا مالک ہے۔ اگر تعارف کراتے وقت وہ آپ کو یہ بات نہ بتائے تو کیا کارخانہ کی ملکیت اس کے قبضہ سے ساقط ہو جائے گی؟

کسی چیز کا مالک ہونا اور بات ہے اور اس کا اعلان کرنا الگ بات ہے۔ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے اس آیت کی تفسیر یوں پیش کی ہے

کسی شخص سے وہی باتیں پوچھی جا سکتی ہیں جو اس کے دعویٰ سے تعلق رکھتی ہوں۔ غیر متعلق باتوں کا دریافت کرنا اور ان کو اس دعویٰ کے خلاف حجت بنانا انتہا درجہ کا جہل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ فرما دیجئے کہ میرا یہ دعویٰ تو نہیں کہ

میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں جو تم مجھ سے مال و دولت کا سوال کرو اور میں اس کی طرف التفات نہ کروں تو میری رسالت کے منکر ہو جاؤ۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

''میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ یہ سارے خزانے میرے تصرف میں ہیں اور میں خود مستقلاً ان میں جیسے چاہوں تصرف کر سکتا ہوں''

(2) اس آیت مبارکہ میں ایک اہم نکتہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ دین حق کو کسی لالچ یا مادی منفعت کی خاطر قبول کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں اور نبی ہرگز کسی دنیاوی لالچ یا تحریص سے لوگوں کو دربار ایزدی میں نہیں جھکاتے اور نہ ہی نبی کا کام شعبدے دکھانا ہے۔ وہ ایمان ہرگز قبول نہیں کیا جاتا جو کسی جاگیر یا خزانہ کے لالچ میں اختیار کیا جائے۔

نبی کا علم اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا ہے قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ اس امر کی وضاحت سورہ جن کی آیت 26 تا 28 اور سورہ التکویر کی آیات 22 تا 24 میں کر دی گئی ہے اس لئے اس آیت سے حضور اکرم کے علم عطائی کی نفی کرنے سے تعارض بین الآیات کا قائل ہونا پڑے گا جبکہ ایسا کرنا باطل ہے۔

(2) نبیؐ امی کی ثنا خوانی تورات وانجیل میں

سورہ......اعراف......آیت......157

﴿اردو ترجمہ﴾

''وہ جو غلامی کریں اسی نبی رسول امی کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔ وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا اور ان کے لئے ستھری چیزیں حلال کرے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے گلے کے پھندے اور وہ بوجھ جوان پر تھے اتار دے گا۔ پس وہ اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں۔ اسے مدد دیں اور اس کے نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہ بامراد ہونگے۔''

﴿وضاحتیں﴾

(1) اس امر پر مفسرین کا اجماع ہے کہ اس آیت میں رسول سے مراد ہمارے آقا سید عالم حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اس آیت میں آپ کو رسول کہہ کر آپ کا ذکر وصف رسالت سے کیا گیا ہے کیونکہ آپ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام بندوں کو پہنچاتے ہیں۔

(2) آپ کے منصب جلیلہ کے اظہار کے لئے رسول کا لفظ استعمال ہوا ہے اور نبی کا لفظ آپ کی توصیف میں آیا ہے۔ بعض (1) مفسرین نے اس کا ترجمہ ''غیب کی خبریں سنانے والا'' کیا ہے اور یہ ترجمہ بے حد موزوں ہے۔ نبا اس خبر کو کہتے ہیں جو مفید ہو۔ حقیقت پر مبنی ہو اور اس میں کذب کا ہرگز شائبہ نہ ہو۔ قرآن مقدس میں یہ لفظ متعدد مقامات

---

(1) مولانا احمد رضا بریلوی۔ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی

پر استعمال ہوا ہے مثلاً ''قل ھو نبا عظیم'' ''تلک من انبا الغیب'' وغیرہ اس طرح نبی کے لفظ کو لا کر رسول اکرم ﷺ کے علم غیب کا ذکر کیا گیا ہے۔

(3) حضور ﷺ کے اوصاف جمیلہ میں سے ایک اور وصف اس آیت میں لایا گیا ہے اور وہ ہے ''امی'' علماء کرام نے حضور اکرم کو امی کہنے کی متعدد توجیہات بیان کی ہیں۔ مختصراً عرض ہے کہ امی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے کسی کی شاگردی اختیار نہ کی ہو۔ کسی انسان سے علم حاصل نہ کیا ہو لیکن علوم و معارف کے خزانے اس کے قلب مقدس میں ٹھاٹھیں مار رہے ہوں۔ امی ہونا حضور ﷺ کا ایک معجزہ ہے۔ فارسی کے ایک شاعر نے خوب کہا:

خاکی و براوج عرش منزل
امی و کتاب خانہ در دل

فارسی کے دوسرے شعر میں بہت خوبصورت بات فرمائی گئی ہے کہ حضور کا سایہ تو نہ تھا لیکن آپ کی ذات مقدسہ سارے علموں کے لئے سائبان (رحمت) تھی۔ کسی سے علم حاصل نہ کیا لیکن آپ کا سینہ دنیا بھر کے علوم کا خزینہ تھا:

امی و دقیقہ دان عالم
بے سایہ و سائبان عالم

(4) اس آیت مقدسہ میں یہود و نصاریٰ کو رسول اکرم ﷺ کی غلامی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس کی دو وجوہات بیان کی گئی ہیں اول یہ کہ اسی میں ان کی فلاح و بہبود کا راز مضمر ہے اور دوم یہ کہ اس نبی کی اطاعت کا حکم تو ان کے انبیاء کو بھی دیا گیا تھا بلکہ ان سے عہد لیا گیا تھا۔ اس رسول مکرم کے تذکرے تورات میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی۔

جہاں تک فلاح و بہبود کا تعلق ہے اس حوالہ سے تین امور کی نشان دہی کی گئی ہے۔

(۱) نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا۔ اے یہود و نصاریٰ اگر تم رسول اکرم کی امت میں شامل ہونے کا شرف حاصل کرلو گے تو پھر تمہیں بھی وہی عزت واحترام

اور وقار حاصل ہو جائے گا جو امت محمدی کا حصہ ہے۔اس کے بارے میں قرآن مقدس میں فرمادیا گیا ہے (2) (ترجمہ) ''تم بہترین امت ہو۔تمہیں لوگوں (کی بھلائی) کے لئے نکالا گیا ہے۔تم بھلائی کا حکم دیتے ہواور برائی سے روکتے ہو۔''

(ب) حرام وحلال کے مسائل

یہود کی بے راہ روی (3) اور سرکشی کی وجہ سے سزا کے طور پر کچھ جانوروں کا گوشت ان پر حرام کر دیا گیا تھا۔مثلا ہر ناخن والا جانور چوپایہ ہو یا پرند۔اونٹ۔شتر مرغ وغیرہ۔اس کے علاوہ ان پر گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کر دی گئی تھی سوائے اس چربی کے جوان کی پیٹھ۔آنت یا ہڈی کے ساتھ لگی ہو۔ان کے اسلام لانے پر یہ ساری چیزیں از خود ان پر حلال ہو جاتیں۔آیت مبارکہ میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔اسی طرح بعض گندی چیزیں جوانہوں نے از خود حلال کر رکھی تھیں وہ حرام کردی جاتیں۔

(ج) ان کے گلوں کے پھندے کھول دیئے جاتے اوران کے بوجھ کم کر دیئے جاتے۔ یہود کی شریعت میں بعض قوانین بڑے سخت تھے۔ان کی طرف اشارہ ہے کہ ان کونرم کردیا جاتا یاختم کردیا جاتا۔مثلاً اگر کسی کپڑے پر پیشاب کا قطرہ یا غلاظت گر جاتی تو اسے کاٹ دینا پڑتا تھا۔ایام حیض میں یہودی مرد اپنی بیوی کے ساتھ ہر طرح تعلق ختم کر لیتا تھا یہاں تک کہ بول چال اور اٹھنے بیٹھنے پر بھی پابندی لگ جاتی تھی۔ان کے لئے مال غنیمت کا استعمال جائز نہ تھا۔یوم سبت کو ہر دنیاوی کام کی ممانعت تھی۔اگر کوئی کسی کو قتل کر دیتا تو دیت کی گنجائش نہ تھی اسے قصاص

---

(2) سورہ آل عمران آیت 110

(3) سورہ الانعام آیت 146

میں قتل کر دیا جاتا تھا۔ اسی طرح کے کئی دوسرے سخت احکام تھے جن کو بوجھ اور زنجیر قرار دیا گیا۔ ان شرعی احکام کے علاوہ کئی خودساختہ پابندیاں بھی تھیں جوان کے فقہا نے اپنی قانونی موشگافیوں سے ان کے روحانی مقتداؤں نے اپنے تورع کے مبالغوں سے اور ان کے جاہل عوام نے اپنے توہمات کی وجہ سے عائد کر رکھی تھیں۔ ان کی زندگیاں ان کے بوجھ تلے دبی ہوئی تھیں اور زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھیں۔ شریعت مصطفوی انسانی فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ ان کو بتایا جا رہا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ کا رسول یہ سارے بوجھ اتار دے گا اور زنجیروں کو کاٹ دے گا جن میں تم جکڑے ہوئے ہو۔ کئی جانور اور پرندے حلال ہو جائیں گے۔ مال غنیمت جائز ہو جائے گا۔ کپڑا بجائے کاٹنے کے پانی کے ساتھ دھو ڈالنے سے پاک اور قابل استعمال ہو جائے گا۔ قاتل کے لئے قصاص کی اجازت ہو جائے گی۔ یوم سبت کی پابندیاں ختم ہو جائیں گی۔ اہل ایمان جمعہ کے متبرک روز کو بھی نماز جمعہ کے اوقات کے علاوہ اپنا کاروبار کر سکتے ہیں۔ حائضہ عورت کے ساتھ سوائے جماع کے تمام روابط جائز قرار پائیں گے۔

رہا یہ سوال کہ حضور ﷺ کی بعثت کا ذکر یہود و نصاریٰ کی کتب کے اندر موجود ہے اس کے حوالہ سے یہ امر قابل غور ہے کہ ان کی کتب میں بے حد تحریف ہو چکی ہے۔ حسد و بغض کی وجہ سے انہوں نے حضور کا ذکر اس میں سے نکالنے کے بے حد کوششیں کی ہیں لیکن پھر بھی حضور کے تذکرے موجود ہیں۔ مثلاً تورات و انجیل کے درج ذیل ابواب میں حضور اکرم کا ذکر موجود ہے۔ (4)

متی۔ باب 21 آیت 33 تا 46

استثناء۔ باب 18 آیت 15 تا 19

(4) تفہیم القرآن ج 2

یوحنا۔ باب ا آیت 19 تا 21

باب 14 آیت 15 تا 17، 25 تا 30

باب 15 آیت 25 تا 26

باب 16 آیت 7 تا 15

چند تاریخی شواہد

(ا) ام المومنین (5) سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا جو یہودی سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں فرماتی ہیں کہ میرے والد اور چچا یاسر بن اخطب ہجرت کے بعد حضور ﷺ کو دیکھنے گئے۔ جب واپس آئے تو آپس میں باتیں کر رہے تھے اور حیی بن اخطب اپنے بھائی کو بتا رہا تھا کہ میں نے پہچان لیا ہے یہی آخری نبی ہیں لیکن میں نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک زندہ ہوں ان کی دشمنی پر پکا رہوں گا۔

(ب) امام (6) ابن جریر نے ایک یہودی نومسلم سے نقل کیا ہے۔ "انہوں نے فرمایا: بخدا! ہم اپنے بیٹوں سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کو ان صفات کی وجہ سے جو ہماری کتب میں موجود تھیں جانتے تھے"۔

(ج) حضرت (7) نعمان رضی اللہ عنہ یمن کی یہودیوں کے بڑے عالم تھے حضور ﷺ کی بعثت کی خبر سن کر تحقیق کے لئے خود حاضر ہوئے۔ حضور اکرم کو پہچان کر ایمان لے آئے۔ عرض کرنے لگے میرے والد نے تورات کے کچھ اوراق سر بمہر کر رکھے تھے اور مجھے فرمایا تھا کہ تم انہیں اس وقت کھولنا جب یثرب میں نبی کی آمد کے بارے میں سنے۔ میں نے اب ان اوراق کو کھولا ہے۔ ان میں آپ کی وہی

(5) سبل الہدیٰ ج 3 ص 449

(6) سبل الہدیٰ ج 3 ص 549

(7) سبل الہدیٰ ج 3 ص 451

صفات درج ہیں جو میں آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں درج ہے کہ آپ نبی آخرالزمان ہونگے۔ آپ کا اسم مبارک احمد ہوگا آپ کی امت کے لوگ جانوروں کی قربانی کریں گے۔ وہ جب میدان جہاد میں جائیں گے تو جبرئیل ان کے ہمرکاب ہونگے۔ میرے باپ نے مجھے وصیت کی تھی کہ جب اس نبی کی آمد کی مجھے خبر ہو تو میں حاضر ہو جاؤں اور ایمان لے آؤں۔ یہی وہ خوش بخت نعمان ہیں جو جھوٹے مدعیءنبوت اسود عنسی کے پاس گئے تھے۔ اس ظالم نے مجبور کیا کہ وہ اس کی نبوت کا اقرار کریں لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ اس کی پاداش میں اس ظالم نے آپ کے اعضاء کو ایک ایک کر کے کاٹنا شروع کیا اور تڑپا تڑپا کر شہید کر ڈالا۔ جب ان کا کوئی عضو کاٹا جاتا تو آپ حضور کی رسالت کی گواہی کا نعرہ بلند کرتے۔

(د) رسول اکرم (8) ﷺ جب بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام گئے تو ایک مقام بصریٰ پہنچ کر قافلہ قیام پذیر ہوا۔ قریب ہی ایک گرجا گھر تھا۔ اس میں جرجیس نامی ایک پادری رہتا تھا جو بحیرا کے لقب سے مشہور تھا۔ اس نے حضور کو پہچان لیا۔ بحیرا تورات و انجیل کا بڑا عالم تھا۔ وہ کہنے لگا ان کا ذکر ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ ہماری کتابوں میں ان کی مہر نبوت کا ذکر بھی ہے۔ اس نے مہر نبوت کی زیارت بھی کی۔ آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا یہ سید العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گا۔ بحیرا عیسائی مذہب کا پیروکار تھا۔ اس نے ابو طالب کو مشورہ دیا کہ آپ کو شام سے جلد واپس لے جاؤ کیونکہ یہود سے ان کو خطرہ ہے۔

(ر) حضرت ابو امامہ (9) باہلی بیان کرتے ہیں کہ وہ چند دوسرے افراد کے ساتھ قیصر روم کے پاس بھیجے گئے کہ اسلام کی تبلیغ کریں۔ ایک رات ہرقل شاہ روم نے

---

(8) اصابہ ابن حجر۔ مدارج النبوت ج 2 ص

(9) مدارج النبوت + دلائل النبوت۔ بیہقی

انہیں بلایا اوران کی موجودگی میں ایک بڑا زرنگار صدوق نکالا جس میں کئی خانے تھے۔ ایک خانہ میں سے اس نے ایک سیاہ ریشمی پارچہ نکالا اور پھیلا دیا اس پر ایک تصویر تھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں۔ دراز گردن اور گندھے ہوئے گیسو تھے۔ اس نے بتایا یہ حضرت آدم علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پھر دوسری تصویر نکالی۔ اس کے بارے میں بتایا کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پھر تیسری تصویر نکالی۔ یہ روشن چہرے والی بے حد خوبصورت تصویر تھی۔ ہرقل نے بتایا کہ یہ تصویر حضرت محمد ﷺ کی ہے۔ ہرقل نے پوچھا: کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضور اکرم کو پہچان لیا اور اقرار کیا اور رونے لگے۔ ہرقل کھڑا ہو گیا اور غور سے دیر تک تصویر کو دیکھتا رہا اور پھر گویا ہوا:

''خدا کی قسم یہ اللہ کے آخری نبی کی تصویر ہے''

جب ہرقل سے استفسار کیا گیا کہ یہ تصاویر کہاں سے آئیں تو اس نے جواب دیا کہ حضرت آدمؑ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے تمام انبیاء کی تصاویر طلب کی تھیں جو ان کو عطا کر گئیں۔ یہ سورج کے غروب ہونے کی مقام پر ایک خزانہ میں محفوظ تھیں۔ حضرت ذوالقرنین نے وہاں سے انہیں حاصل کیا اور حضرت دانیال کے سپرد کر دیا۔

(س) حضرت (10) مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ وہ مصر گئے اور وہاں ان کی ملاقات ملک کے سب سے بڑے پادری کے ساتھ ہوئی اس سے انہوں نے دریافت کیا کہ انبیاء علیہ السلام میں سے کوئی نبی باقی ہے تو اس نے جواب دیا ہاں! ایک نبی باقی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہوگا۔ اس کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔ میں نے جب اس سے حضور کی صفات کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگا ہماری کتب میں ان کا ذکر ہے اور ہمارے نبی جناب عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں ان کے اتباع کا حکم دیا ہے اس کے بعد اس پادری نے حضور ﷺ کی شان ان الفاظ میں بیان کی:

---

(10) آدم سے پہلے آدم کے بعد ص 271-270 (اے۔ کے پاٹولی)

''وہ نبی عربی امی ہے اس کا نام احمد ہے۔ نہ دراز قد ہے نہ کوتاہ قد۔ اس کی دونو آنکھوں میں سرخی ہے۔ اس کے بال گچھے دار ہیں۔ وہ سخت و کھردرا لباس پہنتا ہے اور کھانے میں جو مل جائے اسی پر قناعت کرتا ہے۔ اس کے کندھے پر تلوار ہے اور جو بھی مقابل میں آئے وہ اس سے خوف نہیں کھاتا لیکن قتال میں پہل نہیں کرتا۔ اس کے اصحاب ہوں گے جو خود کو اس پر فدا کریں گے۔ وہ اپنے آباء و فرزندوں سے کہیں بڑھ کر اس سے محبت کریں گے۔ اس کا ظہور وہاں ہو گا جہاں ''سلم'' کے درخت ہیں۔ وہ ایک حرم سے دوسرے حرم کی طرف ہجرت کرے گا۔ وہ شور زمین سے نخلستان کی طرف ہجرت کرے گا۔ وہ پنڈلی کے درمیان تک تہبند پہنے گا اور اعضاء کے کناروں کو دھوئے گا۔ وہ سارے جہاں کی طرف مبعوث ہو گا اور ساری زمین اس کے لئے سجدہ گاہ بنا دی جائے گی۔

(5) آیت مقدسہ کے آخر میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے چار باتوں کا مطالبہ کیا گیا۔

(ا) اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول پر صمیم قلب اور خلوص نیت سے ایمان لے آئیں۔ ان کا یہ دعویٰ کہ ہم تو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اس وقت تک بے معنی ہے جب تک وہ اللہ کے رسول کو سچے دل سے رسول نہیں مان لیتے۔

(ب) اللہ کے رسول ﷺ کی تعظیم کا درس دیا جا رہا ہے جو ایمان کا لازمی نتیجہ ہونا چاہیے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے دلوں میں حضور اکرم کا بے حد احترام تھا۔ وہ آپ کے سامنے نظریں تک نہ اٹھاتے تھے۔ سوال پوچھنے کی جرات تک نہ کرتے تھے۔

(ج) ایمان لانے کے بعد حضور کی مدد کرنا ہو گی۔ حضور کی مدد سے مراد دین اسلام کی مدد ہے۔ حضور کے پاکیزہ مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اعانت مطلوب ہے۔

(د) نور سے مراد تعلیمات قرآنی ہیں۔ ایمان لانے کے بعد ان پاکیزہ تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہو گا۔

(6) ایمان و اعمال کے اس معیار پر پورا اترنے کا نتیجہ کامیابی اور کامرانی ہو گا۔ دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت بھی۔

(3) حضور علیہ السلام کی رسالت عامہ

سورہ......اعراف......آیت......158

اردو ترجمہ

''تم فرماؤ۔ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں......

پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول غیب بتانے والے امی پر......''

وضاحتیں

(1) اس آیت مبارکہ میں حضور علیہ السلام کی رسالت عامہ کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ پہلے جتنے انبیاء اور رسول آتے تھے وہ خاص خاص علاقوں اور مخصوص قوموں کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ ایسا بھی ہوا کہ ایک وقت میں ایک قوم میں ایک سے زیادہ نبی بھیجے گئے۔ حضور علیہ السلام کی رسالت نہ تو جغرافیائی حدود کی پابند ہے اور نہ ہی کسی قوم یا رنگ و نسل کی پابند ہے۔ جس طرح بھیجنے والے کی حکومت لامحدود اور سروری عالم گیر ہے اسی طرح اس نے اپنے حبیب کو بھی رسالت عامہ عطا فرمائی ہے۔ اگر وہ عربی کے لئے رسول بن کر آئے ہیں تو عجمی بھی ان کے امتی ہیں۔ اگر شام و مصر کے سفید فام ان کے مرید ہیں تو سوڈان اور حبشہ کے سیاہ فاموں کے بھی وہ مرشد ہیں۔ اگر عربی بولنے والوں کے لئے وہ رحمت بن کر آئے ہیں تو اردو بولنے والے بھی اس سے محروم نہیں۔ کوئی فقیر ہو یا امیر۔ شاہ ہو یا گدا۔ خاص ہو یا عام آپ سب کے آقا۔ سب کے نبی اور سب کے رہبر ہیں۔

حدیث پاک

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پانچ چیزیں مجھے ایسی عطا ہوئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں (1) ہر نبی خاص

1) یہود و نصاریٰ کو غنیمتیں استعمال میں لانے کی اجازت نہ تھی۔ ان کو حکم تھا کہ جو غنیمتیں ان کے ہاتھ لگیں ان کو جلا دیں۔

قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا جبکہ میں سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث فرمایا گیا(2) میرے لئے غنیمتیں (1) حلال کی گئیں جب کہ پہلے کسی کے لئے حلال نہ کی گئی تھیں۔(3) میرے لئے زمین پاک اور (2) پاک کرنے والی بنائی گئی۔(4) دشمن پر ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب ڈال کر میری مدد فرمائی گئی۔(5) مجھے شفاعت عنایت کی گئی۔

مسلم شریف میں یہ اضافہ ہے کہ:

میں تمام خلق کی طرف رسول بنایا گیا اور میرے ساتھ انبیاء ختم کئے گئے۔

(2) قرآن مقدس میں کئی مقامات پر حضور علیہ السلام کی رسالت عامہ کا ذکر کیا گیا ہے:

(ا) سورہ النساء آیت 79 میں ارشاد فرمایا: اور ہم نے تمہیں تمام لوگوں کے لئے رسول بھیجا۔

(ب) سورہ الانبیاء آیت 107 میں ارشاد فرمایا: اور ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر سارے عالموں کے لئے رحمت بنا کر۔

(3) فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ روئے سخن یہود کی طرف ہے کیونکہ بنو اسرائیل کا ذکر جاری تھا درمیان میں حضور علیہ السلام کی رسالت عامہ کا ذکر کر کے یہودیوں کو بتا دیا گیا کہ تمام شریعتیں ختم ہو چکی ہیں اب تمہیں اللہ کے رسول پر ایمان لانا ہوگا۔ اللہ پر ایمان لانے کا ذکر کر کے اس حقیقت کی نشان دہی کی گئی ہے کہ محمد رسول اللہ پر ایمان نہ لاؤ گے تو تمہارا اللہ پر ایمان کا دعویٰ بھی ختم ہو جائے گا۔

(4) اس آیت میں بھی رسول کے ساتھ نبی اور امی کی صفات کا ذکر کیا گیا ہے جس طرح آیت نمبر 157 میں کیا گیا۔ وہاں وضاحت کر دی گئی ہے۔

---

(2) زمین کو پاک قرار دے کر حضور علیہ السلام اور امت مسلمہ کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ جہاں چاہیں نماز ادا کر لیں جبکہ یہود و نصاریٰ پر صرف گرجا گھروں میں عبادت کرنے کی پابندی عائد تھی۔ پاک کرنے والی سے مراد یہ ہے کہ اس کو تیمم کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(4) حضور ڈر اور خوشی سنانے والے ہیں

سورہ......اعراف......آیت......188

﴿اردو ترجمہ﴾

''تم فرماؤ۔ میں اپنی جان کے برے بھلے کا مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔
اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع
کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی میں تو ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں''

﴿وضاحتیں﴾

پس منظر

مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی نے اپنی تفسیر میں اس آیت کا شان نزول غزوہ بنی مصطلق کا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ اس غزوہ سے واپسی ہو رہی تھی کہ بہت تیز ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں۔ اس کے نتیجہ میں جانور بدک گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا مدینہ طیبہ میں زہد بن رفاعہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ صحابہ کرام نے یہ خدشہ ظاہر کیا تھا کہ دشمنوں نے مدینہ منورہ پر حملہ کر دیا ہے اور وہ لوٹ مار کر رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا خوف نہ کرو مدینہ ہر طرح سے محفوظ ہے اور اس کا کوئی گوشہ یا گھاٹی ایسی نہیں جس کی محافظت پر کوئی فرشتہ مقرر نہ ہو۔ حضور اکرم نے فرمایا میرا ناقہ کہاں چلا گیا اسے تلاش کرو۔ رئیس المنافقین جو اپنے منافق دوست زہد بن رفاعہ کی موت کی خبر سن کر سخت پریشان تھا۔ اسے اپنے جگری دوست کی موت کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ اپنے ساتھیوں میں بیٹھا کہنے لگا۔ ان کا بھی عجیب حال ہے مدینہ میں مرنے والے ابن رفاعہ کی خبر تو دے رہے ہیں اور اپنے ناقہ کا پتہ ہی نہیں کہ کہاں چلا گیا۔ سید عالم ﷺ پر اس بد بخت منافق کا قول مخفی نہ رہا اور آپ نے فرمایا منافق لوگ ایسی ایسی باتیں کر رہے ہیں جاؤ میرا ناقہ اس

گھاٹی میں ہے اس کی نکیل ایک درخت کے ساتھ الجھ گئی ہے اسے پکڑ کر لے آؤ۔ صحابہ کرام جب گئے تو ناقہ کو اسی حالت میں پایا اور اسے پکڑ کر واپس لے آئے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن)

(1) ان آیات مقدسہ میں خالق ارض وسماوات نے اپنے پیارے حبیب کی مبارک ومقدس زبان سے یہ کہلوایا اور براہ ادب وتواضع کہلوایا کہ میں اپنی ذات سے غیب نہیں جانتا۔ جو جانتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی اطلاع اور عطا سے جانتا ہوں۔ (سید محمد نعیم الدین مراد آبادی)

(2) بھلائیاں جمع کر لینا اور برائیوں سے ہر طرح اپنے آپ کو محفوظ کر لینا اس کے اختیار میں ہوسکتا ہے جو دو ذاتی اوصاف رکھتا ہو۔ ذاتی قدرت اور ذاتی علم۔ یہ دونو اوصاف سوائے خالق ارض وسمٰوات کے اور کسی میں نہیں پائے جاتے۔

(3) نبی پاک ﷺ کو جو کچھ عطا ہوا ہے دربار خداوندی سے عطا ہوا ہے۔ کب۔ کتنا، اور کس طرح عطا ہوا اس فضول بحث پر اپنا وقت ضائع کرنے کے بجائے اقرار و یقین اور ادب واحترام کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ خالق ارض وسمٰوات نے جتنا چاہا علم اپنے رسول پاک کو عطا فرمایا اور اس محسن انسانیت نے جب چاہا اور جیسے چاہا اس کا اظہار فرمایا۔

(5) حضور ﷺ بلائیں تو فوراً حاضر ہو جاؤ

سورہ......انفال......آیت......24

﴿اردو ترجمہ﴾

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جایا کرو جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے''

﴿وضاحتیں﴾

(1) اللہ تعالیٰ کے رسول مقبول ﷺ مردہ دلوں کو زندگی عطا کرنے والے ہیں۔ وہ دل جس میں خون کی گردش رک جائے مردہ ہو جاتا ہے۔ یہ تو ہم سب جانتے ہیں لیکن افسوس اس حقیقت کی طرف ہم نے کبھی دھیان نہیں دیا کہ جو دل اللہ اور اس کے رسول کے ذکر سے خالی ہو جائے اصل میں مردہ وہ ہوتا ہے اور ایسے مردہ دلوں میں زندگی کی لہر اطاعت رسول سے دوڑنے لگتی ہے۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں:

''ہر بات میں سنت نبوی کی اطاعت سے دل زندہ ہوتا ہے اور اس کی نافرمانی سے دل مردہ ہوتا ہے''۔

انسان دو چیزوں سے عبارت ہے جسم اور روح۔ خون کی گردش رک جائے تو جسم مردہ ہو جاتا ہے اور اگر اللہ اور اس کے رسول کے ذکر سے انسان محروم ہو جائے اور اطاعت رسول کو چھوڑ دے تو روح مردہ ہو جاتی اور اخروی زندگی بھی برباد ہو جاتی ہے جو حقیقی زندگی ہے۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں سے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کے رسول انہیں بلائیں تو بلا تردد توقف حاضر ہو جایا کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے طلب کیے جانے پر دنیا کا کوئی کام بھی اس میں مانع نہیں ہو سکتا۔ دنیا کا سب

سے اہم کام نماز ہے۔ احادیث نبوی سے ثابت ہے کہ صحابہ پر لازم قرار دیا گیا کہ اگر نماز کی حالت میں بھی حضور کی طرف سے بلاوا آ جائے تو نماز چھوڑ کر خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ دو احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(ا) حدیث(1)

حضرت ابی سعید بن المعلیٰ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز ادا کر رہا تھا کہ رسول اکرم ﷺ نے پکارا میں نے جواب نہ دیا۔ نماز کی ادائیگی کے بعد میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جایا کرو؟

(ب) حدیث(2)

حضرت ابی بن کعب نماز ادا کر رہے تھے کہ حضور ﷺ نے انہیں پکارا انہوں نے جلدی نماز ختم کر کے حضور اکرم کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ حضور نے فرمایا تمہیں جلد جواب دینے میں کیا چیز مانع ہوئی۔ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا حضور میں نماز میں تھا۔ حضور نے فرمایا کیا تو نے قرآن پاک میں نہیں پایا کہ اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جایا کرو وہ عرض کرنے لگے بے شک آئندہ ایسا ہی ہوگا۔

(3) مفسرین کرام نے زندگی عطا کرنے کا ایک مطلب ''ایمان کی دولت عطا کرنا'' بیان کیا ہے۔ کافر چونکہ مردہ ہوتا ہے اور ایمان لانے کے بعد اس کو حقیقی زندگی حاصل ہوتی ہے اس لئے اس سے یہ مراد لی جا سکتی ہے۔

مسئلہ: فقہا نے اس فرمان خداوندی سے ایک مسئلہ اخذ کیا ہے کہ اگر کوئی نماز ادا کر رہا ہو اور اسے اللہ کے رسول بلائیں اور وہ نماز چھوڑ کر حاضر خدمت ہو جائے تو اس کی نماز نہیں

(1) بخاری شریف (2) مسلم شریف

ٹوٹے گی۔ جب حضور ﷺ اجازت عطا فرما دیں تو نماز اس رکن سے شروع کر دے جہاں سے ترک کی تھی اور نماز پوری کرے۔

ہم کہاں جا رہے ہیں؟

قارئین محترم! رب عرش و فرش اور اس کا پاکیزہ کلام قرآن مقدس تو یہ کہے کہ تمہاری بقا و دوام کا راز اطاعت رسول میں مضمر ہے اور نام نہاد روشن خیال اور ترقی پسند اسے قدامت پرستی کا نام دے کر برگشتگی کے سامان پیدا کریں تو اس طوفان بلا کو غلامان مصطفیٰ کو عشق مصطفیٰ سے سرشار ہو کر روکنا چاہیے۔

(6) حضور ﷺ سے دغا نہ کرو

سورہ......الانفال......آیت......27

﴿اردو ترجمہ﴾

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے دغا نہ کیا کرو''

﴿وضاحتیں﴾

شانِ نزول

یہ آیت ابولبابہ ہارون بن عبدالمنذر انصاری کے بارے میں نازل ہوئی۔

یہودیوں نے ہر نازک موقعہ پر مسلمانوں کو دھوکہ دیا حالانکہ حضور ﷺ نے ان کے ساتھ امن کا معاہدہ کیا تھا جو ''جیو اور جینے دو'' کی بنیاد پر کیا گیا تھا۔ بنوقریظہ نے غزوہ خندق کے موقعہ پر مشرکین مکہ کا ساتھ دیا تھا اس لئے اس غزوہ کے اختتام پر جب اللہ کے رسول ﷺ گھر پہنچے تو بذریعہ وحی بنوقریظہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ حضور اکرم نے ان کا محاصرہ کرلیا۔ جب دو ہفتہ تک محاصرہ جاری رہا تو یہودی تنگ آ گئے۔ ان کے سردار کعب بن اسد نے قبیلہ والوں کے سامنے تین تجاویز پیش کیں اول یہ کہ اسلام قبول کرلیں کیونکہ حضور اللہ کے سچے رسول ہیں۔ دوم یہ کہ اپنے بیوی بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کردو اور پھر تلواریں لے کر مسلمانوں کے مقابلہ پر نکل جاؤ۔ اگر شکست بھی ہو جائے تو ہمارے بچے غلامی سے بچ جائیں گے۔ تیسری تجویز یہ پیش کی کہ صلح کی درخواست کرو قبیلہ والوں نے تیسری شرط قبول کی اور مشورہ کے لئے حضور سے ابولبابہ کو طلب کیا کیونکہ بنوقریظہ کے ان کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ حضرت ابولبابہ کو جب ان کے پاس بھیجا گیا تو انہوں نے اپنی گردن پر انگلی پھیر کر خفیہ اشارہ دیا کہ ان کی گردنیں کاٹ دی جائیں گی۔ حضرت ابولبابہ نے اشارہ تو کر دیا لیکن ابھی اپنی جگہ سے قدم نہ اٹھائے تھے کہ اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ ضمیر نے سخت ملامت شروع کر دی دل میں اپنے جرم کو قبول کرلیا۔ یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی حکم عام ہے جس کا اطلاق تمام مسلمانوں پر ہوتا ہے۔

حضرت ابولبابہ کی توبہ

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے یہود بنو قریظہ کو اشارہ تو دے دیا لیکن میں نے اپنی جگہ سے ایک قدم بھی نہ اٹھایا تھا کہ میرے ضمیر نے مجھے ملامت کرنا شروع کردی۔ میں نے دل سے اپنے جرم کا اقرار کرلیا۔ میرے دل میں یہ بات جم کر رہ گئی کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی ہے۔

حضرت ابولبابہ بجائے حضور کی خدمت میں واپس آنے کے سیدھے مسجد نبوی میں گئے اور خود کو مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ بندھوالیا۔ قسم کھالی کہ جب تک معافی نہ ہوگی اسی طرح بندھا رہوں گا تا آنکہ موت آجائے۔ ان کی اہلیہ ضروری حاجت کے لئے کھول دیا کرتی تھیں اور پھر باندھ دیا کرتی تھیں۔ جب اللہ کے رسول ﷺ کو خبر ہوئی تو فرمایا اگر ابولبابہ میرے پاس آجاتا تو میں اس کے لئے مغفرت طلب کرتا۔ اب تو اس نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردیا ہے میں اسے کھول نہیں سکتا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہ کردے۔ حضرت ابولبابہ ستون سے بھوکے پیاسے بندھے رہے تا آنکہ وہ ہوش و حواس سے بے گانہ ہوگئے۔ مالک کو اپنے بندے پر رحم آگیا۔ توبہ سچی تھی قبول کرلی گئی۔ صحابہ نے جاکر خوش خبری سنائی اور کھولنا چاہا لیکن سچے عاشق کہنے لگے۔ خدا کی قسم! اس وقت تک اس جگہ سے نہ ہلوں گا۔ جب تک حضور ﷺ خود آکر نہ کھولیں۔ جب حضور نے جاکر کھولا تو عرض کرنے لگے توبہ کی قبولیت کی خوشی میں اپنی تمام جائیداد اللہ کے نام پر دینے کا اعلان کرتا ہوں لیکن حضور نے ازراہ شفقت ایک تہائی جائداد اللہ کے نام پر غرباء میں تقسیم کرنے کی اجازت دی۔

(1) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں فرائض کی ادائیگی سے منہ موڑنا اللہ تعالیٰ سے خیانت ہے اور سنت منورہ سے سرتائی کرنا رسول اکرم ﷺ سے خیانت ہے۔

(2) حضرت قتادہ کا قول ہے کہ اللہ کا دین مومن کے پاس اللہ کی امانت ہے۔ فرائض کی ادائیگی اور حدود کی پابندی کا مومن کو امین بنایا گیا ہے۔ ایسا نہ کرنے والا خیانت کرنے والا قرار پائے گا۔

(7) ہجرت مدینہ۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیر غالب ہے

سورہ............الانفال......آیت...........30

﴿اردو ترجمہ﴾

''اور اے محبوب! یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں قید کرلیں یا قتل کردیں یا نکال دیں۔ وہ اپنی خفیہ تدبیر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر کرتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے''

﴿وضاحتیں﴾

تاریخی پس منظر

مشرکین مکہ نے رسول اکرم ﷺ اور آپ پر ایمان لانے والے صحابہ پر اسلام قبول کرنے کی پاداش میں جور و استبداد کی انتہا کردی۔ کارساز حقیقی رب ارض و سموات نے یثرب کے قبائل اوس و خزرج کے خوش نصیبوں کو دین اسلام کے لئے قبول فرمالیا۔ صحابہ کرام حضور ﷺ کی اجازت سے ہجرت کر کے یثرب جانے لگے۔ مشرکین مکہ نے جب محسوس کیا کہ مسلمان ان کے اقتدار و اختیار سے آزاد ہو کر یثرب میں سکون کی زندگی بسر کرنے لگے ہیں تو ان کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے۔ انہوں نے سوچا کہ ایک روز محمد (ﷺ) بھی ہجرت کر کے چلے جائیں گے اور یثرب میں خوب قوت حاصل کر کے ہماری قیادت و سیادت کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج ثابت ہوں گے۔ انہوں نے اس مسلہ کا حل نکالنے کے لئے دارالندوہ میں ایک خفیہ اجلاس طلب کیا جس میں صرف قبائل کے سرداروں اور سر کردہ افراد کو شرکت کی اجازت دی گئی نیز اس اجلاس میں شریک ہونے کے لئے ایک خاص عمر کی حد مقرر کی گئی۔ اس امر سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس اجلاس کو ان کی نظروں میں کس قدر اہمیت حاصل تھی۔ دارالندہ کی تاریخ کا یہ سب سے ظالمانہ اور خطرناک اجلاس

بروز جمعرات 26 صفر 14 نبوت بمطابق 12 ستمبر 622ء کو منعقد کیا گیا۔ اس اجلاس کے شرکاء کے نمایاں افراد یہ تھے۔ (1)

ابوجہل بن ہشام...... قبیلہ بنی مخزوم

جبیر بن مطعم۔ طعیمہ بن عدی اور حارث بن عامر............ بنی نوفل

ابوسفیان بن حرب۔ شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ...... بنی عبد شمس

نضر بن حارث.. بنی عبدالدار

حکیم بن حزام۔ زمعہ بن اسود۔ ابوالبختری بن ہشام...... بنی سہم

امیہ بن خلف.. بنی جمح

اجلاس شروع ہونے والا تھا کہ نجد کے ایک بوڑھے سردار کی شکل میں ابلیس (2) بھی آن پہنچا اور اسے بطور خاص اس اجلاس میں شرکت کی اجازت دی گئی۔ اجلاس کی خفیہ کاروائی کا آغاز ہوگیا۔ آیت مقدسہ میں ارشاد گرامی ہے:۔

(1) اے پیارے محبوب مشرکین مکہ نے آپ کے خلاف خفیہ کاروائی شروع کر دی۔ مکر کے معنی اردو میں فریب کاری کے ہیں جبکہ عربی زبان میں اس کا مطلب خفیہ کاروائی ہے اس فرمان خداوندی میں مشرکین مکہ کی حضور کے خلاف اس خفیہ کاروائی کا ذکر ہے جس کا آغاز انہوں نے دارالندوہ کے اجلاس سے کیا تھا۔ حضور ﷺ کے خلاف راست اقدام کے لئے شرکاء اجلاس سے تجاویز طلب کی گئیں ان کا تنقیدی جائزہ لیا جانے لگا۔

(2) پہلی تجویز

پہلی تجویز ابوالبختری کی طرف سے پیش کی گئی۔ وہ کہنے لگا میری رائے یہ ہے کہ انہیں زنجیروں میں جکڑ کر ایک مکان میں بند کر دیا جائے اس کا دروازہ بند کر دیا جائے اور

(1) سیرت ابن کثیر ج 2 ص 227 (2) سیرت ابن کثیر ج 2 ص 227

اس میں قفل لگا دیا جائے اور پھر اس کا انتظار کیا جائے کہ کب ان کی زندگی کا خاتمہ ہو۔ اس تجویز پر رائے زنی ہونے لگی نجدی سردار کی شکل میں ابلیس کہنے لگا یہ رائے بالکل لغو اور ناقص ہے۔ جب تم اسے کسی مکان میں قید کرو گے تو اس کے پیروکاروں کو اس کی خبر ہو جائے گی۔ وہ ایسے فدا کار اور جانثار ہیں کہ اپنی جانوں پر کھیل جائیں گے اور ان کو رہا کرا کے لے جائیں گے اور تم ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔

(3) دوسری تجویز

ابو الاسود ربیعہ بن عمرو العامری کہنے لگا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ انہیں شہر بدر کر دیا جائے۔ ایک اونٹ پر بٹھا کر اونٹ کو شہر سے باہر ہانک دیا جائے۔ پھر اس کا جہاں جی چاہے چلا جائے ہمیں اس کی پرواہ نہ ہوگی۔ ہمارے لئے امن و سکون لوٹ آئے گا اور ہم چین سے زندگی بسر کرنے لگیں گے۔ قبل اس کے کہ کوئی دوسرا اس تجویز کی تائید یا تردید کرتا نجدی شیخ پھر بول اٹھا اور کہنے لگا: یہ رائے بھی پہلی رائے کی طرح بے کار ہے۔ تم لوگ اس حقیقت سے تو آگاہ ہی ہو کہ ان کا انداز تکلم بے حد شریں اور دلنشین ہوتا ہے۔ وہ سامعین کو اپنی خوش کلامی سے مسحور کر دیتے ہیں۔ جب تم انہیں اپنے ہاں سے نکال دو گے تو وہ جہاں کہیں بھی چلے جائیں گے لوگ ان کے گرویدہ ہو جائیں گے اور وہ ان کے ایک اشارے پر تم پر چڑھ دوڑیں گے۔ سب شرکاء اجلاس نے شیخ نجدی کی رائے۔ سے اتفاق کیا اور اس تجویز کو رد کر دیا گیا۔

(4) تیسری تجویز

آخر میں ابوجہل اٹھ کھڑا ہوا۔ کہنے لگا میرے ذہن میں ایک تجویز (3) آئی ہے اس پر غور کرو۔ ہر قبیلہ سے ایک جوان کا انتخاب کیا جائے جو جرأت مند اور عالی نسب ہو اپنے قبیلہ کا سردار ہو۔ وہ سب شمشیر بکف ہوں۔ سب مل کر ایک ہی وقت میں ان پر حملہ کر دیں اور قتل کر ڈالیں۔ اس طرح ہم اس مصیبت سے بچ جائیں گے اور سکون پائیں گے۔

(3) ابن ہشام ج 2 ص 94-95

اپنی تجویز کی وضاحت کرتے ہوئے اس ابلیس فطرت انسان نے بتایا کہ جب قریش کے ہر قبیلہ کا ایک سرکردہ فرد ان کے قتل میں شامل ہوگا تو بنو ہاشم سہم جائیں گے اور تمام قبائل سے بیک وقت مقابلہ کر کے قصاص نہ لے سکیں گے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر پائیں گے کہ ''دیت'' قبول کرنے پر رضامند ہو جائیں پھر ہم سب مل کر آسانی سے ان کو ''دیت'' ادا کر دیں گے۔ ایک شیطان کی تجویز پر دوسرا شیطان عش عش کر اٹھا۔ جوش و مسرت سے اس کا چہرہ تمتمانے لگا۔ کھڑا ہو کر اپنے بھائی کو خراج تحسین پیش کرنے لگا۔ وہ عالم مستی میں گویا ہوا: واہ! واہ! تجویز تو بس یہ ہے جو اس شخص نے پیش کی اس کی موجودگی میں اور کوئی رائے قبول نہیں کی جاسکتی حاضرین نجدی شیخ کے خلوص اور تعاون سے بے حد متاثر ہوئے اور فوری طور پر اس تجویز کی منظوری دے دی۔

(5) اللہ کی تدبیر

مشرکین مکہ اپنی خفیہ تدبیر پر بے خوش اور مطمئن تھے۔ ان بدنصیبوں کو علم نہیں تھا کہ ان کی اس خفیہ تدبیر کو نیست و نابود بنا دینے کی قدرت رکھنے والی ہستی ان کے ایک ایک عمل اور ہر ہر سوچ سے آگاہ ہے اور ان کی اس خفیہ تدبیر کو ناکام بنانے اور ان کو ذلت و رسوائی سے دوچار کرنے کے لئے اپنی تدبیر کر چکی ہے۔

اسی روز کائنات کے خالق و مالک۔ مدبرو کارساز نے بذریعہ جبرئیل امین اپنے پیارے محبوب کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔ یہ آیت مبارکہ نازل کر کے یقین دلا دیا کہ تمہارے مخالفوں کی کاروائیاں دھری کی دھری رہ جائیں گی اور ہم تمہیں اپنے حفظ و امان میں ان کے نرغہ میں سے اس طرح نکال کر لے جائیں گے کہ انہیں خبر نہ ہوگی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کو مکہ سے ہجرت کر کے یثرب جانے کی اجازت عطا فرما دی جبرئیل امین نے یہ بھی بتا دیا کہ آج آپ اپنے بستر میں استراحت نہ فرمائیں۔

(۱) کاشانۂ نبوی کا گھیراؤ

اپنی خفیہ تدبیر پر عمل درآمد کرنے کے لئے تیرہ بختوں نے دن بھر تیاریاں کیں۔ تلواروں کو صیقل کیا گیا۔ ان کی دھاریں تیز کی گئیں اور گیارہ افراد کا انتخاب کیا گیا۔ اس فہرست (4) میں ابوجہل۔ حکم بن عاص۔ عقبہ بن ابی معیط نضر بن حارث۔ امیہ بن خلف۔ ابولہب۔ زمعہ بن الاسود طعیمہ بن عدی نبیہ بن الحجاج اور منبہ بن الحجاج شامل تھے۔ جب رات تاریک ہوگئی تو یہ گھات لگا کر نبی علیہ السلام کے دروازے پر بیٹھ گئے اور حضور کے سو جانے کا انتظار کرنے لگے۔ بدنصیبوں کو اپنے مکروہ عزائم کی کامیابی کا اس قدر یقین تھا کہ نصیب سوختہ ابوجہل انتہائی متکبرانہ انداز میں کہنے لگا:

''محمد (علیہ السلام) کہتا ہے کہ اگر تم لوگ اس کے دین میں داخل ہو کر اس کی پیروی کرو گے تو عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے۔ پھر مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو تمہارے لئے اردن جیسے باغات اور جنتیں ہونگی اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ان کی طرف سے تمہارے اندر ذبح کے واقعات پیش آئیں گے پھر تم مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے لئے آگ ہوگی جس میں جلائے جاؤ گے''۔

جب مشرکین کی تدبیر کو مٹی میں ملا دینے کا وقت آ گیا تو اس قادر مطلق نے اپنے پیارے محبوب کو خون آشام تلواروں کے پہرہ سے صحیح و سلامت نکال لیا۔ حضور علیہ السلام اس وقت سورہ یٰس کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے (ترجمہ)

''ہم نے ان کے آگے رکاوٹ کھڑی کر دی اور ان کے پیچھے بھی رکاوٹ کھڑی کر دی۔ پس ہم نے انہیں ڈھانک لیا ہے اور وہ دیکھ نہیں رہے ہیں''۔

---

(4) زادالمعاد ج2 ص52

حضور اکرم نے وہاں سے گذرتے ہوئے ان بت بنے کھڑے بدنصیبوں کے سر پر خاک ڈال کر انہیں باور کرا دیا کہ اللہ نے ان کی تدبیر کو خاک میں ملا دیا ہے۔

حضور ﷺ کے نکل جانے کے بعد قریش کے پاس ایک آدمی آیا اور ان سے وہاں محو انتظار کھڑا ہونے کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے بتایا کہ ہم محمد (ﷺ) کے گھر سے نکلنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس شخص نے کہا خدا کی قسم! محمد (ﷺ) تو آپ لوگوں کے پاس سے نکل کر چلے (5) گئے اور آپ کے سروں پر مٹی ڈالتے گئے۔

وہ کہنے لگے: "بخدا ہم نے تو ان کو جاتے ہوئے نہیں دیکھا"

جب انہوں نے اپنے سر ٹٹولے تو سروں پر خاک موجود تھی۔ سر جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر دروازے کی دراز میں سے جھانک کر دیکھا تو بستر پر کسی کو چادر اوڑھے ہوئے سوتے پایا۔ وہ حضرت علی تھے۔ بدبخت سمجھے حضور اندر سوئے پڑے ہیں۔ اس لئے پھر مستعد ہو گئے اور صبح تک ڈٹے رہے جب راز کھلا کہ بستر پر تو علی ہیں تو منہ سر پیٹ کر رہ گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی تدبیر کاملہ سے ان کی تدبیروں کو کھوٹا کر دیا۔

(ب) پھر ناکامی

حضور اکرم اپنے پیارے دوست ابو بکر صدیق کے ساتھ غار ثور میں موجود تھے کہ بھاری انعام کے لالچ میں کفار کا ایک گروہ تلاش کرتا ہوا غار کے دہانہ تک پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر بدنصیبوں کو ناکامی سے دوچار کر دیا۔ قبل اس کے کہ وہ غار کی طرف متوجہ ہوتے غار کے دہانہ پر ایک درخت اگا جس نے غار کے منہ کو ڈھانپ لیا ایک مکڑی نے اس (6) پر جالا تن دیا اور ایک کبوتری اس میں گھونسلا بنا کر بیٹھ گئی۔ قریش صورت حال دیکھ کر تصور بھی نہیں کر

---

(5) مدارج النبوت (اردو ترجمہ) ج 2 ص 84

(6) مدارج النبوت (اردو ترجمہ) ج 2 ص 87

سکتے تھے کہ اس غار کے اندر بھی کوئی انسان داخل ہو سکتا ہے غار کے اندر وفا شعار غلام اپنے آقا سے عرض کر رہا تھا یا رسول اللہ یہ کفار تو آن پہنچے اور توکل کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز اللہ کا پاک رسول فرما رہا تھا ابوبکر فکر نہ کرو ہم دو نہیں تین ہیں۔ ہمارے ساتھ تیسرا ہمارا اللہ ہے۔ اللہ رب العزت کی تدبیر نے پھر مشرکین کی تدبیر کو ناکام کر دیا۔

(ج) ناکامی پر ناکامی

ایک سو سرخ اونٹوں کے انعام کے لالچ میں سراقہ ابن مالک گھوڑا دوڑاتا ہوا حضور اکرم کے قریب جا پہنچا۔ جب نیزہ تان کر حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں پتھریلی زمین میں دھنس گئے اور گھوڑا قدم آگے نہ بڑھا سکا۔ سراقہ ڈر گیا۔ فال نکالی۔ الٹی پڑی۔ حضور علیہ السلام سے پناہ طلب کی حضور نے عطا فرما دی۔ سراقہ واپس لوٹ گیا اور اس طرف آنے والے دوسرے شہسواروں کو یہ کہہ کر لوٹا لے گیا کہ میں دور تک دیکھ کر آ رہا ہوں اس طرف کوئی نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

(6) اللہ بہترین کارساز ہے۔ اس کی تدبیر کے سامنے کسی دوسرے کی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانا چاہا بری طرح خود مارا گیا۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نیست و نابود کرنا چاہا تو نہ صرف خود ڈوبا بلکہ پوری قبطی قوم کو لے ڈوبا۔ جن بدنصیبوں نے اللہ کے رسول علیہ السلام کے خلاف خفیہ تدبیریں کیں خود بری طرح مارے گئے۔ ابوجہل۔ امیہ بن خلف عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث بدر میں مارے گئے۔ ابولہب طاعون سے گل سڑ گیا۔

(8) حضور ﷺ کی برکت سے عذاب نہیں آتا

سورہ............الانفال............آیت 33

﴿اردو ترجمہ﴾

''اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک (اے محبوب) تم ان میں تشریف فرما ہو''

﴿وضاحتیں﴾

(1) تاریخی پس منظر

رسول اکرم ﷺ نے اپنی بھرپور توانائیوں کے ساتھ فریضہ تبلیغ ادا کرنے کی کوشش کی لیکن مشرکین مکہ اپنی ہٹ دھرمی پر اڑے رہے وہ بدنصیب سالہا سال تک دین اسلام کو مٹانے اور داعیٔ دین حق پیغمبر اسلام اور ان کے پاک باز پیروکاروں کو اذیتیں دینے میں لگے رہے پھر سابقہ مغضوب قوموں کی طرح ان کی بغاوت اس حد کو پہنچ گئی کہ وہ برملا کہنے لگے کہ اگر تمہارا دین سچا اور تم برحق رسول ہو تو ہم پر عذاب کیوں نہیں لے آتے جس سے بار بار ہمیں ڈراتے ہو؟

کفار کی ان چیرہ دستیوں کے باوجود ان پر عذاب کیوں نہ آیا؟ اس سوال کا جواب خالق ارض وسموات نے اس آیت میں عطا فرمایا ہے۔

(2) فرمایا (اے حبیب) جب تک آپ کا سراپا رحمت وجود اس قوم میں موجود ہے ان پر عذاب نہیں بھیجا جائے گا۔ کیا شان ہے اللہ کے محبوب کی اور کیا مقام حاصل ہے آمنہ کے لال۔ عبداللہ کے دریتیم کو اپنے خالق کے دربار عالیہ میں!

کفار خود ہی اپنی زبانوں سے عذاب طلب کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کی بجلیوں کو دعوت دے رہے ہیں کہ وہ ان کے خرمن حیات کو جلا کر راکھ کر ڈالے اور

ان کو قصہ پارینہ بناد [illegible] مالک ارض وسموات ایسا کرتے نہیں کیونکہ رحمتہ للعالمین ان میں قیام پذیر ہیں۔

(3) کفار کہا کرتے تھے کہ خدایا اگر یہ حق ہے (دین اسلام) تو ہم پر آسمان سے (1) پتھر برسادے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔ یہ بات وہ دعا کے طور پر نہیں کہا کرتے تھے بلکہ چیلنج کے انداز میں کہا کرتے تھے۔ مطلب ان کا یہ ہوتا کہ اگر واقعی یہ تعلیمات حق ہوتیں تو ان کے جھٹلانے کے نتیجہ میں ہم پر عذاب مسلط ہونا چاہیے تھا۔ جب عذاب نازل نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ نہ تو حق ہے اور نہ اللہ کی طرف سے ہے۔

رہا یہ سوال کہ کون کہا کرتا تھا تو اس کے بارے میں مسلم و بخاری کی احادیث میں ابوجہل اور (2) نضر بن حارث کا تذکرہ موجود ہے۔

---

(1) سورہ الانفال آیت 32

(2) تفسیر مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی

(9) حضور ﷺ کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا گیا

سورہ......توبہ......آیت......33

﴿اردو ترجمہ﴾

”وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سارے دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہی گذرے“

﴿وضاحتیں﴾

(1) کفار و مشرکین حضور ﷺ کی رسالت و نبوت کا انکار کرتے ہوئے طرح طرح کے اعتراضات وارد کیا کرتے تھے۔ کبھی کہتے یہ تو جادوگر ہے۔ کبھی مجنون اور کبھی شاعر قرار دیتے تھے۔ کبھی کہتے یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ محض اگلے لوگوں کے قصے ہیں جو محمد (ﷺ) کو کوئی دوسرا شخص لکھ کر دیتا ہے۔ اس آیت مقدسہ میں ان تمام دعووں کو جھوٹا قرار دے دیا گیا ہے۔ فرمایا محمد تو اللہ کے رسول ہیں ان کے سر پر تاج رسالت سجانے والی ذات رب کائنات کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کی رسالت پر گواہی دے کر کفار کے تمام جھوٹے دعووں کی تردید کردی ہے۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے۔ قرآن مقدس کتاب ہدایت ہے۔ سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مقدس کو ہدایت قرار دیا۔ حضور اکرم کی تعلیمات ہدایت ہیں کیونکہ آپ قرآنی تعلیمات اور اللہ تعالیٰ کے احکامات لوگوں تک پہنچایا کرتے تھے۔

یہود و نصاریٰ اور منافقین بھی کفار مکہ کی طرح زبان طعن دراز کرتے تھے بلکہ حضور ﷺ کے ساتھ سخت مخاصمت رکھتے تھے اور دین اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ہر وقت سرگرم عمل رہتے تھے جیسا کہ اس سورہ کی آیت نمبر 32 میں فرمایا گیا ہے۔ لیکن اللہ

تبارک وتعالیٰ اپنے دین حقہ کو غالب کرنا چاہتا تھا تا کہ تحریف شدہ ادیان کے مقابلہ میں ایک سچا دین لوگوں کے لئے سکون اور راحت کا باعث ہو۔

(3) اسلام ایک سچا دین ہے کیونکہ قرآن مقدس ایک مکمل ضابطہء حیات ہے اور قیامت تک اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں وہ ادیان جو الہامی تھے اور ان کی کتب رب کائنات کی طرف سے نازل کی گئی تھیں اس لئے اپنا اعتبار کھو بیٹھے کہ ان کے پیروکاروں نے ان میں ردوبدل کر دیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی کتب میں اپنی مرضی کے مطابق تحریف کرتے رہے۔ تورات اور انجیل کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ ان کی تعلیمات کو کسی طرح بھی قابل اعتماد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس سطح ارضی پر دین حق صرف اور صرف اسلام ہے۔

(4) عربی زبان میں دین کا لفظ اس نظام زندگی یا طریق زندگی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس کے قائم کرنے والے کو سند اور مطاع جان کر اس کا اتباع کیا جائے۔ حضور کی بعثت کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ جس لازوال صداقت وہدایت اور پاکیزہ نظام حیات (دین) کو لے کر آئے ہیں اس کو دنیا میں غلبہ عطا کریں۔ باقی تمام ناقص ادیان کی سیادت ختم ہو جائے۔ دین اسلام دب کر اور جھک کر نہ رہے۔ غالب قوت اس کو حاصل ہو کیونکہ یہ دین انسانی فلاح و بہبود کا ضامن ہے۔

ایک وقت آنے والا ہے جب اس دنیا میں سوائے اسلام کے اور کسی مذہب کا نام نہ ہوگا۔ وہ دور حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام آسمانوں سے نزول فرمائیں گے تو حضور ﷺ کی شریعت کے تابع ہونگے۔ ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے زمانہ میں کوئی مذہب یا ملت باقی نہ بچے گی۔ (سوائے اسلام کے)

(5) فرمایا مشرکین کو گوارہ ہو یا نہ ہو دین اسلام کا غلبہ ہو کر رہے گا۔

(10) غارِ ثور میں حضور ﷺ کی نصرت

سورہ......توبہ......آیت......40

اردو ترجمہ

''اگر تم اس (محبوب) کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی وجہ سے ان کو نکلنا پڑا۔ صرف دو جان سے جب وہ دونو غار میں تھے۔ جب اپنے ساتھی سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے ان کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی۔ اللہ ہی کا بول بالا ہے''

وضاحتیں

پس منظر

غلامان رسول مقبول ﷺ مکہ فتح کرنے کے بعد اپنے آقا و مرشد رحمت عالمیان ﷺ کی زیر قیادت طائف و حنین کے معرکوں میں شریک ہوئے۔ واپس مدینہ منورہ پہنچے تو خبریں مشہور ہونے لگیں کہ روم کے بادشاہ قیصر نے شام کے سرحدی علاقوں میں جنگ کی زبردست تیاریوں کا حکم دے دیا ہے اور مدینہ منورہ پر چڑھائی کے منصوبے تیار کر رہا ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ بہت بڑا چیلنج تھا۔ رومی سلطنت بہت بڑی تھی اور شامی سرحدی عرب قبائل جنہوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا وہ بھی قیصر کے حمائتی تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی غیرت دینی نے یہ گوارہ نہ کیا کہ کفار کے ناپاک قدموں سے مدینہ منورہ کی پاک اور مقدس زمین روندی جائے۔ آپ نے قیصر روم کے خلاف اعلان جہاد کر دیا اور مسلمانوں کو تیاری کا حکم دے دیا۔ حالات بے حد ناسازگار تھے۔ شدید گرمی کا موسم تھا۔ سفر

بہت طویل اور کٹھن تھا۔ مسلمانوں کے مالی حالات کمزور تھے۔ کھجوروں کی فصل بالکل تیار تھی۔ مسلمانوں کے لئے بہت بڑی آزمائش کا وقت تھا۔ باغوں میں خوش منظر لٹکتے ہوئے کھجوروں کے خوشوں کے مناظر اور ٹھنڈی چھاؤں ایک طرف تھی۔ لمبا۔ کٹھن اور دشوار گذار سفر دوسری طرف تھا۔ باغات کے ٹھنڈے خوشگوار اور پر بہار سائے ایک طرف تھے اور عرب کے تپتے ہوئے صحراؤں کی جھلسا دینے والی لو دوسری طرف تھی۔ ان حالات میں اتنا طویل سفر کر کے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ نبرد آزما ہونا جان جوکھوں کا کام تھا۔ منافقین تو مختلف طرح کے بہانے بنا بنا کر الگ ہو گئے اور طرح طرح سے مسلمانوں کو تضحیک کا نشانہ بنانے لگے۔ ابتداء میں بعض مسلمانوں کو بھی یہ کام بہت مشکل نظر آیا لیکن رب ذوالجلال نے جس پر جلال انداز میں مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو بیدار کیا اس سے تساہل اور کمزوری کا احساس اور خیال کرنے والوں کی آنکھیں کھل گئیں بس پھر کیا تھا سامان رسد و حرب وضرب کے ڈھیر لگ گئے۔ ایمان والوں نے دل کھول کر معاونت کی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پورا گھر کا گھر لا کر آقا کی قدموں میں ڈال دیا۔ جب حضور نے پوچھا کہ گھر میں کیا چھوڑا ہے تو عاشق صادق پکار اٹھا:

(1) پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

(1) اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو بیدار کرنے کے لئے ایک خاص واقعہ کی طرف مسلمانوں کی توجہ دلائی تھی۔ فرمایا رب ذوالجلال نے کیا ہجرت کی رات غار ثور میں تم نے میرے رسول اور اس کے فدا کار صدیق کی مدد کی تھی جب دشمن ان کے غار کے دہانے پر جا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ حالت یہ تھی کہ اگر مشرکین جھک کر اپنے پاؤں کی طرف دیکھ لیتے تو ان کو نبی پاک اور صدیق اکبر نظر آ جاتے؟

(1) علامہ اقبالؒ

یقیناً تم وہاں نہیں تھے۔ غار میں تو اللہ کے سچے رسول تھے اور ان کے فدا کار اور جانثار صدیق جوان کی خاطر جان کی بازی لگانے کے لئے تیار تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو کفار کے کڑے پہرہ سے نکلنے میں اپنے رسول کی مدد کی تھی۔ جب مکہ مکرمہ میں جفا کار مشرکین مکہ خون آشام شمشیریں لئے کاشانۂ نبوی کو گھیرے ہوئے تھے۔

غار میں دو نفوس تھے۔ حبیب کبریا اور صدیق باوفا۔ ان کے ساتھ تیسرا ان کا خدا تھا جس نے ان کی مدد کی اور کفار کی تدبیروں کو خاک میں ملا دیا۔ غار ثور کے دہانے پر مشرکین تلاش کرتے ہوئے جا پہنچے تھے۔ صدیق اکبر کو ان کی باتیں سنائی دے رہی تھیں جو وہ ایک چرواہے سے کر رہے تھے۔ وہ بے حد پریشان ہوئے انہوں نے اپنے جسم کو حضور کے لئے ڈھال بنا دیا تاکہ باہر سے اچانک کوئی حملہ ہو تو ان کو کوئی گزند نہ پہنچے جب صدیق نے تشویش کا اظہار کیا تو اللہ کے رسول جو توکل کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز تھے فرمانے لگے: ''اے ابوبکر! (2) ان دو کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا ان کا رب ہو''

اللہ کارساز حقیقی ہے۔ وہ جو چاہے جب چاہے جیسے چاہے کر سکتا ہے وہ فرماتا ہے ہو جا اور ہو جاتا ہے......

(ا) (3) اس نے غار کے دہانے پر ایک درخت کو اگنے کا حکم دیا جو اگ آیا اور خوب پھیل گیا۔ غار کے دہانے کو اچھی طرح ڈھانپ لیا۔

(ب) اس نے ایک مکڑے کو حکم دیا کہ چشم زدن میں سارے درخت میں جالا تن دے۔ اس نے جالا تن دیا جو نیا نظر نہیں آتا تھا بلکہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے پرانا ہو اور گرد و غبار میں اٹا ہوا ہو۔

(ج) اس نے جنگلی کبوتر اور کبوتری کو اس درخت کے اندر گھونسلا بنا کر اس میں انڈا دینے کا حکم دے دیا۔

---

(2) روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ۔ صحیح بخاری شریف

(3) مدارج النبوت ج2 ص87 (شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

مشرکین مکہ نے چرواہے سے پوچھ گچھ کے بعد جب غار کی طرف توجہ کی تو طرح طرح کی خیال آرائیاں کرنے لگے:

ایک کہنے لگا اگر محمد (علیہ السلام) اس میں داخل ہوئے ہوتے تو کبوتری کا انڈہ ٹوٹ جاتا اور مکڑی کا جالا درہم برہم ہو جاتا دوسرا کہنے لگا یہ درخت تو یہاں پر ان کی مدت (4) عمر سے پہلے کا اگا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

بہرحال مشرکین مکہ کو خالق ارض وسموات نے اس مقام سے ناکام ونامراد لوٹا دیا جہاں سے ایک دوسرے کی باتوں کی آواز تو کیا سانسوں کی آواز بھی سنی جا سکتی تھی۔

(2) حضور علیہ السلام تو اللہ کے جلیل القدر رسول ہیں آپ کا دل خوف سے پاک اور مطمئن تھا۔ نصرت خداوندی پر کامل یقین تھا البتہ حضرت صدیق اکبر شدید حزن وملال میں مبتلا ہو گئے تھے۔ کیوں نہ ہوتے؟

ان کی گود میں سر رکھے جو ہستی محو استراحت تھی وہ اس کی قدر ومنزلت سے آگاہ تھے۔ صدیق کی نظروں میں ساری کائنات اپنی لطافتوں اور نعمتوں سمیت ایک طرف اور ذات مصطفیٰ علیہ السلام دوسری طرف ہوں تو ان کا پلڑا بھاری رہے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا کوئی فکر وتردد نہ تھا۔ انہوں نے لڑکپن سے حضور کے ساتھ پیمان وفا باندھا تھا اور کم وبیش چالیس سالہ عرصۂ رفاقت کے دوران اس پر حرف نہ آنے دیا تھا۔ اس غار کے اندر وہ حضور کو دشمنوں کی زد پر دیکھ کر کس طرح پرسکون رہ سکتے تھے۔ یہ ان کی فطرت کا تقاضہ تھا۔ یہ ان کے قلب مضطر کی مجبوری تھی لیکن جب اپنے آقا سے تائیدایزدی اور نصرت خداوندی کا فرمان سن لیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے دل پر سکینہ اتارا (سکون کی چادر)

(3) اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں" ظاہر کرتا ہے کہ بدر کی طرح جبل ثور پر بھی ملائکہ کا نزول ہوا تھا اور ملائکہ نے ان کی مدد کی تھی۔ اس بات کی وضاحت نہیں ہے کہ کس طرح مدد کی گئی۔

---

(4) ضیاء النبی ج 3 ص 66 (پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری)

(4) پھر فرمایا ''اللہ کی مرضی پوری ہو کر رہی'' اللہ کی مرضی یہ تھی کہ مشرکین مکہ ذلیل و خوار ہو کر ناکام و نامراد واپس لوٹ جائیں۔ وہ ہرگز اللہ کے رسول پر قابو نہ پا سکیں اور پیغمبر خدا سلامتی کے ساتھ یثرب پہنچ کر اس کی وباؤں۔ بلاؤں کو دور کر کے اس کی عظمتوں کو چار چاند لگا دے اور اسے اپنے کرم سے مدینۃ النبی بنا دے۔ اللہ کی مرضی یہ تھی کہ اس کا نبی مشرکین مکہ پر غلبہ حاصل کرے۔ مکہ فتح ہو۔ شام۔ روم۔ مصر اور ایران میں اسلام کا بول بالا ہو۔ ظلم کی چکی میں پستی ہوئی اور سسکتی ہوئی انسانیت کا اس کر شرف لوٹایا جائے وہی ہوا جو اللہ نے چاہا اور ہمیشہ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

(5) کافروں کو ناکامی اور نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ان کو ایسی شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑا جس کے بارے میں وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ ان کے سارے کے سارے انتظامات اکارت گئے اور منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے اور سوائے حسرت و یاس کے ان کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔

(11) حضور ﷺ کو ستانے والے کو عذاب کی وعید

سورہ......توبہ......آیت......61

﴿اردو ترجمہ﴾

''اور ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو نبی کو ستاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو کان ہیں۔فرمایئے کہ تمہارے بھلے کے لئے کان ہیں۔اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مومنوں کی بات پر یقین کرتے ہیں اور جو تم میں سے مسلمان ہیں ان کے لئے رحمت ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ستاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے''

﴿وضاحتیں﴾

تاریخی پس منظر

رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی اور اس کے پیروکار منافقین نے بہت ذلت آمیز روش اپنا رکھی تھی۔ جب حضور اکرم کے سامنے آتے تو حضور کی تعریفیں کرتے اور اپنے ایمان کا یقین دلاتے لیکن جب اپنے جلسوں میں اکٹھے ہوتے تو ان کی زبانیں طعنہ زنی کے لئے دراز ہو جائیں اور حضور ﷺ کی شان میں ناشائستہ اور ناپسندیدہ باتیں کیا کرتے تھے۔ ایک روز ان کی محفل (1) میں اسی طرح کی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص نے ان کو منع کیا کہ ایسی باتیں نہ کیا کرو اگر ان کو خبر ہو گئی تو ہمارے لئے برا ہو گا۔ یہ سن کر ان میں سے ایک بدنصیب جلاس بن سوید کہنے لگا فکر نہ کرو جو چاہو کہتے رہو اگر ان کو خبر ہو بھی گئی تو ہم وہاں جا کر مکر جائیں گے اور قسم کھالیں گے۔ان کو جو کچھ کہہ دیا جائے مان لیتے ہیں نہ انکار کرتے ہیں اور نہ تردید کرتے ہیں۔اس آیت مقدسہ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

(1) تفسیر مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی۔

(1) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ تو کان ہیں یعنی سن تو لیتے ہیں لیکن خاموش رہتے ہیں۔ مواخذہ نہیں کرتے۔ جو کہا جائے مان لیتے ہیں۔ وہ بدنصیب یہ کہہ کر دراصل اپنی چالاکی اور حضور ﷺ کی سادگی (کمزوری) کا ذکر کرتے تھے۔ مطلب ان کا یہ تھا کہ آپ کو آسانی سے دھوکہ دیا جا سکتا ہے اور داؤ لگایا جا سکتا ہے۔

(2) منافقین کی اس ہرزہ سرائی کا جواب یہ دیا جا رہا ہے کہ وہ حضور ﷺ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ وہ ان کی سب چالوں کو سمجھتے ہیں۔ اگر وہ تمہاری بات مان لیتے ہیں۔ دروغ گوئی اور جھوٹی قسموں پر تمہارا مواخذہ نہیں کرتے تو اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ اگر وہ تمہیں جھوٹا قرار دے کر تمہارے خلاف کوئی فیصلہ کر دیں تو وہ ہو کر رہے گا اور تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

(3) فرمایا وہ تمہیں سچا نہیں سمجھتے بلکہ مومنوں کو سچا سمجھتے ہیں اور ان کی باتوں پر کامل یقین کرتے ہیں اور تم میں سے بھی جو ایمان لے آئے اور منافقت کی روش کو ترک کر کے پاک ہو جائے اس کے لئے آپ رحمت ہیں۔

(4) یاد رکھو۔ اللہ کے رسول کو ستانے والے کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ایک واقعہ (2)

بعض اوقات اللہ تبارک وتعالیٰ ان بدنصیبوں کے ڈھول کا پول کھول دیا کرتا تھا۔ مفسرین نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے تبوک کے مقام پر قیام کے دوران ایک روز اپنے خطبہ میں منافقین کی بدحالی اور بداعمالی کا ذکر فرمایا۔ جلاس بن سوید نے اپنے لوگوں کے سامنے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہم

---

(2) امام بغوی نے کلبی سے نقل کیا۔

گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ مدینہ منورہ پہنچ کر عامر بن قیس نے یہ بات حضور اکرم ﷺ کو بتا دی۔ جلاس سے باز پرس کی گئی تو کہنے لگا یارسول اللہ: عامر بن قیس نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے مجھ پر الزام عائد کیا ہے۔ حضور ﷺ نے دونوں کو حکم دیا کہ منبر پاک کے سامنے کھڑے ہو جائیں اور قسم کھائیں۔ نماز عصر ادا ہو چکی تو جلاس منبر شریف کے قریب گیا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ اس نے ہرگز ایسی کوئی بات نہیں کی۔ عامر نے دروغ گوئی سے کام لیا ہے۔ جب وہ تیرہ باطن جھوٹی قسم کھا چکا تو عامر بن قیس نے قسم کھائی اور کہا کہ جلاس نے فی الواقعہ یہ بات کی ہے اس کے بعد عامر نے اللہ کے حضور ہاتھ اٹھا دیئے اور یوں دعا کی:

''اے اللہ! اپنے نبی پر سچے کی تصدیق نازل فرما''

خالق ارض وسمٰوات نے اپنے سچے اور پرخلوص بندے کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور بذریعہ (3) وحی اس کی بات کی تصدیق فرما دی۔ جلاس شرمندہ ہو گیا اور اپنی غلطی کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گیا۔

(3) سورہ توبہ کی آیت 74 نازل ہوئی۔

(12) حضور ﷺ مومنوں کے لئے رؤف بھی ہیں اور رحیم بھی

سورہ......توبہ......آیت......128

اردو ترجمہ

''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے بے حد چاہنے والے۔ مسلمانوں پر رؤف بھی اور رحیم بھی''

وضاحتیں

(1) بعض مفسرین ''تمہارے پاس'' سے مراد اہل عرب لیتے ہیں اور بعض اس سے مراد سارا جہان لیتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ کو صرف عرب کے لئے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ آپ سب انسانوں کے رسول بن کر آئے ہیں۔ صحیح قول وہی ہے جو علامہ قرطبی نے (1) زجاج سے نقل کیا ہے کہ یہ سارے عالم کو خطاب ہے۔

(2) حضور اکرم ﷺ کی محض تشریف آوری اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے پیارے محبوب کو اس عالم امکان میں بھیج دیا ہمارا بہی خواہ اور ہمدرد بنا کر۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ احسان ہے کہ خالق ارض و سمٰوات نے اپنے پیارے محبوب کو نسل انسانی میں سے بھیجا۔ اس سے بھی بڑھ کر احسان کہ آپ کو عربی قریشی اعلیٰ نسل۔ پاکیزہ حسب و نسب اور امانت و دیانت کے اعلیٰ معیار کے ساتھ بھیجا۔ لوگ ان کے زہد و تقویٰ سے بھی آگاہ ہیں اور اخلاق حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہیں۔

(3) اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ احسان کہ آپ نسل انسانی کے محسن اور بے حد مشفق بن کر آئے۔ اولاد آدم کا مصائب و آلام میں مبتلاء ہونا آپ کے قلب مقدس پر بہت گراں گذرتا ہے۔ ہر وہ چیز جس سے بنی نوع انسان کا بھلا ہوتا ہوا سے حضور اکرم پسند فرماتے۔

---

(1) ضیاء القرآن ج2 ص269

(1) طائف کے بے راہ رو اور آوارہ منش غنڈوں نے طائف کے بازاروں میں محسن انسانیت پر بدترین تشدد روا رکھا۔ گالیاں دیں۔ پتھر برسائے۔ جسم اقدس کو لہو لہان کر دیا۔ حضور اکرم جب زخموں کی تاب نہ لا کر بیٹھ جاتے تو وہ بازو پکڑ کر کھڑا کر دیتے اور سنگ باری شروع کر دیتے۔ پاپوش مبارک خون کی وجہ سے پائے اقدس سے چپک گئے۔ بڑی مشکل سے جب ایک باغ میں پناہ لی اور آپ کے خادم حضرت زید بن حارثہ آپ کے زخم دھونے لگے تو جبرئیل امین حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے آپ کی قوم نے جو سلوک آپ کے ساتھ کیا ہے اور جو جواب آپ کو دیا ہے اللہ پاک نے سن لیا ہے۔ خالق کائنات نے میرے ساتھ یہ فرشتہ بھیجا ہے یہ ملک الجبال ہے۔ آپ اسے جو حکم دیں گے یہ بجا لائے گا۔

فرشتہ عرض کرنے لگا حضور اگر آپ ارشاد فرمائیں تو ان دونو پہاڑوں کو آپس میں ٹکرا دوں تا کہ یہ ظالم لوگ پس کر رہ جائیں۔ رحمت مجسم سید عرب و عجم نے فرمایا۔(2)

اے پہاڑوں کے فرشتے! میں صبر کا دامن نہیں چھوڑوں گا ہو سکتا ہے ان کی اولاد میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ پر ایمان لے آئیں......

حضرت زید بن حارثہ نے بھی خواہش ظاہر کی تھی کہ حضور ﷺ اہل طائف کے لئے بددعا کریں۔ حضور نے کیا جواب دیا۔ حفیظ جالندھری کی زبانی سماعت فرمائیے۔

جناب رحمۃ للعالمین نے سن کے فرمایا

کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

اللہ کے حضور ہاتھ تو اُٹھ گئے لیکن کوثر و تسنیم سے پاکیزہ تر لبوں پر بجائے طائف والوں کی تباہی و بربادی کی بددعا کے ان کی ہدایت کے لئے دعا تھی۔

(2) سبل الہدیٰ والرشاد ج 2 ص 579 جبرئیل اور پہاڑوں کا فرشتہ قرن الثعالب کے مقام پر حاضر ہوئے تھے۔

حدیث (3)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک روز حضور ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا احد کے دن سے بھی زیادہ سخت دن کوئی آپ پر گذرا ہے۔ فرمایا رسول اکرم نے مجھے جن تکالیف کا تیری قوم کے ہاتھوں یوم العقبہ کو سامنا کرنا پڑا بہت شدید تھیں۔ وہ روز جس روز میں نے بنی ثقیف کے سرداروں عبد یالیل وغیرہ کو دعوت دی تھی۔ ان کا سلوک میرے ساتھ بے حد روح فرسا اور ظالمانہ تھا۔

ایسے روح فرسا اور ظالمانہ سلوک کے بعد حضور ﷺ کا ان کے لئے عذاب طلب نہ کرنا اور اللہ کی طرف سے ان کی سخت ترین گرفت کا اختیار ہوتے ہوئے اسے استعمال نہ کرنا اس آیت مبارکہ کی بہترین تصویر و تعبیر ہے۔

(ب) مشرکین مکہ نے حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پر ایمان لانے کی پاداش میں جو روح فرسا مظالم توڑے اس کے تذکرہ سے دل سینوں میں دہل جاتے ہیں لیکن جب حضور ﷺ کو فاتح مکہ کی حیثیت میں ان پر مکمل اقتدار و غلبہ حاصل ہوا تو آپ نے ان کو نہ صرف معاف فرما دیا بلکہ انعام و اکرام سے نوازہ حضور نے انہیں بجائے مصائب و آلام کی بھٹی میں جھونکنے کے ان کے ساتھ نیک سلوک کیا اور ان کے لئے بھلائی کے طلب گار ہوئے۔

(4) یہاں تک ان لوگوں کا ذکر تھا جن کے لئے ایمان شرط نہ تھی یہ کریمانہ اور مشفقانہ سلوک عام لوگوں کے ساتھ تھا جہاں تک ایمان والوں کا تعلق ہے ان کے لئے حضور ﷺ کو خالق ارض و سموات نے دو خاص صفات اپنی صفات میں سے عطا فرمائیں رؤف اور رحیم رؤف مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کے معنی بے حد مہربانی اور شفقت فرمانے والا کے ہیں۔

---

(3) سیرت النبویہ ابن کثیر ج 2 ص 151-150

حضرت حسین بن فضل فرماتے ہیں کہ یہ دوصفات اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ناموں میں سے صرف محسن انسانیت حضور محمد ﷺ کو عطا فرمائی ہیں۔ اپنی ان دوصفات کو خالق کائنات نے اور کسی نبی یا رسول میں جمع نہیں فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ کی سیرت مقدسہ اور حیات طیبہ میں سے چند واقعات پیش خدمت ہیں جن سے یہ امر واضح ہو جائے گا کہ آپ مومنوں پر کس درجہ شفقت فرمایا کرتے تھے۔

(ا) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ نے ایک مرتبہ کلمۂ حق کہنے کی پاداش میں بیت اللہ شریف کے سامنے اس قدر ظالمانہ انداز میں زدوکوب کیا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور جان کے لالے پڑ گئے قبیلہ کے لوگ ان کو اٹھا کر گھر لے گئے۔ بڑی دیر کے بعد ہوش وحواس قدرے بحال ہوئے تو سب سے پہلے حضور ﷺ کی عافیت کے بارے میں سوال کیا اور مطالبہ کر دیا کہ میں تو اسی حالت میں ابھی حضور کی زیارت کروں گا۔ حضور دار ارقم میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رات کی تاریکی میں چھپ کر دار ارقم لے جایا گیا۔ وہ حضور کو دیکھ کر ان کے قدموں میں گر پڑے۔ آپ نے عافیت دریافت کی تو عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے کوئی تکلیف نہیں سوائے ان جوتیوں کی ضربوں کے جو عتبہ نے میرے چہرے پر ماری ہیں۔ شفیق آقا نے اپنے جان نثار غلام کا سوجا ہوا چہرہ دیکھا تو اس پر جھک گئے اور ان کو بوسے دینے لگے۔ مسلمان بھی حضرت ابو بکر پر جھک گئے اور حضور ﷺ کی رحیم ذات پر بہت زیادہ رقت (4) طاری ہوگئی۔

(ب) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جب دولت ایمان نصیب ہوئی تو امیہ بن خلف اور دوسرے مشرکین نے جور واستبداد کے دروازے ان پر وا کر دیئے۔ دنیا کا ہر ستم ان پر آزمایا جانے لگا۔ ایک بے یار ومددگار غلام کی اوقات ہی کیا تھی!

(4) ضیاء النبی ج 1 ص 240 (پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری)

خوش نصیب بلالؓ کو ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے بدترین ظلم و تشدد کا نشانہ بنتے دیکھا۔ شفیق آقا کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔ حضرت بلالؓ کو صبر کی تلقین فرمائی لیکن اپنے خدا کا رصدیق اکبرؓ کو بلالؓ کی رہائی کا عندیہ دیا اور خواہش ظاہر فرمائی کہ مل کر بلال کی قیمت ادا کریں۔ صدیق اکبر کو جب منشائے حبیب کبریا سے آگہی ہوئی تو بھاری سے بھاری قیمت ادا کر کے بلال کو خرید لیا اور اپنے آقا کی خدمت میں پیش کر دیا۔

دربار رسالت میں حاضری کا منظر (5) ملاحظہ فرمایئے:

''جب میں پہلی مرتبہ ان سے ملا تو وہ تنکوں کی اک سادہ سی چٹائی پر اپنے عم زاد علی کے ساتھ بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھا تو آنکھیں بھر آئیں ..... وہ جلدی سے اٹھے اور مجھ سے بغل گیر ہو گئے مجھے گلے سے لگانے کے بعد ارشاد فرمایا: ''بلال جب تک دنیا قائم ہے یہ بات یاد رکھی جائے گی کہ اسلام کی راہ میں اذیت برداشت کرنے والے پہلے شخص تم تھے''

ان کے گرم گرم آنسو میرے چہرے پر گر رہے تھے۔ جب سے میرے ماں باپ اللہ کو پیارے ہوئے تھے یہ پہلے شخص تھے جن کے محبت بھرے آنسو میں نے اپنے چہرے پر محسوس کیئے تھے۔''

کیا شفقت ہے!

کیا کرم ہے!

کیا انداز بندہ نوازی ہے!

آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیق سے پوچھا تم نے بلال کو اکیلے خرید لیا مجھے اس میں شامل کیوں نہ کیا؟ مولانا جلال الدین رومی نے اس واقعہ کو محبت بھرے انداز میں مثنوی میں یوں بیان کیا ہے:

---

(5) بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص 51 از سلیم گیلانی

تو چرا تنہا خریدی بہر خویش ۔۔۔ باز گو احوال اے پاکیزہ کیش

گفت ما دو بندگان کوئے تو ۔۔۔ کردمش آزاد من بر روئے تو

تو مرا میدار بندہ و یار غار ۔۔۔ ہیچ آزادی نہ خواہم زینہار

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا تو نے اسے تنہا اپنے لئے کیوں خرید لیا۔ اے پاکیزہ نفس انسان مجھے اس کی وجہ بتا دے۔

حضرت صدیق اکبر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! ہم دونو آپ کی گلی کے غلام ہیں۔ میں نے آپ کے روئے تاباں کے صدقے بلال کو آزاد کر دیا ہے پر اے اللہ کے رسول! مجھے اپنا غلام اور یار غار بنائے رکھنا میں ہرگز اس غلامی سے آزادی کا طلب گار نہ ہوں گا۔

(ج) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے داماد تھے۔ جگر گوشۂ رسول سیدہ رقیہ آپ کے عقد میں تھیں ہجرت کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت عثمان مرجھا کر رہ گئے۔ ایک روز (6) حضرت عثمان غنی کی ملاقات حضور اکرم سے اسی حالت میں ہوئی کہ وہ بے حد غمگین اور دل گرفتہ ہو رہے تھے۔ حضور ﷺ نے وجہ دریافت فرمائی تو عرض کرنے لگے:

''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا کسی دوسرے پر بھی ایسا صدمہ گذرا ہے جو مجھ پر گذرا ہے صاحبزادیٔ رسول انتقال کر گئی ہیں اور رشتہ سسرالی قربت کا میرے اور حضور کے درمیان ختم ہو گیا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عثمان! تم یہ کیا کہتے ہو؟ جبرئیل نے مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا ہے کہ میں رقیہ کی بہن ام کلثوم کو اسی مہر میں تمہارے نکاح میں دے دوں''

(د) حضرت زید بن حارثہ اور ان کے بیٹے اسامہ بن زید کو آپ بہت عزیز رکھتے تھے۔ حضرت زید حضور ﷺ کے غلام تھے۔ جب انہوں نے اپنے باپ کے

(6) روایت حضرت ابو ہریرہ (مستدرک حاکم)

ساتھ جانے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے تو حضور کی غلامی دنیا بھر کی آزادیوں سے عزیز ہے تو آپ کو بے حد خوشی ہوئی۔ ان کو آزاد کر دیا اور بیٹا بنا لیا۔ حضرت زید جوان ہوئے تو اپنی پھوپھی کی بیٹی حضرت زینبؓ کا ان سے نکاح کر دیا۔ مکہ فتح ہوا اور حضور فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت اسامہ بن زید کو اپنی اونٹنی پر سوار کر رکھا تھا۔ آخری لشکر جسے شام کی طرف روانہ کرنے کے لئے حضور نے اپنی علالت کے آیام میں تیاری کا حکم دیا اس میں جلیل القدر مہاجرین و انصار صحابہ شامل تھے۔ اس لشکر پر حضرت اسامہ بن زید کو سپہ سالار مقرر فرمایا۔

(ر) حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے لئے خفیہ تیاری کی۔ کسی طرح حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ کو خبر مل گئی تو انہوں نے ایک خفیہ خط کے ذریعے اہل مکہ کو خبردار کرنے کی کوشش کی۔ حضور کو بذریعہ وحی اس پر مطلع کر دیا گیا۔ خط ایک عورت کے بالوں سے مکہ کے راستہ پر برآمد کر لیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے تلوار نکال کر حضور سے اجازت طلب کی کہ حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ کی گردن اڑا دیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں عمر نہیں حاطب بدری ہے۔ تمہیں کیا معلوم اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کے سارے گناہ معاف فرما دیئے ہوں حضور ﷺ نے حضرت حاطب کا عذر قبول فرما لیا اور ان کو معاف کر دیا۔

(س) حضرت عبداللہ جو عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین کے بیٹے تھے سچے اور پر خلوص مومن تھے۔ غزوہ بنی مصطلق کے موقعہ پر جب عبداللہ ابن ابی نے گستاخانہ روش اختیار کرتے ہوئے حضور اکرم اور مہاجرین کے خلاف ہرزہ سرائی کی تو حضرت عبداللہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اگر حضور عبداللہ ابن ابی (ان کے والد) کے قتل کا فیصلہ کر چکے ہیں تو مجھے اجازت دیجئے تا کہ میں

اپنی تلوار سے یہ کام انجام دوں۔ حضور نے حضرت عبداللہ پر بے حد شفقت فرمائی اور عبداللہ ابن ابی کو معاف کر دیا۔

اشفاق کے (7) لغوی معنی ڈرانے کے ہیں اور شفقت میں بھی یہی معنی پائے جاتے ہیں کیونکہ مشفق اس بات سے ڈرتا ہے کہ اسے کوئی گزند یا ضرر نہ پہنچ جائے حضور ﷺ بھی ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ مومنوں کو کوئی گزند پہنچے۔ اسی شفقت کا نتیجہ تھا کہ حضور شریعت کے احکام میں مومنوں کے لئے آسانی کی راہ اختیار کرتے تھے۔ حضور ﷺ امامت کا فریضہ انجام دینے والے صحابہ کو نرمی اختیار کرنے کا حکم دیتے تھے۔ خود امامت فرما رہے ہوتے اور کسی بچے کے رونے کی آواز کان میں پڑتی تو نماز کو ہلکا کر دیا کرتے تھے تا کہ ماں (8) جلد از جلد اپنے بیٹے کے پاس پہنچ جائے۔

---

(7) مدارج النبوت ج 1 ص 81

(8) خواتین اس وقت مسجد میں با جماعت نماز ادا کیا کرتی تھیں

(13) قرآن حضور ﷺ کا ایک زندہ معجزہ

سورہ......ابراہیم......آیت......1

﴿اردو ترجمہ﴾

''ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری ہے کہ تم لوگوں کو اندھیریوں سے اجالوں کی طرف لاؤ ان کے رب کے حکم سے اس کی راہ کی طرف جو عزت والا سب خوبیوں والا ہے''

﴿وضاحتیں﴾

(1) ا۔ل۔ر حروف مقطعات ہیں یہ حروف تعداد میں (1)14 ہیں اور 29 (2) سورتوں کے آغاز میں آئے ہیں۔ان کے معنی کے بارے میں مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں۔مفسرین کرام اپنے طور پر ان کے مختلف معنی بیان کرتے ہیں۔

(2) کتاب سے یہاں مراد قرآن مقدس ہے۔

(3) اس کتاب کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔یہ کتاب کسی انسانی ذہن کی پیداوار یا کاوش نہیں ہے جس طرح کہ مشرکین مکہ کہا کرتے تھے۔کبھی کہتے اسے خود ہی لکھ لیا ہے کبھی کہتے کسی غلام نے لکھ کر دیا ہے اور عقل کے اندھے جس غلام کا نام لیتے وہ عجمی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو بلند پایہ کی عربی زبان ہے اور نادانو جس شخص کا تم نام لیتے ہو وہ عجمی ہے (3) عربی زبان سے نابلد ہے۔کبھی کہا کرتے

---

(1) چودہ حروف مقطعات یہ ہیں۔ا۔ح۔ر۔س۔ص۔ط۔ع۔ق۔ک۔ل۔م۔ن۔ھ۔ی۔

(2) بقرہ۔آل عمران۔یونس۔ھود۔یوسف۔رعد۔مریم۔ابراہیم۔حجر۔طٰہٰ۔نمل۔عنکبوت۔روم۔ لقمان۔سجدہ۔یٰس۔ص۔مومن۔حم سجدہ۔الشوریٰ۔زخرف۔دخان۔جاثیہ۔احقاف۔ق۔قلم

(3) سورہ النحل آیت 103

تھے بس یہ تو قصے کہانیاں ہیں اگلے لوگوں کی جمع کر لی گئی ہیں۔ وہ ظالم اس کتاب کی قدر و منزلت کو گھٹانے کے لئے اس طرح کے بے ہودہ دعوے کیا کرتے تھے کیونکہ قصہ کہانیوں کی کتابوں کا مقصد تو محض تفریح طبع ہوتا ہے۔ آیت کے اگلے حصہ میں واضح کر دیا کہ اس کتاب کے نزول کا تو ایک واضح مقصد ہے اور وہ مقصد اعلیٰ وارفع ہے۔

(4) نزول قرآن کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کتاب لوگوں کو اندھیروں سے اجالوں کے طرف لانے والی ہے۔ اندھیرے کفر وشرک کے ہوں۔ فسق و فجور کے ہوں یا بداعمالیوں کے۔ یہ کتاب توحید ورسالت کی عطر بیز روشن فضاؤں تک پہنچانے والی ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فریضہ ٹھہرا کہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر اجالوں سے روشناس کرائیں۔ واقعات سیرت و تاریخ شاہد ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیمات قرآنی کی مدد سے کفر وشرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو حق پرستی اور خدا شناسی کے نور میں تبدیل کر دیا۔ لات وعزیٰ کی ربوبیت کو خاک میں ملا دیا۔ لوگوں کا خالق ارض وسمٰوات سے ٹوٹا ہوا عبودیت کا رشتہ نہ صرف قائم کر دیا بلکہ اسے اس قدر مضبوط کر دیا کہ پھر کفر وشرک کی آندھیاں اسے منقطع نہ کر سکیں۔ درج ذیل چند واقعات سے اندازہ ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی تعلیمات کی مدد سے کس طرح لوگوں کو کفر وشرک کے اندھیروں سے نکال کر توحید کی حیات بخش کرنوں سے منور کیا۔

(۱) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حالت کفر میں بہت سخت تھے گھر سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے نکلے۔ دار ارقم پہنچنے سے قبل بہن اور بہنوئی کے ایمان لانے کی خبر سن کر ان کے گھر جا پہنچے۔ دونو کو مار مار کر لہولہان کر دیا لیکن بہن نے صاف صاف کہہ دیا کہ جان دے دوں گی دین حق سے نہیں پھروں گی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اچھا مجھے قرآن سناؤ۔ قرآن سننا تھا کہ دل کی دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا۔ تعلیمات قرآنی نے فاروق اعظم کی کفر وشرک کی تاریکیوں کو

ایمان وایقان کے اجالوں میں تبدیل کر دیا اور وہ دارارقم میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

(ب) حضرت طفیل بن عمرو دوسی قبیلہ دوس سے تعلق رکھنے والے ایک دانا اور صاحب بصیرت شخص تھے۔ وہ ادیب اور شاعر بھی تھے اور اپنے قبیلے کے سردار بھی۔ حضور ﷺ کی بعثت کے بعد وہ مکہ تشریف لے گئے تو مشرکین مکہ نے ان کو حضور اکرم سے بدظن کر دیا اور ان کو مجبور کر دیا کہ وہ نہ تو حضور کو ملیں اور نہ ہی ان کی بات سنیں حضرت طفیل جب بیت اللہ شریف میں جاتے تو کانوں میں روئی ٹھونس لیتے تا کہ حضور سے آمنا سامنا ہو تو ان کی کوئی بات سماعتوں سے نہ ٹکرائے۔

ایک روز کعبۃ اللہ میں گئے تو اچانک حضور کو محو عبادت دیکھا۔ خود فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میری مرضی کے بغیر اس کے محبوب کی آواز میرے کانوں تک پہنچ گئی۔ جب میں نے دل آویز کلام سنا تو میں نے اپنے آپ کو سرزنش کرتے ہوئے کہا:

میری ماں کے بچے (4) مریں! بخدا میں ایک عقل مند آدمی ہوں شاعر بھی ہوں۔ کلام کی خوبی اور خرابی کی پہچان رکھتا ہوں اس شخص کی بات سننے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا''۔

حضور اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے تو طفیل بھی ان کے پیچھے پہنچ گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کو بٹھایا اور قرآن سنایا۔ وہ اسی وقت دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے۔ کتاب ہدایت نے طفیل بن عمرو دوسی کے کفر و شرک کے پردے چاک کر دیئے اور دین اسلام کی روشن دنیا میں پہنچا دیا۔

(ج) نجاشی حبشہ کا بادشاہ تھا۔ مسلمان جب ہجرت کر کے حبشہ گئے تو مشرکین مکہ نے ایک وفد نجاشی کے دربار میں مہاجرین کو واپس لانے کے لئے بھیجا۔ وفد کے لوگ اپنے ساتھ بیش قیمت تحائف لے کر گئے اور نجاشی کے دربار کے مذہبی

---

(4) ضیاء النبی ج 2 ص 403

راہنماؤں کی ہمدردیاں خرید لیں انہوں نے بادشاہ کو بھی تحائف پیش کیے۔ جب وہ اپنا مدعا زبان پر لائے اور نجاشی کے درباریوں اور پادریوں نے ان کی بھرپور حمایت کی تو نجاشی نے کہا یہ انصاف کے تقاضوں کے منافی ہے کہ میں مہاجرین کی بات سنے بغیر ہی انہیں تمہارے سپرد کر دوں بادشاہ نے مہاجرین کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ان کے ساتھ دین اسلام اور حضور ﷺ کی ذات اور تعلیمات پر کھل کر بات کی۔ مہاجرین کی طرف سے حضرت جعفرؓ نے بات کی۔ نجاشی کی خواہش پر حضرت جعفر نے کلام پاک کی تلاوت کی۔ اللہ تعالیٰ کا مقدس اور پاکیزہ کلام سن کر نجاشی فوراً ایمان لے آیا۔ مہاجرین کو اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دے دی۔ مشرکین کو ان کے تحائف لوٹا دیئے اور وہ ناکام و نامراد مکہ لوٹ گئے۔

(د) ضماد ازدی کا عرب کے ایک مشہور قبیلہ سے تعلق تھا۔ وہ اپنے قبیلہ کا رئیس تھا۔ آسیب کے مریضوں کو دم کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضور اکرم کی بعثت کے بعد مکہ مکرمہ گیا تو مشرکین مکہ نے اسے بتایا کہ ہمارے ایک عزیز کو آسیب کی بیماری ہے اس کی وجہ سے وہ طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نبی بن کر آیا ہوں۔ تم ان کو دم کرو ہو سکتا ہے تمہارے دم سے صحت یاب ہو جائیں اور ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں۔ ضماد نے وعدہ کر لیا کہ ضرور دم کروں گا۔ ایک روز اس نے حضور اکرم ﷺ کو صحن کعبہ میں تشریف فرما دیکھا تو قریب جا کر بیٹھ گیا۔ آپ نے جب اس کی طرف التفات فرمایا تو کہنے لگا: میں آسیب کا دم کیا کرتا ہوں جس سے مریضوں کو شفا ہو جاتی ہے اگر اجازت ہو تو میں آپ کو بھی دم کروں کیونکہ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔''

حضور پرنور شافع یوم نشور ﷺ نے اس کی بات سن کر فرمایا مجھے آسیب کی بیماری نہیں ہے بلکہ میں تو اللہ کا رسول ہوں پھر آپ نے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی اور ضماد کو اسلام کی دعوت دی۔ ضماد پاکیزہ کلام سن کر بے خود ہو گیا اور عرض کرنے لگا یہ پاکیزہ کلام پھر پڑھیئے۔ حضور نے تین مرتبہ وہی آیات بینات دہرائیں ضماد ازدی کہنے لگا:

''نہ یہ جادو کے بول ہیں۔ نہ یہ کاہنوں کی بات ہے اور نہ یہ شاعروں کا کلام ہے۔ بلاشبہ یہ کلام بھی پاک ہے اور آپ بھی اللہ کے سچے رسول ہیں''

ضماد ازدی نے فوراً دولت اسلام سے اپنا دامن بھر لیا۔ کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھٹ گئے اور ایمان وایقان کے اجالوں نے ان کے قلب کو منور کر دیا۔

(د) نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مکہ مکرمہ میں حضور اکرم کی خدمت عالیہ میں باریاب ہوا جو چوبیس افراد پر مشتمل تھا۔ آپ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ یہ لوگ حبشہ کے مہاجرین سے حضور کی بعثت کی خبر سن کر حاضر ہوئے تھے۔ جب ان کو اذن باریابی نصیب ہوا اور سرور دین کی خدمت میں جا بیٹھے تو حضور نے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا کلام سن کر ان کے دلوں میں رقت طاری ہو گئی۔ آنسو جاری ہو گئے۔ دلوں پر پڑے ہوئے کفر و شرک کے پردے ایک ایک کر کے ہٹنے لگے۔ تاریکیاں چھٹنے لگیں آپ نے تلاوت ختم فرمائی تو ان کی زبانوں پر کلمہ شہادت جاری ہو گیا۔ ایک ایک کر کے آگے بڑھے اور سرور دین کے مقدس ہاتھ پر اسلام کی بیعت کر لی۔ مشرکین مکہ ارد گرد اپنی اپنی محافل سجائے بیٹھے تھے۔ یہ مناظر دیکھ کر ان کے سینوں پر سانپ لوٹتے رہے۔ ابوجہل بد بخت تو آپے سے باہر ہو گیا اور جب ان حق پرستوں کا قافلہ وطن کی طرف روانہ ہونے لگا تو وہ ان سے الجھ پڑا مشرکین کی طرف سے لعن طعن کے تیروں پر کسی شدید رد عمل کا اظہار کرنے کے بجائے ان حق پرستوں نے صرف اتنا کہا

کہ تمہارے لئے تمہاری راہ اور ہمارے لئے ہماری راہ۔ ان خوش نصیب لوگوں کے بارے میں قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا گیا (ترجمہ) (5) ''جب رسول کی طرف اتارا گیا (قرآن) سنتے ہیں تو تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے چھلک رہی ہوتی ہیں۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہمیں گواہوں میں لکھ لے''۔

(س) انسانوں کے علاوہ جنات پر بھی اس پاکیزہ کلام نے اپنا اثر دکھایا۔ جنات کا ایک واقعہ سنیے:

طائف سے واپسی پر محبوب رب کریم نے وادیٔ نخلہ میں قیام فرمایا۔ رات گذر گئی۔ صبح طلوع ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ نماز فجر کی ادائیگی کے لئے کھڑے ہو گئے۔ صبح کا نورانی وقت۔ پرسکون ماحول۔ اللہ کا کلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کی مبارک زبان کیا نظارہ ہوگا!

وادی سے نصیبین کے نوجنوں کا ایک طائفہ گذر رہا تھا۔ جب ان کی سماعتوں سے قرآن مقدس کے پاکیزہ الفاظ ٹکرائے تو دلوں کی دنیا بدل گئی۔ صدیوں سے دلوں پر پڑے ہوئے کفر و شرک کے پردے چاک ہو گئے کفر و شرک کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔ دل نور ایمان سے منور ہو گئے اسی وقت ایمان لے آئے لیکن بجائے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے وطن واپس چلے گئے اور اپنی قوم کو جا کر قرآن مقدس کی ابدی تعلیمات پیش کیں۔ پھر اپنی قوم کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ کے مقدس ہاتھوں پر بیعت کی اور قرآنی تعلیمات سے بہرہ ور ہوئے۔

قرآن مقدس اللہ کا پاک کلام حضور اکرم ﷺ کا زندہ معجزہ ہے۔ آپ کے ظاہری وصال کے بعد بھی قرآن کا اعجاز جاری ہے چند واقعات ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر مہمان آئے ہوئے تھے۔ ان کے لئے دستر خوان بچھایا گیا اور کھانا چنا جانے لگا۔ ایک لونڈی شوربے

(5) سورہ مائدہ آیت 83

کا ایک بڑا پیالہ لا رہی تھی کہ اس کے ہاتھ سے پھسل گیا اور امام عالی مقام پر الٹ گیا جس سے جسم اور لباس شوربے میں لت پت ہو گئے۔ آپ کو غصہ آ گیا۔ غصہ بھی تاریکی کی مانند ہے جو عقل وخرد پر چھا جاتا ہے۔ لونڈی پہلے تو خوف زدہ ہوگئی پھر سنبھل گئی۔ آخر لونڈی بھی خاندان رسالت سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے قرآن مقدس کا سہارہ لیا اور یوں معذرت کی:۔

(1) کاظمین الغیظ

اللہ کے بندے غصہ پر قابو پانے والے ہوتے ہیں۔ امام عالی مقام نے سن کر فرمایا: ''میں نے غصہ پر قابو پالیا''

(2) عافین عن الناس

اللہ کے بندے لوگوں کو معاف کرنے والے ہوتے ہیں امام عالی مقام نے فرمایا: ''میں نے تمہیں معاف کر دیا''

(3) واللہ یحب المحسنین

اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ امام عالی مقام نے فرمایا: ''میں نے تمہارے ساتھ احسان کیا اور تمہیں اللہ کی رضا کی خاطر آزاد کر دیا۔

قارئین محترم! کس طرح قرآن مقدس نے امام عالی مقام کو غصہ کی تاریکیوں سے نکال کر عفو و درگذر کے اجالوں تک پہنچایا!

(ب) موسیٰ بن محمد بن سلمان الہاشمی ایک ناز پروردہ رئیس تھے۔ بے پناہ مال و دولت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دولت کے ساتھ حسن و جمال کی دولت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ ہر وقت عیش و مسرت کے جھولے جھولا کرتے تھے۔ ذوق بھی بہت اعلیٰ پایا تھا۔ عالی شان محل تعمیر کروا رکھا تھا۔ اس پر ایک بلند و بالا اور پرشکوہ

بالا خانہ تھا۔اس کے چاروں طرف کھڑکیاں تھیں جو پھلواڑیوں میں کھلتی تھیں۔ بالا خانہ پھولوں کی تازہ خوشبو سے مہکتا رہتا تھا۔شراب کا دور بھی چلتا تھا اور رقص وسرور کی محفلیں بھی منعقد ہوئی تھیں۔خوشامد کرنے والے مصاحبین کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔

ایک رات اسی طرح کا جشن مسرت برپا تھا کہ قریب کی مسجد سے ایک نہایت دلکش لیکن رنج والم میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ آواز موسیٰ کی سماعتوں سے کیا ٹکرائی دل بے چین ہو گیا۔ خدام کو حکم دیا کہ اس شخص کو لے کر آؤ۔ وہ ایک لاغر اندام شخص کو اپنے ساتھ لے کر آئے۔ محفل رقص وسرور تھم گئی۔

موسیٰ نے پوچھا: ''کیا مسجد میں آپ پڑھ رہے تھے؟''

جواب ملا: ''ہاں! میں ہی پڑھ رہا تھا''

موسیٰ نے پوچھا: ''کیا پڑھ رہے تھے؟''

جواب ملا: ''قرآن پڑھ رہا تھا''

موسیٰ نے کہا: مجھے قرآن سناؤ۔

اس شخص نے قرآن کی تلاوت کی۔ جو آیات مبارکہ اس نے تلاوت کیں وہ جنت کے بارے میں تھیں۔ان میں جنت کی نعمتوں کو یوں تذکرہ تھا:

''بے شک نیک لوگ جنت کی نعمتوں میں ہونگے مسہریوں پر بیٹھے ہوئے۔ عجائبات دیکھتے ہوں گے۔اے مخاطب تو ان کے چہروں پر شادابی اور سرسبزی دیکھے گا اور ان کے پینے کے لئے سر بمہر شراب ہوگی جو خالص ہوگی اور اس پر مشک کی مہر لگی ہوگی'' درویش نے پھر تلاوت شروع کر دی۔ جو آیات اب اس نے پڑھیں ان میں دوزخ کا ذکر تھا:

''کافر لوگ دوزخ میں ہونگے۔ ان کو آگ کا سخت عذاب ہوگا اور وہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے''

قرآن مقدس کی آیات مقدسہ کو سن کر موسیٰ کے دل میں ایک انقلاب برپا ہو گیا۔

دل پر پڑے ہوئے فسق وفجور کے پردے ہٹ گئے۔ بداعمالی اور فحاشی کی تاریکیاں چھٹنے لگیں۔ جام وسبوٹوٹ گئے۔ مصاحبین کنارہ کش ہو گئے۔ لباس فاخرہ اتار پھینکا۔ ہر وقت عبادت میں مشغول رہنے لگے۔ اتنی زیادہ ریاضت کرتے کہ لوگوں کو ان پر ترس آنے لگتا۔ جب کوئی بہی خواہ ریاضت میں کچھ تخفیف کرنے کا مشورہ دیتا تو یہ کہہ کر انکار کر دیتے کہ میں اللہ تعالیٰ کی بہت نافرمانیاں کر چکا ہوں۔ حد سے زیادہ گناہ میرے نامۂ اعمال کو سیاہ کر چکے ہیں وہ کیسے معاف ہونگے۔ پاپیادہ حج کے لئے روانہ ہوئے سامان سفر میں ایک تھیلا۔ ایک موٹا کپڑا اور ایک پیالہ تھا۔ حج کے بعد حطیم کے قریب ٹھکانہ بنالیا اور گڑ گڑا کر یہ دعا کیا کرتے:

"یا اللہ! میری راتیں ایسی گذریں کہ میں نے تجھے یاد نہ کیا۔ میرے اعمالنامے گناہوں کے اندراج سے بھرے ہوئے ہیں۔ مجھے معاف فرمادے"

مکہ مکرمہ سے لوٹ کر گھر واپس نہ گئے۔ مکہ مکرمہ میں ہی راہئ ملک عدم ہوئے۔

(چ) فرانس کے ایک مفکر ڈاکٹر غرینیہ نے قرآن مقدس کا فرانسیسی ترجمہ پڑھا۔ اس نے قرآن میں کفر وشرک کی تاریکیوں کی ایک مثال سورہ نور (6) میں پڑھی۔ کچھ عرصہ کے بعد ڈاکٹر غرینیہ کو ایک سمندری سفر درپیش آ گیا۔ ایک رات وہ جہاز میں اپنے کیبن سے باہر نکلا۔ اندھیری رات تھی سمندر کا سیاہ پانی اور زیادہ تاریکی کا باعث تھا۔ اتنا اندھیرا تھا کہ اسے اپنے جسم کے بعض حصے نظر نہ آتے تھے۔ اسے فوراً قرآن مقدس کی وہ مثال یاد آ گئی جو اس نے تاریکی کے بارے میں پڑھی تھی۔ وہ مثال بالکل ان حالات کے مطابق تھی جو اسے درپیش تھے۔ وہ سوچنے لگا کہ مسلمانوں کے نبی نے بہت زیادہ سمندری سفر کئے ہونگے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اتنی عمدہ مثال دی ہے۔ اس نے دل میں سوچ لیا کہ پیرس جا کر مسلمانوں کے اسلامک سنٹر میں جا کر تحقیق کروں گا۔ جب اسے پتہ چلا کہ

(6) سورہ نور آیت 40

حضور ﷺ نے ایک بھی سمندری سفر نہیں کیا تو اس کا قلب نور ایمان سے منور ہو گیا۔ دل پر پڑے ہوئے کفر و شرک کے پردے چاک ہو گئے۔ کفر کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا دل ایمان وایقان کے نور سے منور ہو گیا وہ پکار اٹھا:

بلا شبہ قرآن اللہ کا کلام ہے کسی بشر کا نہیں۔ محمد اللہ کے سچے رسول ہیں۔ دین اسلام سچا اور پاکیزہ مذہب ہے۔

(د) ایک سکھ ڈاکٹر کے دل پر چھائی کفر کی تاریکیاں اس وقت چھٹ گئیں جب اس نے قرآن میں پڑھا کہ بچہ ماں کے پیٹ میں تین تاریکیوں میں پرورش پاتا ہے۔ وہ ڈاکٹر تھا اور جانتا تھا کہ بچہ ایک جھلی میں لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ جھلی ماں کے رحم میں ہوتی ہے اور رحم مادر پیٹ میں۔ یہی تین تاریکیاں مراد ہیں۔ ڈاکٹر جانتا تھا کہ ماں کے پیٹ کے اندر بچے کی پرورش کے مختلف مراحل کے بارے میں طبی سائنس کو گزشتہ دو صدیوں میں صحیح معلومات حاصل ہوئی ہیں جبکہ قرآن مقدس نے یہی حقیقت چودہ سو سال پہلے بیان کر دی تھی۔ اس کے دل میں یقین پیدا ہو گیا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسلام ہی ایک مکمل اور سچا دین ہے۔

(5) اس آیت مقدسہ میں خاص طور پر ایک بات قابل توجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تاریکیوں کے لئے ''ظلمات'' جمع کے صیغہ میں لایا گیا ہے جبکہ ''نور'' واحد کے صیغہ میں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دین حق ایک ہے۔ اس کا راستہ ایک ہے اور بالکل سیدھا ہے جبکہ اس پاکیزہ راستہ کو چھوڑ کر باقی لاتعداد راستے ہیں جو تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ کسی نے کفر کا راستہ اختیار کیا کسی نے شرک کا راستہ اپنایا۔ کوئی فسق و فجور کی راہ پر چل پڑا۔ کسی نے اوہام باطلہ اور خیالات فاسدہ سے اپنے ذہن کو تاریکیوں میں ڈبو دیا۔ چونکہ کفر و ضلالت کے طریقے لاتعداد ہیں اس لئے ''ظلمات'' کو جمع کے صیغہ میں لایا گیا ہے۔

(14) معراج مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

سورہ......بنی اسرائیل......آیت......1

﴿اردو ترجمہ﴾

''پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو مسجد حرام سے
مسجد اقصیٰ تک جس کے گرد اگرد ہم نے برکت رکھی ہے کہ ہم اسے
اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں''

﴿وضاحتیں﴾

تاریخی پس منظر

رسول اکرم ﷺ مختلف قبائل میں تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے ہوئے طائف تشریف لے گئے۔ طائف والوں نے حضور کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ نہ صرف یہ کہ تعلیمات اسلامی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اللہ کے رسول کے ساتھ بہت برا سلوک بھی کیا۔ آپ پر پتھر برسائے گئے۔ تضحیک واستہزا کا نشانہ بنایا گیا۔ اس وحشیانہ سلوک سے آپ کو بے حد دکھ پہنچا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دکھ اور پریشانی کے عالم میں معراج کے عظیم الشان معجزہ سے اپنے پیارے محبوب کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ حضور اکرم کو معراج کا شرف کب حاصل ہوا؟ اس کے بارے میں جو حتمی بات کہی جا سکتی ہے وہ تو یہ ہے کہ سفر طائف کے بعد اور ہجرت مدینہ سے قبل۔ سال کے تعین کے بارے میں اختلاف رائے ہے مثلاً ہجرت سے ایک سال قبل ہجرت سے دو سال قبل یا ہجرت سے تین سال قبل۔ علامہ علی بن برہان الدین حلبی لکھتے ہیں کہ معراج ہجرت سے ایک سال قبل ہوا۔ ابن حزم اور کئی دوسرے سیرت نگاروں نے اس کی تصدیق کی ہے۔ سفر معراج دو حصوں پر مشتمل تھا زمینی

سفر اور سمٰوات کا سفر۔ اس آیت مقدسہ میں زمینی سفر کا ذکر ہے۔

(1) فرمایا وہ ذات جس نے سیر کرائی وہ پاک ہے۔ ہر خامی۔ ہر کوتاہی اور ہر کمزوری سے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ دلوں کے بھیدوں کو جاننے والا ہے۔ اسے علم تھا کہ اس محیر العقول واقعہ کے بارے میں سن کر لوگ بھڑک اٹھیں گے اور طرح طرح کے اعتراضات وارد کرنا شروع کر دیں گے۔ اس لئے سینکڑوں سال بعد اٹھنے والے سوالات اور اعتراضات کا ایک مکمل جواب صرف دو الفاظ میں دے دیا۔ فرمایا سیر کروانے والا ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ جو چاہے جب چاہے جیسے چاہے کر سکتا ہے۔ اس کے لئے مہینوں کا راستہ لمحوں میں طے کرا دینا کچھ مشکل نہیں۔ وقت اور فاصلہ کی حدود و قیود مخلوق کے لئے ہیں خالق کے لئے نہیں۔ رات کے ایک قلیل حصہ میں بیت المقدس۔ سات آسمان۔ بیت المعمور۔ سدرۃ المنتہیٰ جنت دوزخ اور عرش اعظم کے ان گنت مشاہدات کروا دیئے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ خالق کائنات نے اعتراضات کا دروازہ بند کرنے کے لئے پہلے ہی کلام کا آغاز اپنی صفت ''سبحان الذی'' سے کیا۔ کائنات کے انتظام و انصرام کی باگ ڈور خالق کائنات کے دست قدرت میں ہے۔ وہ جس طرح چاہے وقت اور فاصلہ سے کام لے۔ چاہے تو انہیں سمیٹ لے چاہے تو پھیلا دے کسی کو اعتراض کا ہرگز کوئی حق نہیں پہنچتا۔

(2) اسریٰ کے معنی رات کو سیر کرانا کے ہیں۔ سفر معراج رات کو ہوا لیکن اس میں تمام رات صرف نہیں ہوئی بلکہ رات کا ایک قلیل حصہ اس سیر میں صرف ہوا۔

(3) سفر معراج کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کے لئے نبی۔ رسول یا کسی دوسرے لقب کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ آپ کو عبدہ قرار دیا۔ اس کی متعدد وجوہات اور مصلحتیں ہیں۔ اول یہ کہ جب رب کائنات نے اپنے محبوب سے استفسار فرمایا کہ آج اسے کس لقب سے سرفراز کیا جائے تو آمنہ کے لال نے عرض کی اے خالق انس و جاں مجھے عبد کے لقب سے سرفراز فرما۔ دوم یہ کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ

کا بیٹا قرار دے رکھا تھا۔ یہودی عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔اس بات کا قوی امکان موجود تھا کہ معراج کا بے مثال اعزاز اور رفعت شان دیکھ کر غلامان مصطفیٰ بھی اس طرح کی کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر کفر و شرک کا ارتکاب نہ کرنے لگیں۔ سوم یہ کہ ''عبد' عبارت ہے جسم اور روح سے حضور علیہ السلام کو عبد اس لئے کہا گیا کہ لوگ جان لیں اور خوب جان لیں کہ معراج خواب کا وقعہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی روحانی مشاہدہ تھا بلکہ اللہ کے رسول علیہ السلام نے معراج کا سفر روح اور جسم کے ساتھ عالم بیداری میں کیا۔

اللہ تعالیٰ اعتراض کرنے والوں کو ہدایت عطا فرمائے جو اس کے باوجود معراج کو خواب کا واقعہ قرار دیتے ہیں۔ خواب میں تو ہر کس و ناکس لمبے سفر طے کرتا ہے۔ ملک ملک کی سیر کرتا ہے۔ ہواؤں میں اڑتا ہے اگر کوئی ایسا خواب بیان کرے تو اس پر نہ تعجب کیا جائے گا اور نہ اس کا انکار کیا جائے گا۔ اگر حضور علیہ السلام کا سفر معراج بھی اسی نوع کا ایک خواب کا واقعہ ہوتا تو اسے بیان کرنے کے لئے کسی بڑے اہتمام کی ضرورت نہ ہوتی اور اللہ تبارک وتعالیٰ واقعہ بیان کرنے سے پہلے اپنی صفت ''سبحانیہ'' کا تذکرہ نہ فرماتے۔

(4) معراج کے جس زمینی سفر کا ذکر اس آیت مقدسہ میں ہے وہ مسجد حرام سے شروع ہوا اور مسجد اقصیٰ میں اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل امین کو ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضور اکرم کی خدمت میں بھیجا۔ وہ جنت سے ایک سواری ''براق'' اپنے ساتھ لے کر آئے۔ حضور اکرم رات کو خانہ کعبہ کے قریب حطیم میں سو رہے تھے کہ جبرئیل امین حاضر ہوئے اور ان کو بیدار کیا۔ آپ بیدار ہوئے تو جبرئیل نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا حضور کو چاہ زمزم کے قریب لے جایا گیا اور سینہ مبارک چاک کر کے اس میں ایمان وحکمت کا ایک طشت انڈیل دیا گیا۔ حضور کو براق پر سوار کیا گیا۔ ملائکہ ہم رکاب ہوئے۔ سواری کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ قدم اٹھا کر اتنے فاصلہ پر رکھتی جہاں تک نظر جاتی تھی۔ راستہ میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر سے گذر ہوا تو ان کو اپنی قبر میں نماز ادا کرتے ہوئے پایا۔ ملک

شام کی طرف سفر کرنے والے تجارتی قافلوں کا مشاہدہ فرمایا۔حضور بیت المقدس پہنچے تو آپ کی سواری کو باندھ دیا گیا۔مسجد اقصیٰ میں جملہ انبیاء چشم براہ تھے۔آپ کا استقبال کیا گیا۔آپ نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔انبیاء نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

(5) اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسجد اقصیٰ کی عظمتوں کو تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اس کے گرد ہم نے برکت رکھی ہے'' یہ برکت دینی بھی ہے اور دنیاوی بھی۔دینی اس طرح کہ وہ جگہ نزول وحی کی وجہ سے پاک ہے۔وہ انبیاء کے نزول کی جگہ ہے۔وہ جگہ انبیاء کی عبادت گاہ رہی ہے۔اس کے اردگرد انبیاء کے مقابر ہیں۔دنیاوی نقطہ نظر سے اس طرح با برکت ہے کہ وہ ایک سرسبز اور شاداب علاقہ میں واقع ہے۔وہاں طرح طرح کی سبزیاں اور پھل اگتے ہیں۔انہار واشجار کی بہتات ہے۔عیش وراحت کا بہترین مقام ہے۔وہاں پہاڑ بھی ہیں اور میدان بھی۔

(6) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس جسمانی اور روحانی سیر کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا'' تاکہ ہم اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں'' ان نشانیوں کی فہرست بہت لمبی اور تفصیل بہت وسیع ہے مثلاً مسجد اقصی اور بیت المقدس جیسے خوبصورت اور متبرک علاقہ کی سیر۔انبیاء کے ساتھ ملاقات۔آسمانوں کی سیر۔جنت اور دوزخ کے حالات سے آگہی۔بیت المعمور اور سدرۃ المنتہیٰ کی سیر اور سب سے بڑھ کر عرش معلیٰ اور تجلیات ربانی۔

(15) حضور ﷺ کے لئے مقام محمود

سورہ......بنی اسرائیل......آیات......79-80

﴿اردو ترجمہ﴾

''اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد ادا کرو۔ یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسے مقام پر پہنچا دے جہاں سب تمہاری تعریف کریں (مقام محمود)۔ اور کہو کہ اے میرے رب! جہاں کہیں تو مجھے لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں کہیں سے مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ۔ اور مجھے اپنی جناب سے امداد کرنے والی قوت عطا فرما۔''

﴿وضاحتیں﴾

ان آیات مقدسہ سے پہلے نماز پنج گانہ کا ذکر ہو رہا تھا جو تمام ایمان والوں کے لئے فرض ہیں۔ اس کے بعد نماز تہجد کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

(1) فرمایا نماز سب مومنوں کے لئے فرض ہے لیکن تہجد صرف تمہارے لئے ہے'' اسے ''رات کے کچھ حصہ میں ادا کیا کریں''۔ تہجد کے لغوی معنی نیند کو ترک کرنے کے ہیں۔ یہ نماز چونکہ نیند سے بیدار ہو کر ادا کرنا ہوتی ہے۔ نیند کو ترک کرنا پڑتا ہے اس لئے اس نماز کا نام تہجد رکھا گیا۔

(2) پھر فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو یقیناً مقام محمود پر فائز کرے گا۔ مقام محمود کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد (1) گرامی ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں سے میں اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کروں گا۔

---

(1) مسلم شریف روایت حضرت ابن عمرؓ

ایک حدیث کا مضمون ہے کہ ایک روز اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اس قول کو پڑھا:

"اے رب! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے جنہوں نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ میں سے ہوں گے اور جنہوں نے میری نافرمانی کی تو تو وہی غفور الرحیم ہے"

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ جملہ دہرایا۔

"اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو تو وہی عزیز و حکیم ہے"

اس کے بعد حضور ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور امت کی مغفرت طلب کرتے ہوئے زار و قطار رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو فرمایا میرے محبوب کے پاس جاؤ اور میرا پیغام دو کہ:

"اے حبیب! ہم تمہیں تمہاری امت کے بارے میں راضی کریں گے اور آپ کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے"

حشر برپا ہوگا۔ جلال خداوندی کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوگی۔ امتیں پریشان ہونگی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک سب کے پاس جائیں گی اور شفاعت کے لئے التجا کریں گی لیکن کہیں سے بھی مدد نہ ملے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں شافع روز محشر محبوب کبریا صاحب مقام محمود کے پاس بھیجیں گے۔ حضور اکرم فرمائیں گے: ہاں! میں تمہاری مدد کروں گا حضور اکرم عرش عظیم کے قریب جا کر سجدہ میں گر جائیں گے۔ اپنی پاک اور مقدس زبان سے خالق ارض و سمٰوات کی ایسی حمد و ثنا کریں گے کہ اس کی رحمت جوش میں آ جائے گی۔ فرمان جاری ہوگا سر سجدہ سے اٹھاؤ تمہاری بات سنی جائے گی تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے۔ تم شفاعت کرتے جاؤ ہم قبول کرتے جائیں

گے۔ حضور ﷺ کی شفاعت کے پانچ مدارج (2) ہونگے۔

(1) شفاعت عامہ

(2) بلاحساب کتاب جنت میں داخلہ کے لئے شفاعت

(3) ان مومنین کے لئے شفاعت جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے دوزخ کے مستحق قرار پاچکے ہونگے۔

(4) دوزخ میں داخل کئے گئے لوگ آپ کی شفاعت سے وہاں سے نکالے جائیں گے۔

(5) اہل جنت کے مدارج میں ترقی کی لئے شفاعت۔

حدیث پاک (3)

فرمایا حضور ﷺ نے میں قیامت کے روز ساری اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا۔ سارے انبیاء میرے پرچم تلے جمع ہونگے۔ یہ ساری باتیں اظہار حقیقت کے لئے بیان کررہا ہوں فخر ومباہات کے لئے نہیں۔

(3) اللہ تبارک وتعالیٰ نے دعا سکھائی۔ حضور اکرم نے دعا مانگی سلامتی اور صدق کے ساتھ داخل ہونے کی اور صدق کے ساتھ نکلنے کی۔ اس دعا کا خوب اثر ہوا۔ متعدد آراء میں سے یہ رائے عمدہ ہے کہ یہ دعا مکہ مکرمہ سے نکلنے اور مدینہ منورہ میں داخلہ کے لئے سکھائی گئی۔ خالق ارض وسمٰوات کی سکھائی ہوئی دعا کا ہی اثر تھا کہ مشرکین مکہ کی فریب کاریاں اور خفیہ منصوبے دھرے کی دھرے رہ گئے اور حضور سلامتی کے ساتھ مکہ سے نکل آئے۔ مدینہ منورہ میں داخلہ اس طرح مبارک ثابت ہوا کہ مدینہ منورہ کی بلائیں وبائیں آپ کے ورود مسعود سے جاتی رہیں۔ نمکین پانی کے کنوئیں شریں ہو گئے۔ حالات دن بدن سازگار

---

(2) علامہ قرطبی اور کئی دوسرے مفسرین نے قاضی عیاض سے نقل کیا

(3) ترمذی شریف روایت حضرت ابوسعید خدریؓ

ہوتے چلے گئے۔ دعا کا آخری حصہ بھی پورا ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قوت عطا فرمائی۔ منافقین۔ یہود اور مشرکین مکہ کے علاوہ مختلف قبائل زیر ہو۔ ئے۔ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ وسیع فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے دوران ہی مسلم افواج روم اور شام کی سرحدوں تک جا پہنچیں۔

حضور ﷺ نے تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ پیش قدمی فرمائی اور ایک ماہ تک تبوک میں قیام فرمایا۔ قیصر رومہ کو مقابلہ میں نکلنے کا حوصلہ نہ ہوا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسی قوت اور غلبہ عطا فرمایا کہ یا تو یہ عالم تھا کہ رات کی تاریکی میں مکہ سے فرار ہونا پڑا اور پھر یہ صورت کہ دس ہزار قدوسیوں کے لشکر کے ساتھ صرف آٹھ سال بعد مکہ مکرمہ کو فتح کرنے کی قوت اور غلبہ عطا فرمایا۔

(16) میرے پاس وحی آتی ہے (حضور ﷺ کی بشریت)

سورہ......کہف......آیت......110

اردو ترجمہ

"تم فرماؤ میں تم جیسا بشر ہوں۔ مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے"

وضاحتیں

اس آیت مقدسہ کو سامنے رکھ کر تیرہ باطن لوگوں نے حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں تنقیص کی راہ اختیار کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم بھی ہماری طرح کے بشر ہیں۔ ایسے خیالات سے حضور اکرم کی شان اور وقار جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کئے ہیں ان میں کمی آتی ہے۔ اس آیت مقدسہ کے بارے میں پہلے مختلف مفسرین کی رائے پیش کی جائے گی۔

(1) حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کی زبان سے اپنے بشر ہونے کا اقرار بغرض تواضع کرایا ہے۔ اس کی بنیاد پر کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ حضور اکرم ﷺ کو اپنے مثل بشر کہے کیونکہ جو کلمات اصحاب عزت و عظمت اپنے لئے بطریق تواضع فرماتے ہیں ان کلمات کا ان اصحاب کے لئے کہنا دوسروں کیلئے روا نہیں ہوتا۔ ایک سادہ مثال سے یوں سمجھ لیجئے کہ ایک بزرگ جو نیک خو اور پاکیزہ باطن ہیں از راہ عجز و تواضع دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں بڑا خطا کار اور سیاہ کار ہوں۔ کیا دوسروں کے لئے مناسب ہوگا کہ یہ کہیں کہ یہ بزرگ بڑے گناہ گار اور سیاہ کار ہیں؟

(2) قاضی عیاض اپنی مشہور کتاب شفاء میں لکھتے ہیں کہ حقیقت روح و باطن کے اعتبار سے تو تمام انبیاء اوصاف بشر سے اعلیٰ ہیں اور حضور ﷺ تو امام الانبیاء ہیں۔ بشری اغراض و امراض سے قطع نظر صورت خاصہ میں کوئی بھی آپ کا مثل نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن و صورت میں بھی سب سے اعلیٰ و بالا کیا۔

(3) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب مدارج النبوت مشکوٰۃ شریف کی شرح لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام وظواہر تو حید بشریت پر چھوڑے گئے لیکن ان کے ارواح اور بواطن بشریت سے بالا اور ملاء اعلیٰ سے متعلق ہیں۔

(4) حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی مفسر قرآن مقدس فرماتے ہیں کہ یہ آداب شرافت کے منافی ہے کہ بزرگوں کے فضائل جلیلہ اور مراتب رفیعہ جو ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائے ہوں ان کا ذکر چھوڑ کر ان کے کسی ایسے وصف عام کا بار بار ذکر کیا جائے جو ہر کہ ومہ میں پایا جاتا ہو۔ ایسا کرنا دراصل ان کے فضائل جلیلہ اور مراتب رفیعہ سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔ وہ لوگ جو اپنی زبان اور تحریر کا سارا زور اس اظہار پر صرف کر دیتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے مثل بشر تھے وہ کیوں نہیں سمجھتے اور کہتے کہ حضور سدرہ سے آگے چلے گئے جہاں نوریوں کا سردار جبرئیل نہ جا سکا۔ وہ یہ کیوں نہیں کہتے کہ ہماری تھوک سے تو بیماریاں پھیلتی ہیں لیکن حضور کے لعاب دہن سے بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

(5) قرآن مقدس شاہد ہے کہ اکثر و بیشتر انبیاء سابقین کا ان کی قوموں نے یہ کہہ کر انکار کیا کہ آپ تو ہماری طرح کے بشر ہیں اور آپ معاشرہ میں عزت وتوقیر حاصل کرنے کے لئے اپنی نبوت کا اعلان کر رہے ہیں۔ یہ قومیں گمراہی کے گڑھے میں گر کر تباہ ہوئیں اور عذاب خداوندی میں گرفتار ہوئیں۔

(6) دور حاضر کے عظیم مفکر۔ مفسر اور سیرت نگار پیر محمد کرم شاہ صاحب فرماتے ہیں: "غور طلب بات یہ ہے کہ یہ مماثلت کس چیز میں ہے مراتب و درجات وہبی ہوں یا کسبی۔ کمالات علمی ہوں یا عملی۔ عادات و خصائل بلکہ جسم عنصری تک میں کسی کو مماثلت تو کجا ادنیٰ مناسبت بھی نہیں۔ پھر یہ مناسبت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کونسی ہے اور کہاں پائی جاتی ہے۔ یقیناً صرف ایک بات میں مماثلت ہے۔ وہ یہ ہے کہ "وہ بھی ایک خدائے وحدہ لاشریک کا بندہ ہے جس کے تم بندے ہو۔ اس کا بھی وہی خالق و مالک ہے جو تمہارا خالق و مالک ہے"

آیت مبارکہ کے آخر میں "انما الھکم الہ واحد" کی موجودگی پیر محمد کرم شاہ صاحب کی رائے کی تصدیق کر رہی ہے۔

(7) اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ وحی کے ذریعے رابطہ کا ذکر کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکرم و محترم عنداللہ اور مخصوص بالعلم ہونے کا اقرار کیا گیا۔ حضور اکرم کو اپنے جیسا بشر کہنے والے اس سے ہی سمجھ جاتے کہ اس ذات مقدسہ کا رابطہ تو اللہ کے ساتھ ہے۔

لاتعداد علمی دلائل میں سے چند ایک پیش کرنے کے بعد چند عقلی دلائل جو واقعاتی اور مشاہداتی امور پر قائم ہیں درج ذیل سطور میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

(ا) سفر معراج کے دوران جبرئیل امین جو نوریوں کا سردار ہے سدرہ مقام پر پہنچ کر رک جاتا ہے اور اپنے رفیق سفر انسان کامل سے عرض کرتا ہے آقا میری رفاقتوں کا عرصہ اختتام پذیر ہوا۔ اس حد سے آگے میں نہیں جا سکتا آپ کو اکیلے جانا ہوگا۔ اگر میں اس سے آگے ایک پر بھی ماروں تو میرا جسم اللہ رب العزت کی تجلیات سے جل جائے گا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔

کھڑا ہے سردار نوریوں کا مقام سدرہ پہ دل گرفتہ
جو عرش اعظم پہ جا کے بیٹھا وہ صاحب باکمال تو ہے

آمنہ کے لال کو اپنے جیسا بشر کہنے والو! سوچو اور اصلاح افکار کی کوشش کرو۔ وہ آقا تو ہزاروں نورانی حجابات وتجلیات سے گذر کر عرش معلیٰ تک جا پہنچا اور اپنے مالک ومعبود کے ہاں یوں باریاب ہوا کہ درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اور تم...... اگر تمہیں کہا جائے کہ یہاں سے اربوں میل دور چمکتے ہوئے سورج کی طرف محض ایک نگاہ بھر کر دیکھ لو تو تمہاری آنکھیں خیرہ واشک بار ہو جائیں گی۔

(ب) تمہارے گھر میں کھانا تیار ہو رہا ہو تمہاری اہلیہ ہنڈیا میں چمچ چلا رہی ہو اور تم اس میں جا کر تھوک دو تو کیا ہوگا؟

ہوئے یہ کہ تمہاری اہلیہ تمہارے ادب واحترام کو بالائے طاق رکھ کر تمہیں بری طرح کوس

ڈالے گی۔ کہے گی۔ ہائے۔ ہائے کیا ستھیا گئے ہو۔ ہنڈیا کو برباد کرڈالا۔ اب اسے کون کھائے گا!

میں قربان جاؤں تاجدار مدینہ سرور قلب وسینہ کی عظمتوں اور رفعتوں پر۔ حضور جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف۔ لے جاتے ہیں۔ چولہے پر ہنڈیا چڑھی ہے پاس آٹا گوندھا رکھا ہے حضور ہنڈیا اور آٹے میں لعاب دہن شامل کر دیتے ہیں۔ گھر والے اس خصوصی شفقت وعنایت پر سرشار ہو جاتے ہیں اور پھر وہ کھانا جو چند افراد کے لئے تیار کیا جارہا تھا سینکڑوں صحابہ کو کفایت کر جاتا ہے اور ختم بھی نہیں ہوتا۔

(ج) اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے جیسا بشر قرار دینے والو! تم نے سرکاری عمارات ہسپتالوں۔ سکولوں اور ریلوے سٹیشنوں پر ایک اشتہار ضرور پڑھا ہوگا کہ تھوکنے سے بیماریاں پھیلتی ہیں اور یہ سچ ہے کہ میرے اور تمہارے تھوکنے سے بیماریاں پھیلتی ہیں۔ لیکن وہ ذات جسے تم اپنے جیسا بشر قرار دیتے ہو اس کے لعاب دہن سے بیماریاں پھیلتی نہیں دور ہو جاتی ہیں۔ علی شیر خدا سے پوچھو جس کی دکھتی ہوئی آنکھیں حضور کے لعاب دہن سے خیبر کے قلعہ کے سامنے صحت یاب ہو گئیں۔ ابوبکر صدیق سے تصدیق کرلو جس کے پاؤں میں غار ثور میں سانپ نے کاٹا اور حضور ﷺ کا لعاب دہن اس زہر کے لئے تریاق بن گیا اور بدر کے میدان میں تیر سے زخمی ہو جانے والی حضرت قتادہؓ کی آنکھ کی بینائی حضور کے لعاب دہن سے بحال ہو گئی۔

(د) اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے جیسا بشر سمجھنے والے نادان! تیرے جسم سے نکلنے والا پسینہ دوسروں کو تو کیا خود تجھے بے حال کر دیتا ہے میں قربان جاؤں حبیب کبریا کی نفاستوں اور نظافتوں پر جن کے پسینے کی مہک گلاب وکستوری کی مہک کو ماند کر دیتی تھی۔

حضور ﷺ کی خادمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ (1) کی والدہ سے پوچھ کہ ان کا

(1) مدارج النبوت ج 1 ص 41

خاندان کونسا عطر استعمال کیا کرتا تھا۔ وہ بتائیں گی کہ میں حضور کا پسینہ جمع کرلیا کرتی تھی اور وہی اپنے بچوں کو لگایا کرتی تھی۔ حضور کے پسینہ کی روح پرور اور حیات بخش مہک بار بار نہانے کے باوجود بھی جسم کو معطر رکھتی تھی۔ لوگ میرے بچوں کے مہکتے ہوئے جسموں پر رشک کیا کرتے تھے اور استفسار کیا کرتے تھے کہ تم لوگ کونسا عطر استعمال کرتے ہو؟

(ر) امام الانبیا کو اپنے جیسا بشر کہنے والے!

تیرا بیٹا تیری بات نہیں مانتا۔ میرے آقا کا حکم انسان۔ جن۔ ملائکہ درندے۔ پرندے شجر اور حجر مانا کرتے تھے۔ حد یہ کہ چاند اور سورج بھی ان کے فرمان سے سرتابی کرنے کی جرأت نہ رکھتے تھے۔

انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے کر دیا۔

ڈوبے ہوئے سورج کو پلٹا لیا۔

درخت کو بلایا (2) تو دوڑا چلا آیا

کنکریوں (3) کو اشارہ کیا تو وہ کلمہ پڑھنے لگیں۔

(س) تو کسی صحرا میں سفر کر رہا ہو۔ تیرا پانی کا ذخیرہ ختم ہو جائے تو پانی کی تلاش میں مارا مارا پھرے۔ نہ کہیں کنواں ملے نہ چشمہ تو تیری موت یقینی ہے۔ سن ایک مرتبہ نہیں متعدد مرتبہ میرے آقا سید عالم ﷺ کے ساتھ اس طرح کے واقعات پیش آئے۔ آپ اکیلے نہیں ہوتے تھے۔ ہزاروں کی تعداد صحابہ بھی آپ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ بار برداری اور سواری کے جانوروں کی بھی ایک بڑی تعداد ساتھ ہوتی تھی۔

پھر کیا ہوتا تھا؟ (4)

---

(2) مدارج النبوت ج 1 ص 263 (3) روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ (مدارج)

(4) روایت حضرت جابر۔ صحیح مسلم شریف (غزوہ بواط میں حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے۔

کبھی تو آپ کی انگلی سے پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ کبھی گڈریے کے مشکیزہ سے ہزاروں تشنہ کام صحابہ کو سیراب کیا۔ کبھی خشک کنوئیں میں ایک کلی پانی ڈالا اور کنواں پانی سے لبالب بھر گیا۔ سب پیتے اور خوب سیراب ہوتے جانور بھی پی لیتے اور مشکیزے بھی پر کر لئے جاتے۔

(ص) کیا وہ تیرے جیسے بشر ہیں جن کے لئے خداوند تعالیٰ نے انبیاء کی ارواح کی ایک محفل سجائی اور سب سے عہد لیا کہ جب میرا پیارا محبوب دنیا میں تشریف فرما ہو تو اس کی اطاعت بھی کرنا اور اعانت بھی۔ اور پھر معراج کی شب ایسے اسباب پیدا کئے کہ انبیاء اپنا وعدہ پورا کر سکیں۔ ان کو مسجد اقصاء میں جمع کیا گیا اور اپنے پیارے محبوب کو سمٰوات کی طرف پرواز سے پہلے مسجد اقصیٰ لے گیا جہاں سب انبیاء نے حضور ﷺ کے اقتداء میں نماز ادا کی۔

تیسرا باب

سورہ طٰہٰ تا سورہ احزاب

(1) حضور ﷺ کے صدقے کفار عذاب سے محفوظ

اوقات نماز

سورہ......طٰہٰ......آیت......130-129

﴿اردو ترجمہ﴾

''اگر تمہارے رب کی ایک بات نہ گذر چکی ہوتی تو ضرور انہیں عذاب لپٹ جاتا اور اگر ایک ٹھہرایا ہوا وعدہ نہ ہوتا۔ تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کی حمد اور تسبیح بیان کرو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے دونو کناروں پر۔ اس امید پر کہ تم راضی ہو۔''

﴿وضاحتیں﴾

(1) رسول اکرم ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں کی حد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہوتے ہوئے کافروں کو بھی عذاب میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا اور ان کو مہلت دیتا ہے۔ علامہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ جس ایک بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس سے مراد حضور ﷺ کا رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجا جانا ہے۔ چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب کو سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے اس لئے وہ کفار کو بھی مبتلائے عذاب نہیں کرتا کیونکہ وہ ''عالمین'' میں شامل ہیں۔ حد یہ ہے کہ کفار بار بار اپنی زبان سے عذاب کا مطالبہ بھی کرتے تھے لیکن ان کو حضور اکرم کے

وجود مسعود اور عالم امکان میں انکے ورود کے صدقے عذاب سے محفوظ رکھا گیا۔ ان کی بداعمالیوں۔ کج ادائیوں اور فسق و فجور کی سزا ان کو مل کر رہے گی اس سے وہ بچ نہیں سکیں گے اور وہ جہنم کی سزا ہے۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے حبیب کو مشرکین کی بداعمالیوں اور زیادتیوں کے بدلہ میں صبر کی تلقین کر رہا ہے اور اللہ کے حضور سر عبودیت خم کرنے کی تعلیم دے رہا ہے۔

(3) اس آیت میں رب ارض وسموات نے اپنے پیارے محبوب اور اس کی امت کے لئے نماز کے اوقات کا تعین کرتے ہوئے پنج گانہ نمازوں کا خوبصورت انداز میں ذکر کیا ہے۔

(ا) قبل طلوع شمس سے مراد نماز فجر ہے۔

(ب) قبل غروب شمس سے مراد عصر کی نماز ہے۔

(ج) اطراف النہار سے ظہر اور مغرب کی نمازیں مراد ہیں۔

(د) انای اللیل سے مراد عشاء کی نماز ہے۔

(4) کفار کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنے اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنے کا عظیم الشان صلہ بھی عطا فرمایا جا رہا ہے۔ فرمایا ہم آپ کو شاد و بامراد اور خوش وخرم کر دیں گے اسلام کو ایسا عروج اور عظمت عطا فرمائیں گے اور آپ کی کامیابیوں اور کامرانیوں کے ایسے رستے کھول دیں گے کہ آپ کا دل باغ باغ ہو جائے گا۔ یہی لوگ جواب قریب آنے سے گھبراتے ہیں اور بدکے ہوئے جانوروں کی طرح دور دور بھاگ رہے ہیں ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ پروانہ وار آپ کے قدموں میں جانوں کے نذرانے پیش کرنا اپنی زندگی کی بڑی کامیابی اور کامرانی سمجھیں گے۔

فرمان خداوندی پورا ہو کر رہا۔ وہ وقت آ گیا جب حضرت خالد بن ولید اسلام قبول کرنے کے بعد حضور علیہ ﷺ کے اشارہ ابرو پر جان قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار

رہتے۔ وہ دین اسلام کے ایسے معاون و مددگار رہے کہ تمام عمر میدان کارزار میں سرگرم جہاد رہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم کے دور کی زیادہ تر فتوحات میں ان کا بڑا حصہ ہے۔

ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہ جو خود بھی اپنے باپ کی طرح اسلام اور داعیٔ اسلام کے بدترین دشمن تھے جب حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو مصطفیٰ کریم ﷺ پر سو جان سے فدا ہو گئے۔ کہا کرتے تھے اگر میں تمام عمر جہاد میں سرگرم عمل رہوں تو پھر بھی میرا دل مطمئن نہیں ہوگا کہ میں نے حضور ﷺ اور دین اسلام کی جو مخالفت کی تھی اس کا حق ادا ہو جائے گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد زندگی کی آخری سانسوں تک وہ میدان جہاد میں سرگرم عمل رہے میدان کارزار میں ہی داعیٔ اجل کو لبیک کہی۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ جسم زخموں سے چور تھا۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(2) رحمۃ للعلمین (حضور علیہ وسلم سارے عالموں کے لئے رحمت ہیں)

سورہ......الانبیاء......آیت......107

﴿اردو ترجمہ﴾

''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سارے جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر''

﴿وضاحتیں﴾

وہ آئے سارے عالم کے لئے فتح مبیں بن کر
جہاں والوں کے والی عرش اعلیٰ کے مکیں بن کر
زمانے بھر کے مظلوموں کا بن کر آسرا آئے
وہ آئے اور آئے رحمۃ للعلمین بن کر

پس منظر

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کائنات ارضی کو جبر واستبداد کے ستونوں پر تعمیر نہیں فرمایا بلکہ رحم وکرم کی بنیادوں پر استوار کیا وہ رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی۔ اس رب کریم نے نظام رسالت قائم کیا تا کہ اس کے بھیجے ہوئے انبیاء اور رسل لوگوں کو قعر مذلت میں گرنے سے بچالیں اور وہ جہنم کے عذابوں سے محفوظ ہو جائیں۔ خالق کائنات نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور رسل بھیجے۔ ہر نبی کو اس کے مخصوص حالات کے مطابق معجزات عطا فرمائے تا کہ ان کو بروئے کار لا کر وہ اپنی امت کو اپنی عظمت وصداقت کا یقین دلا سکے۔ موسیٰ علیہ السلام کو مصر کے بادشاہ فرعون کے پاس بھیجا۔ مصر میں جادو کا زور تھا۔ ان کو ایسے معجزات عطا فرمائے گئے جن کی مدد سے آپ نے جادو کے طلسم کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکا اور جن کا مشاہدہ کر کے ہزاروں جادوگر آپ کو اللہ کا رسول ماننے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور دنیاوی جاہ وجلال اور شان وشوکت کا دور تھا۔ وہ ایک بے مثال حکمران تاجدار بن کر آئے۔ ان کا تخت ہوا میں اڑتا تھا۔ جنات ان کے تابع فرمان تھے۔ وہ تمام جانوروں کی بولیاں سمجھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں کوڑھ کی بیماری عام تھی آپ یہ معجزہ لائے کہ آپ کے چھو لینے سے کوڑھی صحت یاب ہو جایا کرتے تھے۔

سرور دیں۔ امام الانبیاء کے معجزات محدود نہیں ہیں۔ وہ سراپا معجزہ بن کر آئے لیکن حضور اکرم کا ایک خاص معجزہ جس کا ذکر اس آیت مقدسہ میں کیا گیا ہے وہ ''رحمت'' ہے۔ آپ کو سارے عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا کیونکہ آپ کی بعثت کے وقت دنیا ظلم وستم کا گہوارہ بنی ہوئی تھی۔ قیصر وکسریٰ کے بلند و بالا ایوانوں کے سائے تلے انسانیت سسک رہی تھی۔ سرزمین عرب جس کو یہ شرف ارزانی ہوا کہ محسن انسانیت نے اس کو رونقیں بخشیں۔ آپ کی بعثت عرب کے ایک مقدس ترین شہر مکہ میں ہوئی۔ عرب میں بھی جور واستبداد کا دور دورہ تھا۔ بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا یتیموں کے حقوق پر ڈاکے ڈالے جاتے تھے۔ عورتوں کو پاؤں کی جوتی تصور کیا جاتا تھا۔ کمزوروں اور ناتوانوں کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ یہاں بھینس کا مالک وہی قرار پاتا تھا جس کے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی تھی۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر رحم آ گیا۔ حضور کو یتیموں کا والی بنا کر بھیج دیا بے کسوں کا سہارہ بنا کر بھیجا۔ غلاموں کا نجات دہندہ بنا کر بھیجا۔ بچیوں کی زندگیوں کا محافظ اور عورتوں کی عصمتوں کا ضامن بنا کر بھیجا۔ قہر وغضب کی تیز وتند آندھیوں میں جھلستے اور تڑپتے ہوئے زیر دستوں کے لئے شجر سایہ دار بنا کر بھیجا۔ حضور اکرم آئے اور سکون کی دولت بانٹنے کے لئے آئے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ے وہ آ گئے ہیں بہاروں کی رونقیں لے کر
خزاں رسیدہ چمن میں گلاب کھلتے ہیں

زمانے والو میری بات کا یقیں کر لو
سکوں کے سانس در مصطفیٰ پہ ملتے ہیں

(1) آیت مقدسہ کا انداز ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے آپ کو عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے بلکہ یہ فرمایا کہ ''ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر عالموں کیلئے رحمت بنا کر'' عربی زبان کی لغت اور قاعدہ کے مطابق یہ انداز اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب کسی بات پر بہت زیادہ زور دینا ہو۔ اس کی اہمیت کو خاص طور پر اجاگر کرنا ہو۔ اس انداز بیان کے پیش نظر مطلب یہ ہوا کہ سسکتی ہوئی مظلوم انسانیت کو دولت سکون سے مالا مال کرنا اور رحمتوں کے دریا بہا دینا حضور اکرم کی بعثت کا مقصد اولیٰ ہے۔

(2) ''عالمین'' کے لفظ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے حضور ﷺ کی چادر رحمت کو کس قدر وسعت حاصل ہے۔ ماہرین حیاتیات نے تجربات سے یہ اخذ کیا ہے کہ اس سطح ارضی پر ''عالموں'' کی تعداد اٹھارہ ہزار ہے جن کو وہ اپنی زبان میں سپیشیز کہتے ہیں۔ ان میں سے عالم انسانیت ''ایک عالم'' ہے جس میں وہ تمام انسان شامل ہیں جنہوں نے اس سطح ارضی پر سانس لیا یا لیں گے وہ مرد بھی ہو سکتے ہیں عورتیں بھی۔ جوان بھی ہو سکتے ہیں بوڑھے بھی۔ گورے بھی ہو سکتے ہیں کالے بھی۔ حضور اکرم سب کے لئے رحمت ہیں۔

آپ کو فارس کے رہنے والے مسلمان پر رحم آتا ہے اور سونے کے ڈھیر لگا کر اسے یہودی کی غلامی سے آزاد کروا لیتے ہیں تو حبشہ کے رہنے والے سیاہ رنگ والے بلال کو بھی نظر انداز نہیں کرتے اسے بھی امیہ کے پنجۂ استبداد سے آزادی دلانے کے لئے بے قرار نظر آتے ہیں اور جب بلالؓ کو رہائی نصیب ہوتی ہے تو اسے سینے سے لگا کر اس کے اندرونی اور بیرونی تمام زخموں کا مداوا کر دیتے ہیں۔

انسانوں میں مومن بھی شامل ہیں اور کافر بھی۔ کافر بھی آپ کی اس صفت سے

بہرہ ور ہوتے ہیں۔ مومنوں کے لئے تو امام الانبیاء رؤف بھی ہیں اور رحیم بھی۔ سیرت نگار ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ کسی جنگ کے بعد قیدیوں کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے لایا جا رہا تھا کہ قیدیوں میں شامل ایک نوجوان لڑکی کو ننگے سر دیکھ کر حضور کھڑے ہو گئے اور اپنے مقدس ہاتھوں سے اپنی رحمتوں بھری چادر اس کے سر پر ڈال دی۔ حالانکہ ایک صحابی نے عرض بھی کی حضور یہ لڑکی تو کافرہ ہے۔

عالم حیوانات کے لئے جب ابر رحمت کھل کر برستا ہے تو صیاد کے پنجۂ استبداد میں گرفتار آہو کو رہائی نصیب ہو جاتی ہے۔ اور مالک کے ظلم و ستم کے ستائے ہوئے اونٹ کو مناسب خوراک ملنے لگتی ہے۔

شجر و حجر تک آپ کی شفقت سے محروم نہیں رہتے۔ فرمایا سبز درخت نہ کاٹا کرو۔ حضور اکرم جس ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جب اس کو کاٹ کر مسجد کے ایک کونے میں رکھ دیا گیا اور وہ حضور کے لمس سے محروم ہو گیا تو جمعہ کے روز وہ سسکیاں بھرنے لگا حضور نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا اور حکم دیا کہ اسے دفن کر دیا جائے یہ جنت میں ایک پھل دار درخت ہو گا (سبحان اللہ)

جس طرف کو چشم رحمت کے اشارے ہو گئے
جتنے ذرے سامنے آئے ستارے ہو گئے

(3) محبت اور اخوت کا جواب رحمت اور شفقت سے دینا تو بڑے کمال کی بات نہیں۔ عظمت کی دلیل تو یہ ہے کہ جور و ستم کے بدلے میں عفو و درگذر سے کام لیا جائے۔ ہمارے آقا مولیٰ کی رحمت جود و سخا فضل و کرم اور عفو و درگذر کا وہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جو سفینوں کو کنارے پر لگاتا ہے۔ گرداب میں پھنسے ہوئے سفینے ڈبوئے نہیں جاتے بلکہ منزل مقصود تک پہنچائے جاتے ہیں۔ خون کے پیاسوں کو صرف معاف نہیں کیا جاتا بلکہ ان پر لطف و کرم کی

بارش کی جاتی ہے۔ جب ابر کرم کھل کر برستا ہے تو سب کی کھیتیاں سرسبز و شاداب ہو جاتی ہیں۔

(ا) ہجرت سے قبل ایک روز حضور اکرم نے بیت اللہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ کو فرمایا کہ آج میرا جی چاہتا ہے کہ کعبۃ اللہ کے اندر عبادت کروں۔ میرے لئے دروازہ کھول دو۔ عثمان بن طلحہ نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا یہ دروازہ اور تو سب کے لئے کھل سکتا ہے لیکن آپ کے لئے نہیں۔

حضور نے عالم جلال میں فرمایا کہ ایک روز آنے والا ہے جب یہ چابی میرے پاس ہوگی اور میں جسے چاہوں گا عطا کر دوں گا۔ یہ سن کر عثمان بن طلحہ کہنے لگا یہ آپ کے ہاتھ کیسے آ جائے گی کیا قریش ذلیل ہو جائیں گے۔ حضور نے فرمایا اس دن تو قریش کو حقیقی عزت حاصل ہوگی۔ کئی سال بعد مکہ پاک فتح ہوا بیت اللہ شریف کی چابی لا کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ کئی جلیل القدر مہاجرین صحابہ نے حضور سے کعبۃ اللہ کی کلید برداری کا اعزاز طلب کیا لیکن حضور ﷺ نے چابی عثمان بن طلحہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا آج کا دن تو نیکی اور وفا کا دن ہے۔

(ب) مشرکین نے ہجرت سے قبل حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پر کیسے کیسے مظالم روا رکھے اور پھر ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوتے رہے۔ فتح مکہ کے بعد چاہیئے تو یہ تھا کہ ان کو ان کے جرائم کی سخت سزا دی جاتی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ حضور ﷺ نے ان کو معاف کر دیا اور فرمایا۔ الیوم یوم المرحمہ (آج کا دن رحمت کا دن ہے) حضور کے اس کریمانہ سلوک کا نتیجہ یہ نکلا کہ مشرکین مکہ فوج در فوج حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ عکرمہ بن ابی جہل تو ایمان نہ لائے البتہ ان کی زوجہ ایمان لے آئیں اور حضور سے اپنے خاوند کے لئے امان طلب کی حضور نے امان دے دی اور اپنی رضا کی سند کے طور پر اپنی چادر عطا فرمائی۔

حفیظ جالندھری نے کیا خوب کہا:

؎ سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

(ج) فتح مکہ کی رات جب حضور ﷺ کی فوج نے مکہ مکرمہ کے قریب جا کر کیمپ قائم کیا تو حضرت ابوسفیان حالات کا جائزہ لینے کے لئے آئے ان کو حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب نے دیکھ لیا اور پناہ دے دی۔ رات کا وقت تھا۔ حضرت عمر فاروق پہرہ داروں کے سردار تھے۔ جب انہوں نے حضرت عباسؓ کو ابوسفیان کو حضور کی خدمت میں لے جاتے ہوئے دیکھا تو تیزی سے وہ بھی ادھر لپکے تا کہ ان کے پہنچنے سے قبل ابوسفیان کے قتل کی اجازت حاصل کر لیں۔ بات چیت جاری تھی کہ حضرت عباس بھی ابوسفیان کو لے کر پہنچ گئے۔ حضور ﷺ نے نہ صرف حضرت ابوسفیان کو معاف کر دیا بلکہ ان کے گھر کو دارالامن قرار دے دیا۔

؎ سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سکھلائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

(د) طائف والوں نے بجائے اسلام قبول کرنے کے مذاق اڑایا دشنام طرازی کی اور پتھر مار مار کر زخمی کر دیا۔ آپ کے غلام حضرت زید نے عرض کی کہ طائف کے ظالموں کے لئے بددعا کی جائے۔ حضور نے ہاتھ اٹھائے لیکن کوثر و تسنیم سے پاکیزہ ترلبوں پر بجائے بددعا کے دعا تھی۔ آپ اہل طائف کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب فرما رہے تھے۔ اسی مقام پر جبرئیل امین پہاڑوں کے فرشتہ کو ساتھ لے کر حاضر ہوئے اور پیشکش کی کہ پہاڑوں کو آپس میں ٹکرا کر اس ظالم قوم کو نیست و نابود کر دیا جائے لیکن حضور اکرم نے یہ کہہ کر انکار کر دیا:

؎ جناب رحمتہ للعلمیں نے سن کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر وغضب بن کر نہیں آیا

(4) حضور علیہ السلام کو جن "عالمین" کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے ان کے احوال سے آپ کا آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اگر آپ کو یہ علم ہی نہ ہو کہ کون ضرورت مند اور کون محتاج ہے تو پھر آپ کس طرح ان کی مدد کر سکتے ہیں؟ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کو جن عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے ان کے احوال آپ کی نظر میں ہیں۔ اس سے حضور کی وسعت علمی کا پتہ چلتا ہے۔

(5) جو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے لازم ہے کہ وہ تمام جہانوں سے افضل ہوں۔ پس ہمارے آقا سید عالم ﷺ سب سے افضل ہیں۔ سچ کہا شاعر نے:

جو کائنات کا مالک ہے وہ خدا ہے میرا
پھر اس کے بعد بڑا سب سے مصطفیٰ ہے میرا

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(6) سامعین محترم!

عالم انسانیت کا غور سے مشاہدہ کیجئے آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ شاہ ہو یا گدائے بے نوا۔ امیر ہو یا غریب۔ بڑا ہو یا چھوٹا۔ عورت ہو یا مرد کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ احسان مصطفوی سے محروم رہا۔ ہمارا تو بصد عجز و نیاز دعویٰ یہ ہے کہ:

؎ تیرا کرم ہے کہ میں تیرا نام لیتا ہوں
غبار طیبہ کو پلکوں میں تھام لیتا ہوں
جمال گنبد خضریٰ بسا کے آنکھوں میں
نسیم اس سے بصارت کا کام لیتا ہوں

عورت کی مثال لیجئے۔ بعثت مصطفوی سے قبل وہ اس کائنات ارضی کی مظلوم ترین ہستی تھی۔ عرب میں تو اسے پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ قیصر وکسریٰ کی استبدادی حکومتوں میں اسے منڈی کا مال سمجھا جاتا تھا۔ رشتوں کا تقدس اس حد تک مٹ چکا تھا کہ سگی بہن اور سوتیلی ماں کے ساتھ رشتۂ ازدواج قائم کر لیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں ہندو عورت کا پتی کے ساتھ زندہ جل مرنا مقدر بن چکا تھا۔ رحمت کاملہ کا ظہور ہوا تو اس مظلوم ہستی کو سہارا مل گیا۔ عورت کو عزت ملی۔ وقار ملا۔ احترام اور مقام نصیب ہوا۔ جسے پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا تھا اسے حضور کی رحمت سے خاتون خانہ کا مقام حاصل ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے اس مظلومہ کے برہنہ سر کو چادر رحمت سے ڈھانپ لیا۔ حضور علیہ السلام نے ماں کو اس بلند مقام پر پہنچا دیا کہ اولاد کے لئے اس کے قدموں میں جنت رکھ دی۔ بیٹی کو جو بلند ترین مقام عطا فرمایا اس کی نشاندہی علامہ اقبال نے ان الفاظ میں کی ہے۔

اگر پند ز درویش پذیری ہزار امت بمیرد تو نہ میری
بتول باش پنہاں شوازیں عصر کہ در آغوش شبیرے بگیری

سیدہ فاطمہ خاتون جنت سے حضور اس قدر محبت کرتے تھے کہ جب شہر سے باہر جاتے تو ان کو مل کر جاتے اور باہر سے شہر میں تشریف لاتے تو پہلے خاتون جنت سے ملتے۔ خاتون جنت جب حضور کو ملنے کے لئے آتیں تو کھڑے ہو کر اپنی بیٹی کا استقبال فرماتے۔

کیا عرب کے جاہلی معاشرہ میں بیٹی کے اس درجہ احترام کا کوئی تصور کر سکتا تھا؟

رحمت کامل نے غلاموں کی غلامی کی زنجیریں کاٹ ڈالیں اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارث کے ساتھ اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش کو بیاہ کر ایک عالم کو محو حیرت کر دیا۔ ہمارے آقا جب مکہ میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو اپنے ساتھ اپنے آزاد کردہ غلام حضرت اسامہ بن زید کو سوار کر رکھا تھا۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کی آخری فوجی مہم شام کی طرف روانہ کی اس میں جلیل القدر انصار و مہاجرین صحابہ کو شامل کیا اور ان پر اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید کے بیٹے اسامہ کو سپہ سالار مقرر کیا۔ رحمت کامل نے غلاموں کے مرتبہ کو کس قدر بلند فرمادیا! ۔ مکہ فتح ہوا تو اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت بلال حبشی کو بیت اللہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان پڑھنے کا فرمان جاری کیا۔ مشرکین مکہ دم بخود ہیں کہ وہ حبشی غلام جس کو ہمارے سامنے بیٹھنے کی جرأت نہ تھی آج کعبۃ اللہ کی چھت پر کھڑا توحید ورسالت کے ترانے پڑھ رہا ہے۔

ہمارے آقا یتیموں کے والی بن کر آئے۔ آپ کسی یتیم کو دیکھتے تو اپنا دست شفقت اس کے سر پر رکھ دیتے۔ آپ نے یتیموں کے حقوق کا بھرپور تحفظ کیا۔ ایک دفعہ عید کی نماز ادا کرنے کے لئے تشریف لے جارہے تھے کہ ایک یتیم بچے کو میلے کچیلے کپڑے پہنے گلی میں روتے دیکھا۔ حضرت امام حسن اور امام حسین بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ واپس پلٹ آئے اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کو کہا کہ اس یتیم کو نیا لباس پہناؤ تا کہ میں اس کو عیدگاہ میں ساتھ لے کر جاؤں۔

حضور اکرم کمزوروں۔ ناتوانوں اور ضعیفوں کا بڑا سہارہ تھے بوڑھوں کو سہارہ دیا کرتے تھے ان کے کام اپنے مقدس ہاتھوں سے کر دیا کرتے تھے۔ ایک بڑھیا کا واقعہ بہت مشہور ہے جو حضور کو جادوگر سمجھ کر اپنا گھر چھوڑنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ وہ سر پر بھاری گٹھری اٹھائے شہر چھوڑ کر جا رہی تھی رحمت عالم سے ملاقات ہو گئی۔ حضور کو پہچانتی نہ تھی۔ آپ نے اس کی گٹھری اٹھالی۔ راستے میں اس نے بتایا کہ میں تو اس جادوگر کے خوف سے بھاگ کر جا رہی ہوں جس نے باپ اور بیٹوں میں جدائی ڈال دی ہے۔ آپ خفا نہیں ہوئے اور اسے منزل مقصود تک لے گئے۔ منزل پر پہنچ کر جب اس کو معلوم ہوا کہ آپ ہی وہ ستودہ صفات محسن انسانیت ہیں جن کو مشرکین مکہ نے جادوگر مشہور کر رکھا ہے تو حضور کے قدموں میں گر پڑی اور ایمان لے آئی۔

(7) صاحب تفسیر روح البیان نے اس آیت مقدسہ کی تفسیر اکابر کے اقوال کی روشنی میں بڑے روح پرور انداز میں یوں بیان کی ہے:

''ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت مطلقہ تامہ کاملہ عامہ شاملہ جامعہ محیط بہ جمیع مقیدات۔ رحمت غیبیہ وشہادت علمیہ وعینیہ ووجودیہ وشہودیہ وسابقہ ولاحقہ وغیر ذلک تمام جہانوں کے لئے عالم ارواح ہوں یا عالم اجسام ذوی عقول ہوں یا غیر ذوی عقول''

قارئین کرام! آیئے دعا کریں کہ

اے خالق ارض وسموات! ہمارے دلوں میں بھڑکتی ہوئی آتش غیض وغضب کو رحمت مصطفوی سے ٹھنڈا کردے۔ جوش انتقام کے بجائے ہمارے دلوں کو عفو و درگذر کی نعمتوں سے مالا مال کردے۔ ہمیں دامن رحمت مصطفیٰ علیہ السلام میں امن وسکون کی زندگی عطا فرمادے۔ ہمارے بے چین و بے قرار دلوں کو سکون کی دولت عطا فرمادے......

؎ گر تمہیں مطلوب عالم میں سکوں آرام ہے
ان کا دامن تھام لو جن کا محمد علیہ السلام نام ہے

(3) اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کا حامی وناصر ہے

سورہ......حج......آیت...... 15

﴿اردو ترجمہ﴾

''جو شخص یہ خیال کیے ہوئے بیٹھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی مدد نہیں کرے گا نہ دنیا میں نہ آخرت میں تو اسے چاہیئے کہ ایک رسی کے ساتھ چھت سے لٹک جائے۔ پھر اسے کاٹ دے پھر دیکھے گا کہ دور کر دیا ہے اس کی تدبیر نے اس کے غم وغصہ کو''

﴿وضاحتیں﴾

پس منظر

مشرکین کا خیال یہ تھا کہ مسلمان کمزور ہیں۔ وہ ان کی کمزوری اور تنگ دستی دیکھ کر ان کی طرف التفات نہ کرتے تھے۔ دیگر قبائل عرب کا بھی یہی خیال تھا۔ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں مشرکین کو زیادہ اہمیت دیتے تھے کیونکہ وہ ان کو طاقتور سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ اپنے تعلقات خراب کرنا نہیں چاہتے تھے۔ مسلمانوں کو مسلسل مشرکین کے ہاتھوں جو رو استبداد کا نشانہ بنتے ہوئے دیکھ کر وہ یہ خیال کرنے لگے تھے کہ ان کی تو ان کے خدا نے بھی مدد نہیں کی۔ جب مسلمانوں کو کافروں کے ظلم وستم سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت ہوئی تو ان کے اس زعم باطل کو تقویت پہنچی کہ مسلمان اور ان کے رسول (ﷺ) کی مدد ان کے اللہ نے نہیں کی۔ وہ یہ سمجھنے لگے کہ اگر یہ لوگ حق پر ہوتے اور اللہ واقعی ان کا معاون ومددگار ہوتا تو ان کو اس بے بسی اور بے کسی کے عالم میں نہ چھوڑ دیتا اور یہ مجبور ہو کر اپنا وطن نہ چھوڑتے۔ ان کے اس خیال خام کو رد کرنے

کے لئے یہ آیت مقدسہ نازل کی گئی۔

(1) کافروں۔منافقوں اور مشرکوں کے خیال خام کی تردید کی جا رہی ہے اور انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بے یارو مددگار نہیں چھوڑا وہ ان کی ضرور مدد کرے گا اور کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ یہ تو اس کی حکمت بالغہ تھی کہ اس نے مکہ میں مشرکین کے ساتھ لڑنے کا اذن نہ دیا۔حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت سے ان کے دعوئے اسلام کی آزمائش کی اور ان کے مدارج کو بلند کیا۔اللہ اپنے رسول کی مدد پر قادر ہے اور ضرور مدد کرے گا۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ تم خواہ اس حسد اور بغض میں مرکیوں نہ مٹو اللہ اپنے رسول کی مدد ضرور کرے گا۔اللہ تعالیٰ نے ان بدنصیبوں کو اپنے ہاتھوں مر مٹنے کا ایک دلچسپ طریقہ بتایا۔فرمایا جسے یہ گوارا نہ ہو کہ میرے رسول (ﷺ) اور اس کے غلاموں کو پھولا پھلتا دیکھے تو وہ پھانسی لے کر اپنے ہاتھوں اپنی جان کا خاتمہ کر لے۔وہ چھت کے ساتھ رسی لٹکا کر اس کا پھندہ اپنے گلے میں ڈال لے اور پھر رسی کاٹ کر تڑپ تڑپ کر جان دے دے اس طرح اس کی حسد اور بغض سے معمور غلیظ زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے رسول اور اس کے صحابہ کی مدد نہ صرف اس دنیا میں کی جائے گی بلکہ عالم آخرت میں بھی۔ان کو جہنم کے عذابوں سے محفوظ رکھا جائے گا اور جنت الفردوس کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا جائے گا۔

(4) بہترین شریعت حضور ﷺ کو عطا ہوئی

سورہ......حج......آیات......67,68

﴿اردو ترجمہ﴾

''ہر امت کے لئے ہم نے عبادت کا طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کے مطابق وہ عبادت کرتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ آپ کے ساتھ جھگڑا نہ کریں اس معاملہ میں۔ آپ انہیں اپنے رب کی طرف بلاتے رہیں۔ آپ بے شک سیدھی راہ پر گامزن ہیں۔ اور اگر وہ (پھر بھی) جھگڑا کریں تو فرما دیجیئے کہ اللہ جانتا ہے جو تم کر رہے ہو''

﴿وضاحتیں﴾

پس منظر

بدیل بن ورقہ۔ یزید بن خنیس اور بشر بن سفیان اسلامی ذبیحہ اور حرام وحلال کے مسائل پر اعتراضات وارد کیا کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ یہ عجب بات ہے کہ جس جانور کو تم خود اپنے ہاتھوں مار ڈالتے ہو (ذبح کرتے ہو) وہ تو حلال ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ مار ڈالتا ہے وہ حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان کے اعتراضات کو رد کرتے ہوئے شریعت مصطفوی ﷺ کو پاکیزہ بہترین اور حالات کے تقاضوں کے مطابق قرار دیا ہے۔

(1) ہر امت کے لئے جس کے پاس نبی بھیجا گیا تھا عبادت کا ایک طریقہ جاری کیا گیا تھا جسے شریعت کہتے ہیں۔ اس امت کے لئے اس کی پیروی ضروری قرار دی گئی تھی۔

(2) مخصوص حالات کے مطابق مختلف امتوں کو جو نظام شریعت عطا کیا گیا تھا اسے حالات سے منسلک کیا گیا۔

(3) کسی سمجھ دار انسان کو زیبا نہیں کہ شریعت کے اختلافات کو بنیاد بنا کر مخالفت اور مخاصمت پر کمر بستہ ہو جائے۔ یہود اور نصاریٰ کا اس معاملہ میں حضور کے ساتھ جھگڑنا ان کی نادانی ہے۔

(4) حضور کو فرمایا گیا کہ مخالفین کے اعتراضات کی پرواہ نہ کریں اور انہیں مسلسل راہ ہدایت کی طرف بلاتے رہیں۔ کیونکہ اسلام کے نفاذ کے بعد باقی تمام مناسک ختم ہو گئے ہیں بہترینّ نظام شریعت وہی ہے جو آپ کو عطا کیا گیا ہے۔

(5) آپ چشم پوشی اختیار کیجئے۔ آپ کی درگذر کے باوجود اگر وہ اپنی حرکات سے باز نہ آئیں تو ان کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ قادر و مالک تمہیں ان اعمال کی سزا دنیا میں بھی دے سکتا ہے اور آخرت کے عذابوں میں بھی مبتلا کر سکتا ہے۔

(5) حضور ﷺ کی عظمت وتوقیر

سورہ......نور......آیت......62

اردو ترجمہ

”نہ بنالو رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو“

وضاحتیں

(1) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بارگاہ رسالت کا ادب واحترام پیش نظر رکھنے کی تعلیم دی جارہی ہے اور سمجھایا جارہا ہے کہ حضور ﷺ کو بلاتے وقت وہ انداز نہ اختیار کیا کرو جو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کے لئے اختیار کرتے ہو۔ حضور اکرم ﷺ کو ندا کرنا ہو تو ادب واحترام اور توقیر وتعظیم کو پیش نظر رکھا کرو اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کا تذکرہ بہترین الفاظ میں کرنا فرض ہے۔ محض نام لینا ادب کے تقاضوں کے منافی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود بھی اپنے پیارے رسول کو قرآن مقدس میں مختلف القاب سے مخاطب کیا ہے۔ کبھی یاایھا المزمل اور کبھی یاایھا المدثر کے القاب سے مخاطب کیا قرآن مقدس جیسی عظیم وضخیم کتاب حضور اکرم کے تذکروں سے بھری پڑی ہے حضور کا اسم ذات محمد (ﷺ) صرف چار مرتبہ آیا ہے۔

(2) اس آیت مقدسہ کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس کو رسول ﷺ پکاریں وہ حضور کے پکارنے کو ایسا نہ سمجھے جیسے کسی دوسرے صحابی نے پکارا ہو بلکہ وہ حضور اکرم کی آواز سن کر ہمہ تن مستعد اور مودب ہوجائے اور ہر مصروفیت کو ترک کرکے حاضر خدمت ہوجائے۔ گویا حضور اکرم ﷺ کے بلانے پر اجابت وتعمیل واجب ہوجاتی ہے اور ادب واحترام کے ساتھ حاضر ہوجانا لازم ہوجاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی اہم فریضہ انجام کیوں نہ دے رہا

نماز سے بڑھ کر اہم کام کوئی نہیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ پر لازم تھا کہ نماز کو
ڑ کر حضور کے بلانے پر حاضر ہو جایا کریں۔ نیز یہ بھی ادب واحترام کے تقاضوں میں
ل ہے کہ حاضر خدمت ہو تو اجازت لے کر اور واپس جانا ہو تو بھی اجازت لے کر سورہ
نفال کی آیت 24 میں واضح طور پر یہ حکم دیا گیا ہے۔ وہاں پر اس کی وضاحت کرتے
ے حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت سعید بن معلیٰ کے واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔
وں نے نماز کی وجہ سے حضور اکرم کے بلانے پر حاضری میں تاخیر کی تھی۔

(6) حضور ﷺ فرقان لے کر آئے

سورہ......فرقان......آیت......1

﴿اردو ترجمہ﴾

''بڑی برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ سارے جہان والوں کے لئے ڈر سنانے والا بن جائے''

﴿وضاحتیں﴾

(1) اس آیت مقدسہ میں قرآن مقدس کو فرقان کے پاکیزہ نام سے موسوم کیا گیا ہے۔قرآن مقدس صحیفۂ ہدایت ہے اس کی تعلیمات کا جہاں سے گذر ہو وہاں توحید و رسالت کی عطر بیز ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔کفر و شرک کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اسے فرقان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جس کے لغوی معنی فرق کرنے کے ہیں''۔اس پاک کتاب نے حق و باطل کا فرق بالکل واضح کر دیا ہے۔اس آفتاب عالمتاب کے نزول سے عرصہ حیات کے گوشے جگمگا اٹھے ہیں۔

(2) اس کلام کا کمال و جمال اس وجہ سے بھی ہے کہ اس کا بھیجنے والا خالق کائنات ہے۔مالک ارض و سمٰوات ہے۔پروردگار عالم ہے جو بے انتہا خیر و برکت والا ہے اس کی عظمتوں کی کوئی حد نہیں۔

(3) بھیجنے والا بدرجہ خیر و برکت والا ہے۔جو کچھ بھیجا ہے وہ اپنی برکتوں کی وجہ سے سر چشمۂ ہدایت ہے۔جس کے پاس بھیجا گیا ہے وہ محبوب خدا ہے۔اور بھیجا اس لئے گیا ہے کہ اس کے ذریعے وہ سارے جہانوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے بُرے انجام سے بروقت خبردار کر دے۔

(7) حضور ﷺ کی خدمت میں زمین کے خزانوں کی کنجیاں

سورہ......الفرقان آیات......7 تا 11

﴿اردو ترجمہ﴾

"اور کفار کہنے لگے اس رسول کو کیا ہوا ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا کہ وہ اس کے ساتھ مل کر ڈراتا۔ یا اس کی طرف کوئی خزانہ اتارا جاتا۔ یا اس کا ایک باغ ہوتا جس میں سے کھاتا۔ اور ظالموں نے کہہ دیا کہ تم ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے"

﴿وضاحتیں﴾

پس منظر

جب بھی کسی قوم کی طرف کوئی نبی بھیجا گیا اس قوم کے سرکردہ لوگوں نے اس پر اعتراضات وارد کرنا شروع کر دیئے۔ مشرکین مکہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ ان آیات مقدسہ میں ان کے چھ اعتراضات کا ذکر کیا گیا ہے۔

(1) پہلا اعتراض یہ کیا گیا کہ یہ نبی تو کھانا کھاتا ہے۔ یہ اعتراض کس قدر بودا تھا۔ حضور ﷺ سے پہلے ایک لاکھ سے زائد انبیاء مبعوث ہو چکے تھے اور وہ سب کھانا کھاتے تھے۔ بے شعور لوگوں نے اس امر کو نبوت کے منافی کیوں سمجھا۔

(2) دوسرا اعتراض یہ تھا کہ یہ نبی تو ہمیں بازاروں میں چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔ اگر واقعی نبی ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔

(3) تیسرا اعتراض یہ تھا کہ اس کے ساتھ فرشتہ کیوں نہ بھیجا گیا جو لوگوں کو بتاتا کہ یہ

اللہ کا رسول ہے اور لوگوں کو ڈراتا کہ اگر تم نے اس کی تعلیمات پر عمل نہ کیا تو تم
عذاب نازل ہوگا اور ہلاک ہو جاؤ گے۔

(4) ایک اعتراض یہ تھا کہ نبی کو تو مال دار ہونا چاہیے تھا۔ اس کے پاس بڑا خزانہ ہو
جس میں سے خوب خرچ کرتا اور اپنے ماننے والوں کی بھی مدد کرتا۔ یہ تو خود تنگ
دستی اور غربت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔

(5) پانچواں اعتراض یہ تھا کہ اگر خزانہ نہیں اتارا تھا تو کم از کم نبی کے پاس ایک باغ تو ہو
جس کے پھل کھا کر گذارہ کر لیتا عسرت اور تنگ دستی سے تو نجات حاصل ہوتی۔

(6) آخر میں یہ کہا کہ ہمارے خیال میں تو یہ جادو کا اثر ہے جس کے تحت یہ عجیب و
غریب قسم کی باتیں کرتا ہے۔ کسی نے اس پر جادو کر دیا ہے۔ اگر جادو کا اثر نہ ہوتا
تو اس قسم کی نا قابل فہم باتیں نہ کرتا۔

کور باطن مشرکین مکہ دیکھا کرتے تھے کہ رسالت کا دعویٰ کرنے والا پھٹا پرانا اور پیوند زدہ لباس استعمال کرتا ہے۔ اس کے گھر میں چولہا گرم نہیں ہوتا۔ کبھی چولہا گرم ہو بھی جائے تو جو کی روٹیاں پکا کرتی ہیں۔ کبھی کھجوروں پر گذارہ ہوتا ہے اور کبھی ستو پر۔ بدنصیب سمجھتے تھے کہ حضور علیہ السلام عالم بے بسی میں مفلوک الحالی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ ان کو اس بات کی خبر ہی نہ تھی کہ یہ فقر و فاقہ اختیاری تھا اللہ تعالیٰ نے تو اپنے پیارے حبیب کو یہ پیش کش کی تھی کہ اگر اس کی رضا ہو تو اس کے لئے مکہ کے پہاڑ سونا بنا دیئے جائیں لیکن اس عظمتوں والے رسول نے دنیا کی نعمتوں کو اپنے دامن استغنا سے گرد کی طرح جھاڑ دیا تھا۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''مجھے ساری زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں'' سن لیا بدنصیبو! جسے تم اپنی نادانی اور کم ظرفی کی وجہ سے مجبوری۔ لاچاری۔ تنگ دستی اور مفلسی قرار دے رہے ہو یہ

تو ہمارے آقا کا خود اختیاری فقر ہے۔

رب کریم نے جنت کے خازن (1) کو اپنے محبوب پاک کی خدمت میں بھیجا۔ جب رضوان کو شرف باریابی ہوا تو اس نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا پھر اللہ رب العزت کا سلام پہنچایا اس کے بعد ایک صندوقچی آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کی۔ اس میں سے نور چمک رہا تھا۔ حضور اکرم نے رضوان سے صندوقچی کے بارے میں استفسار کیا تو اس نے جواب دیا کہ صندوقچی رب کریم نے آپ کے پاس بھیجی ہے۔ جب آپ نے پوچھا کہ اس کے اندر کیا ہے تو رضوان نے جواب دیا کہ اس کے اندر دنیا کے سارے خزانوں کی کنجیاں ہیں۔ رضوان نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اس کے قبول کر لینے سے آپ کے آخرت کے مرتبہ میں مچھر کے پر کے برابر بھی کمی نہ ہوگی۔ رضوان کے ساتھ جبرئیل بھی حاضر ہوئے تھے۔ حضور نے جبرئیل کی طرف دیکھا۔ جبرئیل سمجھ گیا مشورہ طلب کیا جا رہا ہے اس نے اپنا ہاتھ زمین پر مار کر تواضع اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے یہ مشورہ قبول کرتے ہوئے رضوان کو فرمایا: اے رضوان! مجھے ان کی حاجت نہیں مجھے فقر زیادہ عزیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ بننا مجھے زیادہ پسند ہے۔

رضوان عرض کرنے لگا: ”آپ نے درست فیصلہ فرمایا۔ اللہ آپ کا ہے“

سیدہ (2) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ”میرے لئے میرے رب نے یہ پیش فرمایا کہ بنا دے میری خاطر مکہ مکرمہ کے پہاڑوں کو سونا۔ میں نے عرض کیا۔ اے میرے رب! نہیں! بلکہ میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ ایک روز تو سیر ہو کر کھاؤں اور ایک روز بھوک برداشت کروں۔

---

(1) ضیاء القرآن ج 3 ص 354-355

(2) تفسیر مظہری

ایک فرشتہ کی معیت کو حضور ﷺ کے لئے اعزاز سمجھنے والو! تم کیا جانو شافع روز جزا کے مقام کو!

ان کو تو اپنے اللہ کی معیت حاصل ہے جو نہ صرف فرشتوں بلکہ سارے جہانوں کا مالک و خالق ہے۔ فرشتے تو میرے آقا کی قدم بوسی کو اپنے لئے بڑا اعزاز سمجھتے ہیں۔ فرشتوں کا سردار دروازے پر دستک دے کر حاضری کی اجازت طلب کرتا ہے۔

جہاں تک باغ کے سوال کا تعلق ہے یہ گلشن ہستی کس کا ہے اسے تو سجایا ہی اس پاک ذات کے لئے گیا ہے جسے پہچاننے کے لئے تمہارے پاس آنکھیں نہیں ہیں۔ اس پاک ذات کو تو اللہ تعالیٰ نے کوثر کا تحفہ دیا ہے۔ جنت عدن کے سرسبز پیرہن اس کے قدموں پر نثار ہیں۔ حوران جنتی مہکتے ہوئے پھولوں کے گلدستے لئے ان کے لئے محو انتظار ہیں۔

مشرکین مکہ کے ان اعتراضات کے جواب میں خالق ارض و سمٰوات نے فرمایا:

"دیکھئے! آپ کے متعلق کیسی طرح طرح کی مثالیں بیان کرتے ہیں پس وہ گمراہ ہو گئے۔ پس وہ راہ نہیں پا سکتے"۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ آپ کے بارے میں طرح طرح کی گستاخیاں کرنے سے گمراہ ہو گئے ہیں سیدھا راستہ تو یہ تھا کہ آپ کو اللہ کا رسول مان لیتے اور طرح طرح کے اعتراضات وارد نہ کرتے۔ بدنصیب حضور ﷺ کے مقام کو نہ پہچان کر خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ کاش وہ حضور ﷺ کو حضرت زید بن حارث کی آنکھ سے دیکھتے تو والدین کی محبت پر حضور اکرم کی محبت کو مقدم گردانتے۔

حضور ﷺ کی گستاخی کر کے صراط مستقیم پانے کے امکانات ان گستاخوں کے لئے ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے ہیں۔

(8) قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کا حکم

سورہ......الشعراء......آیت......214

اردو ترجمہ

''اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں''

وضاحتیں

تاریخی پس منظر

بعثت کے بعد تین سال کا ابتدائی دور خفیہ تبلیغ کا دور تھا۔ اس دور میں حضور ﷺ نے کھل کر تبلیغ نہیں کی۔ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص حکمت اور حضور اکرم کے لئے شفقت تھی کیونکہ مشرکین اسلام کے سخت دشمن ہو رہے تھے۔ حضور اکرم اس تین سالہ دور کے دوران ایمان لانے والوں کو دار ارقم میں تعلیم دیا کرتے تھے۔ مسلمان دار ارقم میں یا چھپ کر مکہ کی گھاٹیوں میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اس تین سالہ دور میں چالیس افراد نے اسلام قبول کیا۔

(1) تین سال کو عرصہ گذرنے کے بعد حضور ﷺ کو اپنے قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کرنے کا حکم صادر ہوا۔ قریب ترین رشتہ داروں میں بنو ہاشم اور بنو مطلب شامل ہیں۔ ہاشم حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے والد اور مطلب ان کے چچا اور حضرت ہاشم کے بھائی ہیں۔

(2) اس فرمان کی تعمیل کی عملی صورت یہ سامنے آئی کہ حضور اکرم نے ایک دعوت کا اہتمام فرمایا اور اس میں بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شامل کیا۔ اس دعوت میں شریک ہونے والوں کی تعداد 45 تھی۔ اس میں آپ کے چچا ابولہب اور ابوطالب بھی شامل تھے۔ حضور

اکرم خطاب فرمانے والے تھے کہ ابولہب بدنصیب بول پڑا۔ کہنے لگا:

''یہ تمہارے چچا اور چچازاد بھائی (1) موجود ہیں۔ بات کرو لیکن نادانی چھوڑ دو اور سمجھ لو کہ تمہارا خاندان سارے عرب کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور میں سب سے زیادہ حق دار ہوں کہ تمہیں پکڑ لوں۔ پس تمہارے لئے تمہارے باپ کا خانوادہ ہی کافی ہے اور اگر تم اپنی بات پر قائم رہے تو یہ بہت آسان ہوگا کہ قریش کے سارے قبائل تم پر ٹوٹ پڑیں اور بقیہ عرب بھی ان کی مدد کریں پھر میں نہیں جانتا کہ کوئی شخص اپنے باپ کے خانوادہ کے لئے تم سے بڑھ کر شر کا باعث ہوگا''۔

ابولہب کی اس ہرزہ سرائی کی وجہ سے اس مجلس میں کوئی گفتگو نہ ہو سکی۔

(3) پھوپھیوں کی تشویش (2) اور مشورہ

اللہ کے رسول ﷺ ایک اور دعوت کا اہتمام کرنے کی فکر میں تھے۔ ایک روز ان سوچوں میں گھرے بیٹھے تھے کہ آپ کی پھوپھیاں ملاقات کے لئے حاضر ہوئیں جب ان کے ساتھ مشورہ کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ ابولہب کو نہ بلایا جائے باقی سب اعزہ کو دعوت پر بلالیں۔

(4) دوسری دعوت: چند روز بعد آپ نے پھر ایک دعوت کا اہتمام فرمایا اور لوگوں سے یوں خطاب فرمایا:

''ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ میں اس کی حمد بیان کرتا ہوں اور اس سے یہی مدد طلب کرتا ہوں اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ رہنما اپنے گھر کے لوگوں سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس خدا کی

---

(1) الرحیق المختوم ص 138 صفی مبارک پوری۔

(2) ضیاء النبی ج2 ص 267 پیر محمد کرم شاہ صاحب۔

قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں تمہاری طرف خصوصاً اور لوگوں کی طرف عموماً اللہ کا رسول ہوں۔ بخدا تم لوگ اسی طرح موت سے دوچار ہو گے جیسے سو جاتے ہو اور اسی طرح اٹھائے جاؤ گی جس طرح جاگتے ہو۔ پھر جو کچھ تم کرتے ہو اس کا تم سے حساب لیا جائے گا۔ اس کے بعد یا تو ہمیشہ کے لئے جنت ہے یا ہمیشہ کے لئے جہنم۔

اعلان توحید و رسالت سن کر ابولہب بد بخت کہنے لگا:

''یہ خدا کی قسم برائی ہے۔ دوسروں سے پہلے اس کے ہاتھ تم لوگ خود ہی پکڑ لو''

یہ سن کر دوسرے چچا ابوطالب (3) بولے:

خدا کی قسم جب تک جان میں جان ہے ہم لوگ ان کی حفاظت ہی کرتے رہیں گے''

(5) کوہ صفا پر

پھر ایک روز حضور ﷺ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر آواز لگائی: ''یا صباحاہ'' (4) یہ آواز سن کر قریش آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ نے انہیں توحید اور رسالت کا درس دیا۔ آخرت پر ایمان لانے کی تلقین فرمائی۔ حضور نے لوگوں سے پہلے پوچھ لیا تھا کہ اگر میں کہوں کہ اس وادی میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟ لوگوں نے کہا: ''ہاں! ہم نے آپ سے ہمیشہ سچ ہی سنا ہے'' اس اقرار کے باوجود جب آپ نے درس توحید دیا تو بد بخت ابولہب ہی سب سے پہلے بول اٹھا:

''تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں (نعوذ باللہ) کیا اسی لئے ہمیں بلایا تھا''

لوگ آپ کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔

---

(3) ابن الاثیر۔

(4) عربوں کا دستور تھا خطرہ کے وقت لوگوں کو اسی طرح پکار کر جمع کیا کرتے تھے۔

(9) اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر وقت نظر کرم رکھتا ہے

سورہ......الشعرا......آیات 215-219

﴿اردو ترجمہ﴾

''جو ایمان والے لوگ آپ کی پیروی کرتے ہیں ان کے لئے اپنے پروں کو نیچے کیا کیجئے۔

پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ فرمادیں میں ان کاموں سے بری ہوں۔

اور سب سے غالب اور ہمیشہ رحم کرنے والے پر بھروسہ کیجئے جو آپ کو دیکھتا رہتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور دیکھتا رہتا ہے جب آپ سجدہ کرنے والوں کا چکر لگاتے ہیں۔''

﴿وضاحتیں﴾

پرندے اپنے بچوں کو دوسرے ظالم جانوروں اور موسم کے شدائد سے بچانے کی بہت زیادہ کوشش کرتے ہیں۔ یہ عام مشاہدہ کی بات ہے کہ مامتا کی ماری مرغی بلی پر جھپٹ پڑتی ہے جب وہ اس کے بچوں کو شکار کرنے کے درپہ ہوتی ہے۔ پرندے اپنے بچوں کو موسم کے شدائد اور دوسرے جانوروں کی دستبرد سے بچانے کے لئے اپنے پروں کے نیچے چھپا لیتے ہیں۔ بڑا عجیب منظر دیکھنے کو ملتا ہے جب مرغی اپنے دس بارہ چھوٹے چھوٹے چوزوں کو اپنے پروں کے نیچے جگہ دینے کے لئے خوب پر پھیلاتی ہے۔

(1) سورہ الشعراء کی آیت مبارکہ 215 میں خالق ارض وسموات نے جو اپنے بندوں پر بے حد مہربان اور شفیق ہے اپنے پیارے حبیب کو فرمایا ہے کہ ایمان والوں کو بھرپور

تحفظ عطا فرما دیں۔ اپنے پیروکاروں کو اپنے پروں میں چھپا لیجئے۔ اہل ایمان کے ساتھ کریمانہ سلوک روا رکھنے کے لئے خالق ارض و سمٰوات نے کیسی عمدہ مثال بیان فرمائی ہے۔ قربان جائیں رب کائنات کے کلام کی لطافتوں اور نزاکتوں کے حضور علیہ السلام کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنے اہل ایمان پیروکاروں کو اپنی چادر رحمت کا ایسا تحفظ عطا فرمایئے کہ زمانے کے ادبار و آلام کا سایہ بھی ان پر نہ پڑے پروردگار عالم نے آمنہ کے لال کو جو مقام ناز عطا فرمایا تھا۔ محبوبیت کی جن رفعتوں سے نوازا تھا اگر آقا ان میں ہی مگن رہتے تو غریب امتیوں کا کیا بنتا؟

اگر عرش نشین محبوب رب العالمین انیس الغریبین نہ ہوتے اور اپنے خاک نشین غلاموں کو اپنی چادر رحمت کا سایہ عطا نہ فرماتے تو وہ کہاں جاتے؟

مومنوں کی خوش بختی پر کون شک کر سکتا ہے جو دو کریم آقاؤں کے لطف و کرم کی لذتوں سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ خالق و مالک بھی کریم اور محبوب رب العالمین بھی کریم۔

(ا) سیرت مقدسہ اور اسوۂ رسول علیہ السلام کا مطالعہ کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ کریم آقا کبھی بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اپنی رحمت کا سہارہ دیتے ہیں اور کبھی عمار بن یاسر کو۔ مشرکین مکہ کے جور و استبداد سے اپنے غلاموں کو بچانے کے لئے کبھی حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں اور کبھی یثرب کی طرف ہجرت کے بعد مہاجرین کے دکھوں کا مداوا کرنے کے لئے نظام اخوت جاری کر کے انصار و مہاجرین صحابہ کو بھائی بھائی بنا دیتے ہیں۔

(ب) خندق کھودتے ہوئے جب کوئی سخت چٹان آ جاتی ہے تو آقا کدال ہاتھ میں لیئے اپنے غلاموں کی مدد کو پہنچ جاتے ہیں۔ اسی موقعہ پر فاقہ کشی کے عالم میں جب حضرت جابرؓ حضور اکرم کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں تو شفیق آقا اسے گوارا نہیں فرماتے کہ خود تو پیٹ بھر لیں اور فداکار بھوکے رہیں۔ آپ سب صحابہ کو ساتھ لے

جاتے ہیں جن کی تعداد سینکڑوں میں تھی حضور کا معجزہ کہ وہ چند افراد کے لئے تیار کیا جانے والا کھانا نہ صرف ان سب کو شکم سیر کر دیتا ہے بلکہ بچ بھی جاتا ہے۔

(ج) غزوہ بنو قریظہ کے موقعہ پر حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ سے مسلمانوں کے مفاد کے منافی کوئی حرکت سرزد ہو جاتی ہے جس پر وہ بے حد نادم ہوتے ہیں اور خود کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے بندھوا لیتے ہیں۔ رحمت مجسم کو جب خبر ہوتی ہے تو فرماتے ہیں اگر وہ میرے پاس آ گئے ہوتے تو میں بخشش کی دعا کر دیتا۔

(د) ہجرت مدینہ کے بعد مشرکین مکہ کی طرف سے حملہ کا خطرہ لگا رہتا تھا ایک رات اسی قسم کا خطرہ پیدا ہوا تو حضور اکرمؐ فوراً گھوڑا دوڑاتے ہوئے دور تک نکل گئے اور غنیم کا کوئی نام و نشان نہ پا کر لوٹ آئے۔ واپسی پر غلامان مصطفیٰ کو دیکھ کر فرمایا جاؤ آرام کرو۔ میں دور تک دیکھ آیا ہوں ادھر کوئی نہیں ہے۔

(2) حضورﷺ کی نافرمانی کی سزا بھلا اس سے کم کیا ہو سکتی ہے کہ نافرمانی کرنے والے کا سر تن سے جدا کر دیا جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اگلی آیت میں مومنوں پر ایک اور بڑا احسان فرمایا۔ حضور کو فرمایا کہ مومنوں میں سے اگر کوئی نافرمانی کر گذرے تو اس سے بیزاری کا اظہار کر دیں۔ یہ بہت بڑی رعایت ہے، بہت بڑا کرم ہے۔ یہ حکم بھی دیا جا سکتا تھا کہ اس کی گردن اڑا دی جائے لیکن مولےٰ کریم نے ایسا حکم جاری نہیں فرمایا۔ جب ہم سیرت مقدسہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو کئی ایسی مثالیں نظروں کے سامنے آتی ہیں جہاں حضورﷺ نے صحابہ کی کوتاہیوں پر شدید مواخذہ نہیں فرمایا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(ا) غزوہ احد میں حضورﷺ نے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ ایک گھاٹی پر متعین فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ جو کچھ بھی ہو وہ اپنی جگہ نہ چھوڑیں۔ جنگ کے بالکل ابتدائی مرحلوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی لشکر کفار راہ فرار

اختیار کرنے لگا۔ تیراندازوں میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا آخران میں سے اکثر نے درہ چھوڑ دیا۔ دستہ کے سالار حضرت عبداللہ بن جبیر اور چند صحابہ باقی رہ گئے۔ مشرکین کے فرار ہوتے ہوئے ایک دستہ نے جس کے سالار خالد بن ولید تھے ان تیراندازوں کو شہید کر دیا اور عالم بے خبری میں مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اسلامی سپاہ میں انتشار پیدا ہو گیا۔ فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔ ستر صحابہ شہید ہو گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ زخمی ہو گئے۔ دور حاضر کا جنگی قانون میدان احد میں لاگو کیا جاتا تو درہ کو چھوڑ دینے والوں کی گردنیں ماری جاتیں لیکن وہاں ایسا کچھ بھی نہ ہوا۔

(ب) مکہ پر حملہ کرنے کا خفیہ منصوبہ حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ نے ایک خفیہ خط کے ذریعے مشرکین مکہ پر کھول دینا چاہا۔ حضور اکرم کو بذریعہ وحی خبر ہو گئی۔ خط پکڑا گیا۔ حضرت فاروق اعظم نے اجازت طلب کی کہ حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ کی گردن ماری جائے لیکن حضور نے اجازت نہ دی۔ بے زاری کا اظہار فرمایا لیکن بعد میں معاف کر دیا اور ان کو اپنا نامہ بر بنا کر مصر کے بادشاہ مقوقش کے دربار میں بھیجا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے آیت 217 میں اپنے پیارے محبوب کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

حیات طیبہ اور سیرت مقدسہ کے ایک ایک واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو اپنے خالق پر بھرپور اعتماد اور توکل تھا۔ صرف ایک واقعہ پیش خدمت ہے:

حضور ﷺ اپنے یار غار کے ساتھ غار ثور میں چھپے بیٹھے تھے کہ مشرکین مکہ اس غار کے دہانہ پر آ کھڑے ہوئے۔ جب صدیق اکبر نے تشویش کا اظہار کیا تو حضور ﷺ نے

اللہ پر اپنے بھرپور توکل کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''ابوبکر! ان دو کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا ان کا اللہ ہوتا ہے''

اس بھرپور توکل کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے مدد بھی خوب فرمائی اس کا تذکرہ سورہ توبہ آیت 40 کے حوالہ سے کیا جاچکا ہے۔

(4) اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ ہر وقت آپ کو دیکھ رہا ہے آپ اس پر توکل کر کے کبھی خسارے میں نہ رہیں گے۔

(5) آیت 219 کا ترجمہ ہے:

''اور دیکھتا رہتا ہے جب آپ چکر لگاتے ہیں سجدہ کرنے والوں کا''

اس آیت کے متعدد مفہوم مفسرین کرام نے بیان کیئے ہیں۔ مثلاً

(ا) اللہ تعالیٰ آپ کو نماز کی تمام حالتوں رکوع۔ سجود۔ قومہ جلسہ میں دیکھتا رہتا ہے۔

(ب) ایک دفعہ کچھ صحابہ رضوان اللہ علیہم حضور سے پہلے رکوع و سجود میں چلے گئے۔ نماز کے بعد آپ نے فرمایا میں تمہاری حرکات سے بے خبر نہیں ہوتا۔ اس آیت میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ پیارے حبیب جب آپ اپنے غلاموں (1) سے بے خبر نہیں ہوتے تو آپ کا اللہ بھی آپ سے بے خبر نہیں ہوتا۔ آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔

(ج) جب حضور ﷺ پر تہجد نماز فرض کی گئی اور آپ نے صحابہ کرام کو بتایا کہ ان کے لئے تہجد فرض نہیں ہے تو آپ نے سحر کے وقت صحابہ کے گھروں کا چکر لگایا یہ دیکھنے کے لئے کہ فرضیت نہ ہونے کے باوجود بھی صحابہ تہجد ادا کرتے ہیں یا نہیں آپ نے مشاہدہ فرمایا کہ اکثر صحابہ کے گھروں سے قرآن مقدس کی تلاوت اور

---

(1) صحیح بخاری شریف

رکوع و سجود کی تکبیریں بلند ہو رہی تھیں حضور اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے۔ اس موقعہ کے بارے میں یہ آیت مقدسہ نازل کی گئی۔ فرمان کا مطلب یہ ہوا کہ جب آپ اپنے صحابہ کے رکوع و سجود کا جائزہ لینے کے لئے چکر لگا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ اس حالت میں بھی آپ کو دیکھ رہا تھا۔

(7) اس (2) آیت کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ کا نور آپ کے اجداد کی پشتوں میں ایک کے بعد دوسرے میں منتقل ہو رہا تھا تو اس وقت بھی آپ کو آپ کا رب دیکھ رہا تھا۔ آپ کے آبا و اجداد کو الساجدین (3) کہا گیا ہے۔

---

(2) روایت ابن عباس (ابو نعیم)

(3) علامہ آلوسی تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے والدین کے حق میں گستاخی کرنے والے کے کفر کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

(10) حضور علیہ السلام روشن حق پر ہیں

سورہ......النمل......آیت......79

﴿اردو ترجمہ﴾

''پس آپ اللہ پر بھروسہ کریں۔ بے شک آپ روشن حق پر ہیں''

﴿وضاحتیں﴾

(1) اللہ تبارک وتعالیٰ حضور علیہ السلام کو توکل اختیار کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ توکل کے بارے میں سورہ الشعراء کی آیت 217 میں لکھا جا چکا ہے۔

توکل ہے کیا؟

اپنے فرائض منصبی کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کے بھرپور استعمال سے انجام دینا اور اپنی محنت اور کاوش کے بہترین اور مفید نتائج کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ پر بھروسہ کرنا توکل ہے۔ ایک اعرابی اونٹنی پر سوار تھے نماز ادا کرنے کے لئے مسجد کی طرف آئے تو حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنے لگے: ''میں اونٹنی کو باندھ دوں یا کھلا چھوڑ کر نماز ادا کرنے کے لئے چلا جاؤں اور اللہ پر توکل کروں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''اسے باندھو اور اللہ پر توکل کرو''

مولانا روم کی مثنوی میں توکل کے بارے میں ایک مصرعہ بہت مشہور ہوا:

بر توکل زانوئے اشتر ببند

اس سے ثابت ہوا کہ اسباب کا اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا آپ حق پر ہیں۔ حق سے یہاں مراد دین اسلام ہے۔ حق سے مراد قرآن مقدس کی صورت میں تعلیمات ربانی ہیں۔

(3) حق کے ساتھ لفظ مبین استعمال ہوا ہے۔ اس سے معانی ہیں بہت وسعت پیدا ہو گئی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس صراط مستقیم پر آپ گامزن ہیں وہ سیدھا بھی ہے اور روشن بھی۔ جو راستہ سیدھا بھی ہو اور روشن بھی تو اس پر کسی کے بھٹک جانے کا ہرگز احتمال نہیں ہوتا۔ اس راستہ پر چلنے والا منزل سے ضرور ہم کنار ہوتا ہے۔ ہماری منزل اللہ تعالیٰ کی رضا اور حصول جنت ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا پاکیزہ راستہ اس منزل کے حصول کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں خالق ارض وسمٰوات اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ سارا باطل اسلام کو مٹانے کے لئے متحد ہو چکا ہے لیکن آپ کو خوف زدہ ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں کیونکہ آپ حق وصداقت کا پرچم بلند کئے ہوئے ہیں۔ صراط مستقیم پر گامزن اور اپنے اللہ پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں۔ کامیابی آپ کے ہی قدم چومے گی۔

(11) ہدایت کے لئے توجہ شرط ہے (سماع موتی کا بیان)

سورہ......روم......آیت......52

﴿اردو ترجمہ﴾

''پس آپ مردوں کو نہیں وسُنا سکتے اور نہ آپ اپنی پکار بہروں کو سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر جارہے ہوں''

﴿وضاحتیں﴾

پس منظر

رسول اکرم ﷺ کی یہ دلی خواہش ہوتی تھی کہ لوگ صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں اور ان کا اپنے خالق کے ساتھ ٹوٹا ہوا رشتہ بحال ہو جائے۔ اس خواہش کے مقابلہ میں جب لوگ اپنے کفر پر اڑے رہتے تو آپ رنجیدہ خاطر ہو جاتے۔ خالق کائنات اپنے محبوب کو رنجیدہ خاطر دیکھنا نہیں چاہتا تھا اس لئے آپ کو یقین دلایا گیا کہ آپ نے اپنا فریضہ بڑے اچھے انداز میں بھرپور صلاحیتوں کو اختیار کرتے ہوئے انجام دیا ہے۔ آپ کا کام پیغام پہنچانا تھا وہ آپ نے پہنچادیا اگر یہ اس پاکیزہ پیغام کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں تو ان کی بدنصیبی ہے۔

(1) فرمایا جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ وہ آپ کی بات کیسے سنیں گے! جن کے کان حق کی آواز کے لئے بہرے ہو چکے ہیں ان کو کچھ سنائی نہ دے گا۔ اس آیت سے موتی سے یہی لوگ مراد (1) ہیں جو ہیں تو زندہ لیکن ان کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ اس سے موت مراد نہیں کچھ لوگ اس سے مراد حقیقی موت لیتے ہیں اور اس سے یہ

(1) علامہ قرطبی۔ علامہ بغوی۔ علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی ضیاء القرآن ج3 ص582

استدلال کرتے ہیں کہ مردہ کچھ سن نہیں سکتا۔ یہ مسئلہ عہد قدیم سے متنازعہ چلا آرہا ہے۔ لوگوں نے اپنی اپنی آراء کو ثابت کرنے کے لئے دلائل کے ڈھیر لگا دیئے ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ موتی سے مراد حقیقی موت ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان مٹی کا ڈھیر بن جاتا ہے اس لئے قبروں پر جانا اور قبر والوں کے ساتھ بات کرنا بے کار ہے۔

اس کے مقابلہ میں ایسی احادیث موجود ہیں جو صحیح اسناد سے بیان کی گئی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ صاحب قبر اپنے زائر کو پہچانتا ہے اور اس کی آواز کو سنتا ہے۔ اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ مردے سنتے ہیں۔

چند احادیث یہاں پیش کی جارہی ہیں۔

(ا) حضرت (2) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے عزیز و اقارب تدفین کے بعد واپس چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے۔

(ب) حضرت (3) ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا جس ذات مقدسہ کے ید قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم کہ جس وقت مردہ کو اس کی لحد کے سپرد کیا جاتا ہے تو وہ لوٹ کر جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

(ج) حضرت (4) عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنے بھائی کی قبر پر حاضر ہوتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے تو قبر والے کو اس سے سکون حاصل ہوتا ہے اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

---

(2) امام بخاری و امام مسلم — (3) مستدرک حاکم۔ طبرانی۔ بیہقی

(4) کتاب القبور ابن دنیا

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ ثابت شدہ امر ہے کہ مردے سنتے ہیں اس لئے اس آیت مبارکہ میں موتی سے مراد مردے نہیں بلکہ یہ لفظ تو ان کفار و مشرکین کے لئے استعمال ہوا ہے جن کے دل مردہ ہو جاتے ہیں۔ وہ کفر شرک پر اس طرح جم جاتے ہیں کہ ان کی غور و فکر کی صلاحتیں دم توڑ دیتی ہیں۔ وہ قوت امتیاز سے کلی طور پر محروم ہو جانے کی وجہ سے مردہ قرار پاتے ہیں۔

ابو جہل۔ ابولہب اور امیہ بن خلف جیسے کفار و مشرکین جو ان معنوں میں تو زندہ تھے کہ کھاتے تھے پیتے تھے۔ چلتے پھرتے تھے لیکن ان کی ذہنی صلاحیتیں مردہ ہو چکی تھیں۔ وہ سوچنے سمجھنے اور حق و باطل میں امتیاز کرنے کے قابل نہ رہے تھے۔

(2) اس آیت مقدسہ کی رو سے بہرے لوگ وہ نہیں جو سماعت کی قوتوں سے محروم ہوں بلکہ بہرے لوگ وہ ہیں جو پاکیزہ کلام سننے کے لئے تیار نہیں۔

(3) ''سماع'' کے معنی آواز کا محض کانوں میں پہنچنا نہیں بلکہ اس سے مراد ایسا سننا ہے جسے سمجھا جائے۔ مانا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ آپ کا پاک کلام بظاہر تو بدبخت ابو جہل کے کانوں سے بھی ٹکرایا لیکن اس کلام کو سنا صدیق اکبر نے فاروق اعظم نے اور دوسرے مخلص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے۔

(4) مرنے والے کے سننے کے بارے میں تین احادیث پیش کی گئی ہیں اب چند تاریخی شواہد بھی ملاحظہ فرمایئے۔

(1) غزوہ (5) بدر میں ستر مشرکین ہلاک ہوئے تھے اور ان کی لاشیں ایک گڑھے میں پھینک دی گئی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور ان کفار مقتولین میں سے ایک ایک کا نام لے کر فرمایا: اے فلاں بن فلاں! اے فلاں بن فلاں! ذلت اور عذاب کا وعدہ جو تمہارے رب نے تم سے کیا تھا اس کو تم نے سچا پالیا؟

---

(5) ضیاء النبی ج3 ص364

سنو! میرے ساتھ فتح و نصرت کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا میں نے بھی اسے سچا پایا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ بے جان لاشوں کو خطاب فرما رہے ہیں!

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس کی قسم جس نے حق کے ساتھ مجھے بھیجا ہے میری بات تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے البتہ وہ جواب دینے کی طاقت سے محروم ہیں۔

(ب) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال اور دفن سے قبل سیدہ عائشہ صدیقہؓ ام المومنین روضۂ اقدس پر تشریف لے جایا کرتی تھیں اور اوڑھنی کا زیادہ اہتمام نہیں کیا کرتی تھیں۔ فرمایا کرتی تھیں کہ میں پردے کا زیادہ سختی سے اس لئے اہتمام نہیں کرتی کہ یہاں ایک تو میرے سرتاج ہیں اور دوسرے میرے والد محترم۔ مجھے ان دونو سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہو گئے تو سیدہ عائشہؓ نے پردے کا باقاعدہ اہتمام کرنا شروع کر دیا۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ ان کے عقیدہ کے مطابق قبر والے زندہ تھے اور ان کو دیکھتے تھے۔

(ج) معراج (6) کے زمینی سفر کے دوران حضور اکرم کا گذر جب یرون ندی کے اوپر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر سے ہوا تو آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ اپنی قبر میں نماز ادا فرما رہے ہیں۔

ان شواہد سے ثابت ہو گیا کہ مرنے والے سنتے ہیں۔

---

(6) علامہ ابن قیم

(12) حضور ﷺ کو کفار اور منافقین کے بارے میں ہدایت

سورہ......الاحزاب......آیات......1,2

﴿اردو ترجمہ﴾

''اے نبی اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کی بات پر دھیان نہ دینا۔''

﴿وضاحتیں﴾

تاریخی پس منظر

غزوہ احد میں دونو فریقوں میں سے کسی کو بھی فتح حاصل نہ ہو سکی تھی۔ ابتداء میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اور درہ خالی کر دینے سے کفار کو کسی حد تک بالا دستی حاصل ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ اس موقعہ سے بھر پور فائدہ نہ اٹھا سکے اور واپس چلے گئے۔ کافروں کو اس کا بڑا دکھ تھا۔ وہ ایک مرتبہ پھر مسلمانوں پر بھر پور وار کرنا چاہتے تھے لیکن پہلی دو جنگوں سے ان کو سبق حاصل ہو چکا تھا کہ وہ مسلمانوں پر غالب نہیں آ سکتے۔ اب انہوں نے اپنی حکمت عملی میں تبدیلی کی اور سودہ بازی کی راہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا عکرمہ بن ابو جہل۔ ابوسفیان بن حرب اور ابوالاعور سلمی مدینہ منورہ گئے اور رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی کے گھر قیام پذیر ہوئے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ ملاقات کی اور تجویز پیش کی کہ آپ لات و مناہ اور عزای و نائلہ کو صرف اس حد تک مان لیجئے کہ یہ اپنے پرستاروں کے فیض رساں اور شافع ہو سکتے ہیں۔ ہم لوگ آپ کو اور آپ کے رب کو کچھ نہ کہیں گے۔ ان کی اس پیش کش کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ مسلمانوں کا مطالبہ تھا کہ ان کو قتل کر دیا جائے لیکن آپ نے اس کی

اجازت نہ دی اور صرف شہر سے نکالنے پر اکتفا کیا گیا۔

(1) کافروں سے تو مراد یہی مشرکین مکہ ہیں اور منافقین کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ عبداللہ ابن ابی جو منافقوں کا سردار تھا حضور اکرم کا مخالف تھا۔ اس نے صرف دکھلاوے کے لئے اسلام کا لباس اوڑھ رکھا تھا۔ اسلام اور مومنوں کو زک پہنچانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔ مشرکین مکہ کے ساتھ اس کی ساز باز تھی اور وہ ان کو اسلام کے خلاف بھڑکاتا رہتا تھا۔

(2) اس آیت مقدسہ میں حضور ﷺ کو یقین دلایا جا رہا ہے کہ کفار و منافقین کی بات نہ مان کر آپ کو کسی فکر میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں بس ضرورت اس امر کی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ڈر دل میں ہو اور اس کی نصرت پر کامل یقین ہو۔

(13) امہات المومنین مومنوں کی مائیں ہیں

سورہ......الاحزاب......آیت......6

﴿اردو ترجمہ﴾

''یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بی بیاں ان کی مائیں ہیں''

﴿وضاحتیں﴾

(1) اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کو ایک بلند و برتر مقام عطا فرمایا ہے۔ آپ کو ایک اعلیٰ ارفع مقام پر فائز کر کے دین و دنیا کے تمام امور میں مومنین پر آپ کا حکم نافذ کیا ہے۔ نبی پاک کی اطاعت کو ان پر واجب کر دیا ہے۔ اطاعت رسول کے بغیر ان کا دین مکمل نہ ہوگا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ انہیں حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کے مقابلہ میں اپنے نفس کی تمام خواہشات کو ترک کرنا ہوگا۔ نبی پاک کو مومنوں کی جان کا مالک بنادیا گیا ہے اور انسان کے پاس اس دنیا میں سب سے بڑی پونجی اس کی اپنی جان ہے۔ باقی چیزیں اس کے مقابلہ میں بالکل بے وقعت ہو جاتی ہیں۔ مومنوں کی جانوں کا مالک قرار دینے کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی زندگی کا ہر عمل اور ہر شعبہ حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے تابع ہوگا۔

(2) اس آیت مبارکہ کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ نبی پاک مومنوں پر بے حد کرم کرنے والے ہیں اور نبی پاک کا لطف کرم ان کی حیثیت سے بڑھ کر ہے۔ رسول اکرم کی رافت و رحمت ان کی جانوں سے بڑھ کر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جتنا خیال حضور ﷺ کو اپنے غلاموں کی عزت۔ خوش حالی اور اخلاقی برتری کا تھا اتنا خود ان کو نہیں

تھا۔حضور کو مومنوں کے لئے رؤف اور رحیم قرار دیا گیا ہے۔اس کا تذکرہ سورہ توبہ کی آیت 128 میں گذر چکا ہے۔

احادیث

اس موضوع پر حضور ﷺ کے متعدد ارشادات موجود ہیں۔ ان میں سے دو قارئین کے قلب ونظر کو وسعت دینے کے لئے بیان کئے جارہے ہیں۔

(ا) میری اور (1) میری امت کی حالت اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی ہو اور مختلف جانور اور پروانے اس میں گرنے کے لئے دوڑے چلے آتے ہوں۔ میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ رہا ہوں اور تم اس میں کرنے پر اصرار کر رہے ہو۔

(ب) کوئی ایسا مومن (2) نہیں جس کا اس دنیا میں اور آخرت میں والی نہیں...... جو مومن فوت ہو جائے اور اپنے پیچھے مال چھوڑ جائے تو اس کے وارث اس کے قریبی رشتہ دار ہونگے اور جو مومن قرضہ وغیرہ چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آئے۔میں اس کا والی ہوں۔

(3) اس آیت مقدسہ کے دوسرے حصہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کے ساتھ ازواج مطہرات کی بھی عزت افزائی کی ہے۔ان کو مومنوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے اس لئے ہر مومن پر واجب ہے کہ وہ ان کا احترام اپنے سے بڑھ کر کرے۔ یہ ایک روحانی تعلق ہے جو بہر طور جسمانی تعلق سے بڑھ کر ہے۔اس روحانی رشتہ کی پرواہ نہ کرنے والا ازلی بدبخت قرار پائے گا اسی سورہ کی آیت 53 میں ارشاد فرمایا گیا کہ تمہیں ہرگز اجازت نہیں کہ تم ان (حضور اکرم) کے بعد ان کی ازواج سے نکاح کرو۔ بے شک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔

---

(1) صحیح مسلم روایت ابو ہریرہ (2) صحیح بخاری شریف

اہم مسئلہ

امہاۃ المومنین کا حضورﷺ کے امتیوں کے ساتھ ادب واحترام کا روحانی رشتہ ہے اس لئے درج ذیل احکام میں ان کا وہی حکم ہے جو اجنبی عورتوں کا ہے:

(1) وراثت کے احکام کا اس رشتہ سے کوئی تعلق نہیں۔

(2) پردہ کا حکم عائد ہوگا۔ امہاۃ المومنین امتیوں کے سامنے بے پردہ نہیں جا سکتیں اور نہ ہی امتیوں کو اجازت تھی کہ وہ بلا اجازت ''حجرات'' میں چلے جاتے حکم یہ تھا کہ وہ دستک دیں اور پردہ کے پیچھے (3) سے امہاۃ المومنین سے گفتگو کریں۔

(3) امہات المومنین کی بیٹیاں مومنین کی بہنیں قرار نہیں پائیں گی۔

(4) امہات المومنین کے بھائی مومنوں کے ماموں اور ان کی بہنیں خالائیں قرار نہیں دی جائیں گی۔

---

(3) سورہ الاحزاب

(14) حضور ﷺ کا اسوہ بہترین نمونہ ہے

سورہ......الاحزاب......آیت......21

﴿اردو ترجمہ﴾

"بے شک تمہاری رہنمائی کے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے اس کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے"

﴿وضاحتیں﴾

(1) اسلام ایک نظام حیات ہے فلسفیانہ نظریات کا مجموعہ نہیں اس لئے اسلام میں اعمال کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں سے بہترین کارکردگی اور اچھے اعمال کا تقاضہ کرتا ہے۔ جن نیک اعمال کا تقاضہ اسلام اپنے پیروکاروں سے کرتا ہے ان کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ اسلام نے اس نظری تعلیم کو کافی نہیں سمجھا بلکہ عملی نمونہ بھی پیش کیا ہے۔ یہ بات فطرت کے عین مطابق ہے کہ جب ہم کسی سے ایک خاص طرز عمل اور کارکردگی کی توقع رکھتے ہوں تو اس کے سامنے پہلے عملی نمونہ پیش کیا جائے۔ اسلام نے ہمارے سامنے عملی نمونہ پیش کیا ہے۔

(2) اسلام کا پیش کردہ عملی نمونہ اللہ تعالیٰ کے پاک رسول حضرت محمد ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قرآن مقدس کی تفسیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ ام المومنین سے رسول اکرم ﷺ کے خلق کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے بلاتردد فرما دیا کہ آپ کا خلق قرآن ہے۔ مقصد یہ تھا کہ قرآن مقدس میں جتنے ارشادات برائے تعمیل موجود ہیں ان پر اللہ کے رسول ﷺ نے عمل کر کے دکھایا ہے اور صحیح معنوں میں ان کا حق ادا کر دیا ہے۔

آیئے۔ دیکھیں کہ محسن انسانیت نے زندگی کے مختلف شعبوں میں کس طرح اپنی امت کی عملی رہنمائی کی ہے۔

(ا) جہلائے عرب بیٹیوں کی ولادت کو اپنے لئے اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ جب کسی کو بیٹی کی ولادت کی اطلاع ملتی تو اس کا چہرہ لٹک جاتا۔ اسے اس وقت تک قرار نہ آتا جب تک وہ اس کو زندہ درگور نہ کر دیتا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے گھر چار بیٹیوں کی ولادت ہوئی۔ سیرت کی کتب اس امر پر شاہد ہیں کہ آپ نے اپنی چاروں بیٹیوں کی ولادت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور خوشی منائی۔ دنیا والوں کو یہ درس دیا کہ بیٹی زحمت نہیں اللہ کی رحمت ہے۔ ان کی بہترین تعلیم و تربیت اور پرورش کا انتظام کیا اور ارشاد فرمایا:

''جس کی ایک لڑکی ہو۔ وہ اسے زندہ درگور نہ کرے۔ اس کی توہین نہ کرے اور بیٹے کو اس پر فوقیت بھی نہ دے تو اللہ تعالیٰ اس عمل کے بدلے میں اسے جنت میں داخل کرے گا۔''

اس اسوۂ حسنہ نے یہ نتائج پیدا کئے کہ عرب کے بدو جو دور جہالت میں اپنی بیٹوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے دوسروں کی بیٹیوں کی زندگیوں اور عصمتوں کے محافظ بن گئے۔

(ب) حضور علیہ السلام نے تجارت کی اور تاجروں کے سامنے ایسا نمونہ پیش کیا کہ وہ حیران رہ گئے۔ سیدہ خدیجہ طیبہ طاہرہؓ کا سامان تجارت لے کر شام گئے اور جب وہاں سے منافع کما کر واپس تشریف لائے تو وہ حیران رہ گئیں۔ آپ نے دوسرے تاجروں کے مقابلہ میں دو چند منافع کمایا۔ سیدہ خدیجہ طاہرہ آپ کے اخلاق اور تجارت میں دیانت دارانہ روش سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ از خود نکاح کا پیغام بھیج دیا حالانکہ وہ مکہ کے بڑے بڑے امراء و روساء کے پیغامات رد کر چکی تھیں آپ نے تجارت کے شعبہ میں جو اصول متعارف کرائے وہ سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں۔ شعبۂ تجارت سے منسلک آپ کے پیروکاروں نے ان

اصولوں کو اپنا کر نہ صرف بے پناہ شہرت حاصل کی بلکہ کثیر رزق حلال بھی کمایا۔ ہم سرخ مرچوں میں سرخ اینٹ پیس کر ملاتے ہوئے نہیں شرماتے۔ لکڑی کے برادہ کو سیاہ رنگ دے کر چاہ کی پتی بنا دیتے ہیں دودھ میں پانی ملا دیتے ہیں۔ آیئے عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کی ایک بچی سے آپ کا تعارف کروائیں۔ سیدنا فاروق اعظمؓ رات کے وقت کوڑا ہاتھ میں لئے مدینہ منورہ کی ایک گلی میں سے گذر رہے تھے کہ ایک گھر میں سے بیٹی اور ماں کے باہمی جھگڑا کی آوازیں سن کر دروازہ کے قریب چلے گئے۔ ماں دودھ میں پانی ملانا چاہتی تھی۔ بیٹی منع کر رہی تھی اور امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ کا ملاوٹ نہ کرنے کا فرمان یاد دلا رہی تھی ماں کہہ رہی تھی: نادان بچی! کیا خلیفہ اس وقت ہمیں دیکھ رہے ہیں؟ بیٹی نے ماں کو جو جواب دیا خدا کرے دودھ میں پانی ملانے والوں کے کانوں تک پہنچ جائے اور وہ بھی حرام کی کمائی سے بچ جائیں۔ بیٹی نے کہا تھا: اے ماں! امیر المومنین ہمیں دیکھ رہے ہوں یا نہ دیکھ رہے ہوں۔ یہ بات یقینی ہے کہ ہمارا اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ بیٹی کی بات سن کر ماں اپنے ارادہ سے باز رہی اور اس لڑکی کو فاروق اعظمؓ نے اپنی بہو بنالیا۔

(چ) حضور ﷺ کی بعثت کے وقت انسانیت جور و استبداد کی چکی میں پس رہی تھی۔ بھینس کا مالک وہی قرار پاتا جس کے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی۔ حضور ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ سے یہ ثابت کر دیا کہ بھینس کا مالک لاٹھی والا نہیں بلکہ وہ شخص ہے جس نے مال خرچ کر کے بھینس خریدی تھی۔ ابوجہل جیسے ظالم و جابر اور صاحب اقتدار کافر سے بدو کے مال کی قیمت لے کر دینا اسوۂ حسنہ کی ایک تابندہ مثال ہے۔

عملی زندگی کا کونسا شعبہ ہے جس کو ہمارے آقا سید عالم ﷺ نے اپنے اسوہ حسنہ سے منور نہ کیا ہو؟ حق و صداقت۔ امانت و دیانت عفو و در گذر اور ایفائے عہد کے حوالہ سے اسوۂ حسنہ کے ایسے تابناک اور درخشندہ نقوش صفحہ روزگار پر ثبت فرمائے کہ کئی صدیاں گذرنے کے

باوجود وہ زندہ وتابندہ ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ اسی طرح قیامت تک باقی رہیں گے۔

(3) اسوۂ حسنہ سے پھوٹنے والی پاکیزہ اور روح پرور کرنیں سب دلوں پر یکساں اثر انداز نہیں ہوتیں۔ ان سے صرف وہی لوگ فیض یاب ہوتے ہیں جن کے دلوں میں تین باتوں کا یقین ہو۔ اول یہ کہ ایک روز اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ دوم یہ کہ قیامت کے روز یہ سب کچھ جو ہم یہاں کر رہے ہیں سامنے آ جائے گا۔ کچھ چھپائے نہ چھپے گا۔ سوم یہ کہ دل میں اللہ کی یاد ہو جب ان تین باتوں پر یقین پختہ ہو جاتا ہے تو قحافہ کا بیٹا ابوبکر صدیق اکبرؓ بن جاتا ہے اور خطاب کا بیٹا عمر فاروق اعظمؓ بن جاتا ہے۔ اور جب ان باتوں پر یقین نہیں ہوتا تو پس دیوار مصطفیٰ بسنے والا عقبہ ابن ابی معیط مردود قرار پاتا ہے۔ حقیقی چچا ابولہب مغضوب بارگاہ خداوندی ٹھہرتا ہے۔ حضور ﷺ کو ملنے۔ دیکھنے اور سننے کے موقعے تو ان بدبختوں کو بھی ملتے تھے بلکہ آقا سید عالم ﷺ کے پڑوس کی وجہ سے دوسروں سے زیادہ ملتے تھے لیکن چونکہ قیامت پر ایمان نہیں تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور جواب دہی کا یقین نہیں تھا اس لئے حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پاکیزہ کرنوں نے ان کے تاریک دلوں کو روشن نہ کیا۔

مسلمانوں نے جب تک اللہ کے رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ کا اتباع کیا کامیابیوں اور کامرانیوں نے ان کے قدم چومے۔ ہواؤں اور دریاؤں نے ان کے احکام کی تعمیل کی۔ جنگل کے خونخوار شیروں نے ان کی حفاظت کی۔

آج مسلمان دہر دہر اور قریہ قریہ اس لئے ذلیل وخوار ہو رہے ہیں کہ انہوں نے اتباع رسول کو چھوڑ دیا ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا تھا

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

گر تمہیں مطلوب عالم میں سکوں آرام ہے
ان کا دامن تھام لو جن کا محمد ﷺ نام ہے

(15) حضور ﷺ آخری نبی ہیں

سورہ......الاحزاب......آیت......40

﴿اردو ترجمہ﴾

''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ بلکہ وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبین ہیں''۔

﴿وضاحتیں﴾

(1) شان نزول

حضرت زید بن حارث کو لڑکپن میں بردہ فروشوں نے اغوا کر لیا تھا اور غلام بنا کر بیچ ڈالا تھا۔ آپ کو سیدہ خدیجہ طاہرہؓ نے خرید لیا تھا۔ جب انہوں نے حضور ﷺ سے نکاح کر کے دونو جہانوں کی عظمتیں اور رفعتیں حاصل کرنے کے بعد اپنا مال و دولت اپنے عظیم المرتبت شوہر نامدار کے قدموں میں ڈھیر کر دیا اس وقت حضرت زید کو بھی آپ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ حضرت زید نے اعلان نبوت سے پہلے ہی عظمت کردار حبیب کبریا سے اپنے قلب ونظر کو منور کر لیا تھا۔ حضرت زید کے والد تلاش کرتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں مکہ پہنچے اور حضور کی خدمت میں اپنی داستان رنج و الم بیان کی تو اس کریم آقا نے حضرت زید کو اپنے والد کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی لیکن حضرت زید نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں حضور کی غلامی پر دنیا بھر کی نعمتیں اور آزادیاں قربان کر سکتا ہوں۔ حضور ﷺ اس والہانہ جذبۂ فدائیت پر اس قدر مسرور ہوئے کہ حضرت زید کو آزاد کر دیا اور اعلان کر دیا کہ زید میرا (1) بیٹا ہے۔ آپ نے حضرت زینت بنت جحش جو آپ کی خالہ کی

(1) الرحیق المختوم ص از صفی مبارک پوری

بیٹی تھیں کا نکاح حضرت زید سے کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ان میں ناچاکی پیدا ہوئی اور نوبت طلاق تک جا پہنچی۔ عدت کے بعد فرمان خداوندی کے (2) مطابق حضرت زینب رسول اکرم ﷺ کے نکاح میں آ گئیں۔ بد باطن یہودیوں اور منافقین نے ایک طوفان کھڑا کر دیا بہتان تراشی کرتے ہوئے جگہ جگہ کہنا شروع کیا۔ دیکھو لو! اپنی بہو کو بیوی بنالیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت مبارکہ کے ذریعے ان ظالموں کی بہتان تراشیوں کا خاتمہ کر دیا۔

(1) فرمایا تم میں سے کسی مرد کے محمد (ﷺ) باپ نہیں ہیں۔ زید حضور ﷺ کا بیٹا نہیں بلکہ حارثہ کا بیٹا ہے۔ حضور ﷺ کے فرزند تو ابراہیم۔ قاسم۔ اور عبداللہ تھے۔ وہ بچپن میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق اس دار فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے اور اس عمر کو نہ پہنچے کہ ان پر "مرد" کا اطلاق ہو سکے۔

اس میں شک نہیں کہ انبیاء اپنے امتیوں کے لئے باپ کے درجہ پر ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ بھی اپنے امتیوں کے لئے باپ کی مانند ہیں لیکن صرف توقیر۔ اطاعت واحترام کے لحاظ سے اس سے حقیقی باپ اور اولاد کا رشتہ قائم نہیں ہوتا اور حقیقی اولاد کے تمام احکام وراثت وغیرہ ثابت نہیں ہوتے۔

(2) وہ تو اللہ کے رسول ہیں۔ یہاں حضور ﷺ کی رسالت کا بیان اس لئے کیا گیا کہ بدخصلتوں کو یہ سمجھایا جا سکے کہ جو الزام تراشیاں تم کرتے پھر رہے ہو جو بہتان بازیاں تم کر رہے ہو ان کا ارتکاب تو کسی باشعور انسان سے بھی محال اور ناممکن ہے۔ آپ تو اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کا تو ہر عمل اللہ کے حکم اور اس کی رضا سے ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کی رسالت کے بیان کا ایک مقصد یہ حقیقت بیان کرنا بھی ہے کہ باپ کی اولاد کے لئے مہربانیاں اور شفقتیں تو صرف مادی اور جسمانی حدود تک ہوتی ہیں اور دنیاوی زندگی کے خاتمہ کے ساتھ

(2) سورہ الاحزاب آیت 37

ہی ان کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جبکہ رسول کا تعلق اپنے تمام پیروکاروں کے ساتھ اس دنیا میں تو ہوتا ہی ہے۔ عالم آخرت میں بھی قائم رہتا ہے۔ جب حشر برپا ہوگا باپ تو کسی کے کام نہ آئے گا لیکن حضور کی شفاعت نصیب ہوگی۔

(3) فرمایا محمد (ﷺ) خاتم النبین ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آخری(3) نبی ہیں۔ آپ کے بعد قیامت تک اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے عقیدۂ ختم نبوت بھی ایک ایسا عقیدہ ہے جس پر امت کا اجماع رہا ہے۔ گذشتہ چودہ صدیوں میں جب کسی تیرہ باطن نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اس کو امت مسلمہ نے متفقہ طور پر مرتد اور خارج از اسلام قرار دے دیا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انتہائی پریشان کن حالات میں بھی فتنۂ ارتداد کا نام ونشان مٹا کر رکھ دیا۔

انگریزوں کا خیال تھا کہ برصغیر پاک وہند میں ان کے اقتدار کو ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں سے زیادہ خطرہ ہے اس لئے انہوں نے اپنے دور اقتدار میں مسلمانوں کے اتفاق واتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کئی کوششیں کیں۔ ان ظالموں نے اسلامی معاشرہ میں جو بہت خوفناک سرنگ لگائی وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو منصب بنوت کے لئے تیار کرنا تھا۔ مرزا غلام احمد ایک مفلوک الحال انسان تھا۔ گذر اوقات کی صورت یہ تھی کہ کسی وکیل کا منشی بنا ہوا تھا۔ اس نے اپنے جھوٹے دعویٰ میں کئی پلٹے کھائے۔ کبھی مسیح موعود بنا۔ کبھی بروزی نبی بنا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان قطعی ہوتا ہے۔ اس کے لئے کسی دوسرے حوالہ یا تقویت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ نے اپنے غلاموں کے اطمینان قلب کیلئے مختلف موقعوں پر اپنے آخری نبی ہونے کا اعلان فرمایا۔ کتب حدیث میں متعدد احادیث موجود ہیں جن میں لفظ خاتم النبین کا مفہوم سرور دین ﷺ نے واضح فرمایا ہے۔ ذیل میں ان میں سے چند ایک احادیث پیش کی جارہی ہیں:

---

(3) لغت لسان العرب کے مطابق خاتم کے معنی آخری

(1) (4) اللہ کے رسول ﷺ تبوک روانہ ہونے لگے تو حضرت علیؓ کو اپنا نائب بنا کر مدینہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت علیؓ پر جہاد سے محرومی گراں گذری۔ حضور ﷺ نے ان کی دلی کیفیت کو بھانپ لیا تو فرمایا:

''رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ تمہاری نسبت ایسی ہے جیسی موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ کی تھی۔ البتہ میرے بعد نبی کوئی نہیں''

(2) (5) ''حضور ﷺ نے فرمایا رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی''

(3) (6) حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو۔ اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ وہ ضرور تمہارے اندر ہی نکلے گا''

(4) (7) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت عطا ہوئی ہے اوّل مجھے جوامع الکلام سے نوازا گیا ہے۔ دوم رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے سوم مال غنیمت میرے لئے حلال کیا گیا ہے چہارم ساری زمین میرے لئے مسجد قرار دی گئی اور مجھے تیمم کی اجازت دی گئی ہے۔ پنجم مجھے تمام مخلوق کے لئے نبی بنایا گیا ہے اور ششم میری ذات سے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔

(5) رسول اکرم ﷺ نے (8) فرمایا ''میری امت میں تیس کذاب ہونگے۔ ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعویدار ہوگا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''۔

---

(4) امام بخاری و مسلم

(5) روایت حضرت انس بن مالک

(6) ابن ماجہ

(7) مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ

(8) ابوداؤد۔ روایت حضرت ثوبان

خاتم النبین کا مفہوم

''خاتم النبین'' کے الفاظ کو ظالموں نے اپنی مطلب براری کے لئے اپنی مرضی کے معنی پہنانے کی کوشش کی ہے لیکن علمائے حق نے ان کی ایک نہیں چلنے دی اور ان الفاظ کی خوب کھول کر وضاحت کی ہے۔ مشہور عربی لغات لسان العرب اور الصحاح میں خاتم کے دو معنی بیان کئے ہیں اور ہر دو معنی سے حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

خاتم کے ایک معنی آخری کڑی ہیں۔ دوسرے معنی اچھی طرح ڈھانپ دینا۔ مضبوطی سے بند کر دینا اور مہر کر دینا کے ہیں تا کہ باہر سے اور کوئی چیز اندر داخل نہ ہو سکے۔ زر نقد یا اہم دستاویزات جب ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا مطلوب ہوں تو ان کو مضبوط لفافوں میں بند کر کے اوپر مہر لگا دی جاتی ہے تا کہ لفافہ کے اندر جو کچھ موجود ہے اس میں نہ تو کچھ اضافہ کیا جا سکے اور نہ کچھ نکالا جا سکے۔ اگر لفظ خاتم کے یہ معنی لئے جائیں تو ان کا اطلاق یوں ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری تھا حضور ﷺ کی آمد سے یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا اور مہر لگا دی گئی تا کہ کوئی جھوٹا فریب کار اس میں داخل نہ ہو سکے جس طرح زر نقد کی سربمہر تھیلی کی مہر توڑنے والے کے لئے قید و بند کی سزا ہے اسی طرح اللہ کی اس مہر کو توڑ کر انبیاء میں شامل ہونے والے کو دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی نظر کر دیا جائے گا۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے ختم لفظ طبع کا ہم معنی قرار پاتا ہے۔

عقل وشعور کا فیصلہ

ارشادات ربانی اور فرامین مصطفوی ﷺ کی موجودگی میں انسانی عقل و دانش کے گھوڑے دوڑانا مناسب نہیں ہوتا لیکن عقل پرستوں کو صراط مستقیم دکھانے کے لئے عقلی دلائل پیش کرنا ہی پڑتے ہیں لیکن ان کی حیثیت ہر حال ثانوی ہی رہتی ہے۔ ارشاد ربانی بھی پیش کیا

گیا اور فرامین مصطفوی بھی بیان کر دیئے گئے ہیں اب کچھ عقلی دلائل بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

(1) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت جملہ اقوام عالم کے لئے قیامت تک ثابت شدہ ہے۔اس کے باوجود یہ ماننا کہ کوئی دوسرا نبی آئے گا بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

(2) قرآن ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میں دین و دنیا۔ سیاست و معاشرت۔ اخلاقیات و معاشیات کے متعلق سب کچھ لکھ دیا ہے اور قیامت تک اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ زمانہ گواہ ہے کہ چودہ سو سال گذر جانے کے باوجود اس مقدس کتاب میں کوئی تغیر رونما نہیں ہوا۔ یہ ایک واضح ثبوت ہے کہ اب کسی نبی اور کتاب کی ضرورت نہ ہے۔

(3) یہ امر قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کے خزانے اپنی پیارے حبیب کے نام کر دیئے ہیں اور آنے والی نسلوں کے لئے دین اسلام کو پسندیدہ (9) دین قرار دے دیا ہے۔اس کے بعد کسی نبی کی بعثت کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔

(4) انبیاء مبعوث ہوتے رہے اور بعد میں آنے والے انبیاء کی بعثت کا مژدہ سناتے رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی بشارت کئی انبیاء نے دی جن میں حضرت موسیٰؑ بھی شامل ہیں اور عیسیٰؑ بھی۔تورات۔ زبور اور انجیل (10) میں ہمارے آقا کے تذکرے موجود ہیں اگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی نے آنا ہوتا تو آپ ضرور اس کی آمد کی بشارت دیتے۔قران مقدس میں اس کا ذکر ہوتا لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔قرآن و حدیث تو سرور دین کی جامعیت اور افافیت کے تذکروں سے مزین ہیں۔

---

(9) سورہ مائدہ آیت 3

(10) سورہ فتح

(5) جب بات مرزا غلام احمد قادیانی کے حوالہ سے کی جائے گی تو پھر اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ اعلان نبوت سے قبل ان کا کردار کیسا تھا؟ ان کی شخصیت کیسی تھی؟

انبیاء کی زندگیاں بعثت سے قبل بھی بے حد پاک اور صاف ہوتی ہیں۔ ہمارے آقا سید عالم ﷺ کے دشمن بھی آپ کو صادق و امین مانتے تھے۔ ذرا غور کیجئے کہ جو لوگ زہر میں بجھی ہوئی تلواریں لے کر شب ہجرت کاشانہ نبوی کو گھیرے کھڑے تھے ان کی امانتیں حضور علیہ ﷺ کے پاس تھیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی ہرگز اس معیار پر پورا نہیں اترتا۔

(6) ایک دفعہ سرگودھا شہر میں سفر کرتے ہوئے میری کار خراب ہوگئی۔ میرے ساتھ کوئی دوسرا آدمی نہ تھا۔ گرمی بڑی شدید تھی۔ سڑک کے کنارے ایک ڈاکٹر صاحب کا کلینک تھا۔ انہوں نے از راہ شفقت مجھے بلا کر اپنے پاس بٹھایا۔ دوسرے کمرے میں ان کا ڈسپنسر کسی آدمی سے مصروف گفتگو تھا۔ دوسرا آدمی بہت بوڑھا تھا۔ مجھے ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ بوڑھا قادیانی ہے اور میرے ڈسپنسر پر ڈورے ڈالنے روز چلا آتا ہے۔ میں نے کئی بار منع کیا ہے لیکن بہت ڈھیٹ آدمی ہے۔ ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ بوڑھا ہمارے پاس چلا آیا۔ اس نے سلام دیا لیکن میں نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اس نے مرزا قادیانی کی کوئی بات شروع کی تو میں نے جھڑک کر منع کر دیا لیکن وہ ظالم تو باز ہی نہ آیا۔ جب اس نے دوبارہ بات شروع کی تو میں نے اسے کہا:

سنو! قرآن مقدس میں کتنے انبیا کا تذکرہ ہے؟

کہنے لگا: غالباً 37 انبیاء کے نام موجود ہیں۔

میں نے کہا: ان میں سے چند ایک کے نام لو

کہنے لگا: آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ زکریا۔ یحییٰ۔ موسیٰ۔ عیسیٰ......

میں نے کہا: ان میں سے کسی ایک کا بھی نام مرکب ہے؟

کہنے لگا نہیں!

میں نے کہا پھر مرزا غلام احمد کہاں سے آ گیا؟

پیر فرتوت بغلیں جھانکنے لگا۔

لوہا گرم تھا میں نے آخری ضرب لگائی اور کہا: خبردار! آئندہ یہ حرکت نہ کرنا کیونکہ پاکستان کے دستور کے مطابق تم اپنے جھوٹے مذہب کی تبلیغ نہیں کر سکتے" یہ سننا تھا کہ پاجی بھاگ کھڑا ہوا۔ ڈاکٹر صاحب بہت خوش ہوئے۔

(7) انبیاء کے اذہان پاکیزہ اور زبانیں شستہ ہوتی ہیں۔ بدترین مخالفین بھی ان کی دشنام طرازیوں کا نشانہ نہیں بنتے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے علم بھی عطا فرمایا ہوتا ہے اور صبر و تحمل بھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا قلم کوڑے کی طرح برستا ہے اور جو لوگ ان کی جھوٹی نبوت کا انکار کرتے ہیں انہیں کتے اور سور تک کہنے سے نہیں شرمایا۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے ہم عصر اکابرین علماء و مشائخ کو ہجو و تشنیع کا نشانہ بناتا ہے۔ ان کے لئے شقی۔ ملعون۔ لعین۔ شیطان غول اغویٰ جیسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی سیرت مقدسہ اور اسوۂ حسنہ کا مطالعہ کرنے والا عشق حبیب کبریا سے سرشار ہو کر حفیظ جالندھری کا یہ شعر گنگنانے لگتا ہے:

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

طائف کے مشرکین نے تو بد اخلاقی کی انتہا کر دی اور پتھر مار مار کر جسم اطہر کو لہولہان کر دیا اور جب میرے آقا ﷺ کی باری آئی تو جبرئیل امین کی اس پیش کش کو رد کر دیا کہ دونوں پہاڑوں کو آپس میں ٹکرا کر اہل طائف کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ آپ نے جبرئیل کا یہ مشورہ سن کر بقول حفیظ جالندھری فرمایا:

ہ جناب رحمتہ للعلمین نے سن کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوہ طور پر جب موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا تو حکم دیا کہ فرعون کی طرف جاؤ وہ باغی ہوگیا ہے لیکن اس سے بات آرام سے کرنا۔

بحث کو سمیٹتے ہوئے عرض کروں گا کہ اللہ کے پاک رسول حضرت محمد ﷺ آخری رسول ہیں۔ قیامت تک آنے والے انسانی نسلیں میرے آقا کی امتیں ہیں۔ آپ کے بعد قطعاً کوئی نبی نہیں آنا۔

(16) حضور ﷺ کے مناصب جلیلہ

شاہد۔مبشر۔نذیر۔سراج منیر

سورہ......الاحزاب آیات......45-46

﴿اردو ترجمہ﴾

''اے نبی ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا ہے اور خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف دعوت دینے والا اس کے حکم سے اور آفتاب روشن کر دینے والا''

﴿وضاحتیں﴾

(1) نبی کے ایک معنی ''غیب کی خبریں سنانے والا'' کے ہیں۔ ہمارے آقا ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علوم کے خزانے عطا فرمائے تھے۔ وقت اور فاصلہ دونو میں آپ کو عبور حاصل تھا۔ سفر ہجرت کے دوران سراقہ بن مالک کو کم و بیش اٹھارہ بیس سال بعد وقوع پذیر ہونے والے سونے کے کنگنوں کی خوش خبری سنادی اور تبوک سے واپسی کے سفر کے دوران کئی سو میل دور مدینہ منورہ میں مرنے والے منافق کی خبر اپنے غلاموں کو سنادی۔

(2) فرمایا آپ کو ہم نے بھیجا ہے۔ نہ تو آپ ووٹ سے منتخب ہو کر آئے اور نہ ہی آپ کو منصب نبوت وراثت میں ملا۔ آنے والا بھیجنے والے کی عظمتوں کا مظہر ہوتا ہے۔

(3) ان آیات مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کے چھ مناصب کا ذکر فرمایا ہے۔ تفصیل آئندہ صفحات میں پیش کی جائے گی۔

(4) حضور ﷺ کو شاہد بنا کر بھیجا گیا۔ شاہد کے معنی گواہ کے ہیں۔ ثقہ گواہ وہ ہوتا ہے جس کی گواہی چشم دید واقعہ پر مبنی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ آپ کو

کسی واقعہ کا گواہ بنا کر بھیجا گیا ہے اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ایک واقعہ کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ آپ کی گواہی کو محدود و محصور کرنا نہیں چاہتا۔ مختصراً عرض کریں گے کہ حضور کن کن حالات و واقعات کے گواہ ہیں۔

(ا) حضور ﷺ اللہ تبارک و تعالیٰ کی توحید اور جملہ صفات کاملہ کے گواہ ہیں اور اس سلسلہ میں آپ کی گواہی اس قدر پختہ اور ثقہ ہے کہ جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ معراج کے موقعہ پر دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ سے آپ نے اپنے معبود کا مشاہدہ فرمایا۔

(ب) حضور ﷺ ان تمام احکامات و عقائد و عبادات کے حقانیت کے گواہ ہیں جو خالق کائنات نے اپنے بندوں کے نام جاری کیے۔

(ج) حضور ﷺ اپنی امت کے تمام افراد کے اعمال پر گواہ ہیں۔ قیامت کے روز حضور اپنی امت کے افراد کے اعمال پر گواہی دیں گے اور آپ کی گواہی کے بغیر کسی کا کوئی عمل قبول نہ کیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اپنے امتیوں کے اعمال سے آگاہ ہیں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ان کے اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک حدیث ملاحظہ ہو۔

"حضور ﷺ نے فرمایا ہر روز صبح و شام حضور پر آپ کی امت پیش کی جاتی ہے اور حضور ہر فرد کو اس کے چہرہ سے پہچانتے ہیں" علامہ ثناء اللہ پانی پتی اور علامہ ابن کثیر نے بھی اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ قیامت کے روز اللہ کے حضور اپنی امت پر گواہی دیں گے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا نعیم الدین مراد آبادی بھی اس گواہی کے قائل ہیں۔

(د) حضور ﷺ کو پہلے انبیاء (1) پر گواہ بنا کر بھیجا گیا۔ یہ گواہی آپ روز محشر اس وقت دیں گے جب ان انبیاء کے بدنصیب منکرین یہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی نبی

---

(1) ضیاء القرآن ج 4 ص 80

نہیں آیا تھا اور نہ ہی ہمیں کسی نے سیدھی راہ دکھائی۔ حضور ﷺ فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور انبیاء کے حق میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے اپنے فرائض بے حد احسن طریق پر انجام دیئے اور دعوت و تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ ان جھوٹے فریب کاروں نے نہ صرف یہ کہ اپنے انبیاء کو جھٹلایا بلکہ ان پر زیادتیاں کیں اور بعض کو تو قتل بھی کر دیا۔

(5) حضور ﷺ کو مبشر بنا کر بھیجا گیا

مبشر خوش خبری اور بشارت دینے والے کو کہتے ہیں۔ سید عالم ﷺ نے اپنے فداکاروں کو یقین دلایا کہ دین اسلام کو قبول کرنے والے اور اس کے ارشادات پر عمل کرنے والے کے لئے دونو جہانوں کی کامیابیاں اور کامرانیاں ہیں۔ اہل ایمان کو جنت کی خوش خبری سنائی اور اہل محبت کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور دیدار کی بشارت عطا فرمائی۔ آیئے۔ دیکھیں ہمارے آقا نے کس طرح اپنے غلامون پر رحمت کے پھول برسائے۔

(ا) عشرہ مبشرہ۔ حضور ﷺ نے دس صحابہ کو زندگی میں ہی جنتی ہونے کی بشارت عطا فرما دی۔ ان میں چاروں خلفاء راشدین شامل ہیں اور ان کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص۔ حضرت زبیر بن العوام۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت سعیدؓ شامل ہیں۔

(ب) کم و بیش ڈیڑھ ہزار (2) صحابہ رضوان اللہ اجمعین کو اللہ کی رضا کی خوش خبری سنا دی۔ صحابہ کرام پر یہ لطف و عطا حدیبیہ کے مقام پر اس وقت ہوا جب انہوں نے پورے خلوص کے ساتھ حضور کے دست اقدس پر بیعت کرتے ہوئے یقین دلایا کہ عثمان غنیؓ کا بدلہ لینے کے لئے جانوں کے نذرانے پیش کر دیں گے۔

(ج) حضرت قتادہؓ (3) کی آنکھ میں تیر لگا اور آنکھ ضائع ہو گئی۔ آنکھ کی پتلی کٹ کر باہر لٹکنے لگی۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ جا کر عرض کیا۔

---

(2) سورہ فتح (3) ضیاء القرآن ج3

حضور نے فرمایا میں تمہیں جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ حضرت قتادہ خوش بخت تھے جنت کے ساتھ ساتھ سلامت آنکھ لے کر لوٹے۔

(د) حضور شافع یوم نشور نے ایک خوش خبری ان تمام کلمہ پڑھنے والوں کو عطا فرمائی۔ فرمایا جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ خلوص نیت سے پڑھا وہ ضرور جنت میں جائے گا۔

(6) حضور ﷺ کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا

انسانی معاشرہ میں ڈرانے والوں کی کمی نہیں۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ ہر فرد اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ دوسروں کو خوف زدہ کر دے۔ بادشاہ اپنے اعمال کو نافرمانی کے برے انجام سے ڈراتا ہے۔ ڈاکٹر مریضوں کو بیماریوں کے شدائد سے ڈراتا ہے۔ استاد اپنے شاگردوں کو آموختہ یاد نہ کرنے پر سزا سے ڈراتا ہے۔ والدین اولاد کو نافرمانی کی صورت میں جائیداد سے محروم کر دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ ان ڈرانے والوں کے پیش نظر اپنا اپنا مفاد ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ لوگوں کو اپنے مفاد کے لئے نہیں ان کے مفاد کے لئے ڈراتے ہیں۔ برے اعمال سے اس لئے ڈراتے ہیں کہ وہ جہنم کے عذابوں سے بچ جائیں۔ وہ روز محشر رسوا نہ ہوں قبر میں ان پر سانپ اور بچھو نہ مسلط ہو جائیں۔ قبر بھینچ کر ان کی ہڈیوں کو ریزہ ریزہ نہ کر دے۔ جہنم میں ان کو کانٹے دار زقوم کا پیڑ نہ کھانا پڑے اور کھولتا ہوا پانی اور زخموں کا دھوون نہ پینا پڑے۔

(7) چوتھا منصب داعی کا ہے۔ حضور ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس لئے بھیجا کہ لوگوں کا اللہ کے ساتھ ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑ دیں۔ کفر وشرک کے ظلمت کدوں سے نکال کر توحید و رسالت کی روح پرور مہکتی ہوئی روشن فضاؤں سے روشناس کرائیں۔ فسق و فجور کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر اخلاق حسنہ کے پرکیف اجالوں کی سیر کرائیں۔ سینکڑوں جھوٹے خداؤں کی عملداری سے نکال کر رب عرش وفرش کی عبودیت کی لذتوں سے مالا مال

کر دیں۔ حضور ﷺ نے اس منصب جلیلہ کو جس والہانہ انداز میں انجام دیا اس کے گواہ طائف کے وہ بازار اور گلیاں ہیں جن میں خالق ارض وسمٰوات کی واحدنیت اور قدوسیت کے ترانے لوگوں کو سنا سنا کر جسد اطہر پر پتھر کھائے۔ اس کی گواہی عتبہ اور شیبہ کے باغ میں بہتا ہوا وہ چشمہ دے گا جس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آپ کے زخم دھوئے۔ اس کی شہادت جبرائیل امین دیں گے جنہوں نے طائف والوں کے جبرواستبداد کے بدلے میں ان کو نیست و نابود کر دینے کا اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تفویض کیا اور جواب میں رحمتہ للعالمین نے ان کی ہدایت کے لئے دعا کی سرور دین کی جاں نثاریوں اور جانسپاریوں کی مقدس داستانیں قرطاس زمانہ پر ثبت ہیں۔ قرآن مقدس خود ان کا گواہ ہے۔ فاطمہ خاتون جنت جگر گوشۂ رسول کے ننھے ننھے ہاتھ اس کے گواہ ہیں جن سے کبھی وہ اپنے عرش نشین۔ صاحب لولاک باباؑ کے کندھوں سے اونٹ کی گندی اوجھڑی اٹھا کر پھینکا کرتی تھیں اور کبھی آپ کے سر سے دشمنوں کی پھینکی ہوئی خاک جھاڑا کرتی تھیں۔

آیئے ساری کائنات کے آقا ﷺ کو دعوت و تبلیغ میں سرگرم عمل دیکھئے:

(ا) حج کا زمانہ شروع ہو چکا ہے۔ باہر سے آنے والے حج قافلوں میں سے ایک ایک کے پاس اللہ کے رسول ﷺ تشریف لے جاتے ہیں۔ جب آپ ان کا دامن توحید و رسالت کی نعمتوں سے معمور کر دینا چاہتے ہیں تو کہیں سے بدنصیب ابولہب (4) نمودار ہو جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں مٹی اور کنکریاں ہوتی ہیں جن کو وہ داعیٔ حق کی طرف پھینک کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور کہتا ہے۔ اس کی بات نہ ماننا یہ تمہیں لات وعزیٰ سے ہٹا کر بدعت و گمراہی کی دعوت کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ پس نہ اس کی سنو اور نہ اس کی مانو۔

(ب) مکہ مکرمہ کے مشرکین کا ایک (5) وفد ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور یوں مطالبہ کرتا ہے:

(4) محسن انسانیت ص 160 از نعیم صدیقی صاحب

(5) سیرت ابن ہشام ج 1 ص 108

تمہارا بھتیجہ ہمارے بزرگوں کو احمق قرار دے کر ہمارے معبودوں پر حرف گیری کرتا ہے۔ ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ تم اسے باز رکھو یا پھر ہم اس سے بھی اور تم سے بھی لڑیں گے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے ایک فریق کا خاتمہ ہو جائے''۔

ابو طالب حضور علیہ کو بلا کر اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہیں اپنی کمزوری اور بڑھاپے کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ ابو طالب کا انداز بہت متاثر کر دینے والا ہے دعوت و تبلیغ کے فریضہ و جذبہ سے سرشار آنحضور جواب دیتے ہیں:

''چچا جان! خدا کی قسم (6)۔ یہ لوگ اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ کر چاہیں کہ اس مشن کو چھوڑ دوں تو میں اس سے باز نہیں آ سکتا یہاں تک کہ یا تو اللہ تعالیٰ اس مشن کو غالب کر دے یا میں اس جدوجہد میں ختم ہو جاؤں''

(ج) حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ کے چچا تھے کفر و شرک پر قائم تھے کہ ایک روز شکار سے واپسی پر کسی لونڈی نے خبر دی کہ آج ابو جہل نے تمہارے بھتیجے محمد (علیہ) کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔ دشنام طرازی بھی کی ہے دست درازی بھی۔ یہ سن کر جذبۂ قرابت نے جوش مارا۔ تن بدن میں آگ لگ گئی۔ بجائے گھر جانے کے ابوجہل کو تلاش کرنے لگے۔ وہ انہیں صحن کعبہ میں اپنے قبیلہ کے لوگوں کے پاس بیٹھا آج کے واقعہ پر ڈینگیں مار رہا تھا۔ حضرت امیر حمزہ سیدھے اس کے پاس چلے گئے اور شیر نر کی طرح گرجتے ہوئے اپنی لوہے کی کمان سے ابوجہل پر حملہ کر دیا۔ اس کے سر سے خون بہنے لگا۔ آپ نے ابوجہل کو برملا کہہ دیا کہ میں نے اپنے بھتیجے کا دین قبول کر لیا ہے اگر ہمت ہے تو میرا راستہ روک لے۔ وہ بزدل گیدڑ بھلا شیر نر کا راستہ روکنے کی جرات کیونکر کرتا۔

جب آپ نے سید عالم علیہ کو جا کر بتایا کہ اے بھتیجے خوش ہو جا میں نے تیرا بدلہ لے لیا ہے تو حضور علیہ نے فرمایا چچا میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوتا۔ حضرت امیر حمزہ

---

(6) سیرت ابن ہشام ج 1 ص 278

عالم حیرانی میں پوچھنے لگے تو پھر آپ کس بات سے خوش ہوتے ہیں۔آپ نے فرمایا جب کوئی شخص اللہ مالک ارض وسمٰوات کے ساتھ اپنا ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑ لیتا ہے تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔ آپ بھی اسلام قبول کر لیں تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔حضرت امیر حمزہ نے اسلام قبول کر لیا۔

(د) ایک روز غروب آفتاب (7) کے بعد مشرکین مکہ میں سے بڑے بڑے سردار عتبہ بن ربیعہ۔ابوسفیان بن حرب۔نضر بن حارث اسود بن مطلب۔ولید بن مغیرہ۔ابوجہل وغیرہ کعبہ کے پاس جمع ہوئے اور حضورﷺ کو بلوا بھیجا۔حضور تشریف لے آئے تو کہنے لگے: جو ہنگامہ آپ نے کھڑا کر رکھا ہے اگر اس کا مقصد مال ودولت کا حصول ہے تو ہم آپ کو اتنی دولت دینے کے لئے تیار ہیں کہ آپ سب سے بڑھ کر مال دار ہو جائیں گے۔

اگر تم اس کے ذریعے سرداری چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار مان لیتے ہیں اور کوئی کام تمہارے فرمان کے بغیر نہ کریں گے۔اگر بادشاہت چاہتے ہیں تو ہم تمہاری تاج پوشی کرنے کو تیار ہیں اگر تم پر کوئی جن وغیرہ مسلط ہو چکا ہے اور سایہ کی بیماری ہے تو ہم تمہارا علاج کروانے کو تیار ہیں۔

ان کی مصالحانہ گفتگو سن کر حضورﷺ نے فرمایا:

"جو کچھ تم لوگ خیال کر رہے ہو میری بات اس سے مختلف ہے۔میری تبلیغ کا مقصد حصول زر نہیں۔میں سرداری کا خواہش مند ہوں نہ بادشاہت کا۔میں تو اللہ کا رسول ہوں تمہارے پاس اللہ کی کتاب لایا ہوں۔میں نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔تمہاری دنیا و آخرت کی بھلائی اسے قبول کر لینے میں ہے۔اگر تم میری دعوت کو قبول نہیں کرتے تو میں صبر کے ساتھ تمہارے اور اپنے درمیان اللہ کے فیصلہ کا انتظار کروں گا"۔

(ر) ایک (8) دفعہ مکہ کی ایک گھاٹی میں حضورﷺ کی ملاقات رکانہ پہلوان سے ہو

(7) ضیاء النبی ج2 ص285-284 بحوالہ سیرت ابن ہشام ج1 ص315

(8) السیرۃ النبویہ ابن کثیر ج2 ص83

گئی۔ وہ قریش میں بہت شہ زور اور بہادر آدمی تھا۔ حضور ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دے دی۔ رکانہ نے شرط عائد کردی کہ اگر آپ مجھے کشتی میں پچھاڑ دیں تو میں آپ کی بات مان لوں گا۔ حضور کو دعوت تبلیغ کا اس قدر خیال تھا کہ رکانہ کے ساتھ کشتی لڑنے کے لئے تیار ہو گئے اور تین مرتبہ اس کو کشتی میں پچھاڑ دیا۔ رکانہ نے اسلام قبول کرلیا۔

مختصر یہ کہ حضور ﷺ نے تبلیغ کا فریضہ کمال حسن وخوبی جرأت و ہمت سے ادا کیا۔ معجزات کے اظہار کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کیا۔ عفوودرگذر کے دریا بہا کر لوگوں کے دلوں میں اللہ کی ربوبیت اور اپنی رسالت کا سکہ بٹھایا۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ کر لوگوں کے لئے جنت کے راستے ہموار کئے۔

دعوت وتبلیغ کے کام میں حضور ﷺ کی محنت اور جانسوزی دیکھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کا کام بس (9) پیغام پہنچا دینا ہے اگر وہ پیغام قبول نہ کریں تو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

(8) تبلیغ کا کام بے حد مشکل اور کٹھن ہوتا ہے۔ کوئی آدمی بھی اپنا عقیدہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا خواہ وہ صریح غلط راستے پر گامزن ہو۔ پھر مکہ کے مشرکین تو صدیوں سے جس روش پر گامزن تھے اس کو چھوڑنے کے لئے بالکل تیار نہ تھے۔ وہ کورانہ تقلید اور آبا پرستی میں بے حد مشہور تھے۔ غور وفکر اور فہم وشعور سے تو ان کو کوئی واسطہ ہی نہ تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے پیارے محبوب کی مشکلات اور دشواریوں کا علم تھا اس لئے داعیاً الی اللہ کے ساتھ باذنہٖ کا اضافہ فرما کر اس کٹھن اور دشوار کام میں اپنی خصوصی اعانت وعنایت کو شامل کر دیا۔ وہ اس طرح کہ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کو گونا گون خوبیوں سے سرفراز فرمایا۔ جو صورت دیکھتا حسن وجمال پر نثار ہو جاتا۔ جو بات سنتا حسین انداز گفتار کا دیوانہ ہو جاتا۔ جو اخلاق کریمانہ کا مشاہدہ کرتا دل وجان سے قربان ہو جاتا۔ فضالہ قتل کرنے کے

---

(9) سورہ فاطر آیت 8

لئے حطیم میں چھپ کر بیٹھ گیا حضور ﷺ طواف کر رہے تھے۔ آپ نے دو تین چکر لگا لئے فضالہ کو جرأت نہ ہوئی۔ آخر حضور اس کے قریب جا کر کھڑے ہو گئے اور اس کے دل کا راز اسے بتا دیا اور اس کے سینے پہ ہاتھ رکھ دیا۔ بس پھر کیا تھا دل کی دنیا ہی بدل گئی جس دل میں حضور ﷺ کے لئے بغض اور نفرت کے سوا کچھ نہ تھا عشق مصطفیٰ سے سرشار ہو گیا۔ ایسی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔

(9) سراج آفتاب (10) کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور چراغ کے معنوں میں بھی گویا محسن انسانیت اندھیروں میں بھٹکتے ہوئے گم گشتہ لوگوں کو روح پرور اجالے عطا کرنے کے لئے آئے۔ ایک آفتاب کیا میرے آقا نے ہزاروں آفتابوں سے بڑھ کر اپنے نور نبوت سے روشنی پہنچائی اور کفر و شرک کے ظلمات کو اپنے نور حقیقت افروز سے دور کر دیا اور خلقت کے لئے معرفت توحید ربانی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں۔ ضلالت کی تاریک و تار وادیوں میں بھٹکنے والوں کو انوار ہدایت سے علم و عرفان کی منزلوں تک پہنچایا ضمائر۔ بصائر۔ قلوب اور افکار کو منور کیا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

تیرا کرم ہے کہ میں تیرا نام لیتا ہوں — غبار طیبہ کو پلکوں میں تھام لیتا ہوں
جمال گنبد خضریٰ بسا کے آنکھوں میں — نسیم اس سے بصارت کا کام لیتا ہوں

ایک اور شاعر کا خراج عقیدت ملاحظہ فرمایئے:

قدم قدم پہ برکتیں نفس نفس پہ رحمتیں — جہاں جہاں سے وہ شفیع عاصیاں گذر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک — وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گذر گیا

(10) سراج کے ساتھ لفظ منیراً استعمال کر کے اس حقیقت کا کھلا اظہار کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ خود تو سراپا نور و ہدایت ہیں ہی آپ کا کمال یہ بھی ہے کہ جس پر آپ کی چشم کرم

---

(10) تفسیر سید نعیم الدین مراد آبادی۔ بعض مفسرین نے یہاں سراج سے مراد "چراغ" لیا ہے جو خود روشن ہوتا ہے اور روشنی پھیلاتا تھا۔ مزید یہ کہ اس سے مزید چراغ روشن کئے جا سکتے ہیں۔ (مدارج النبوت ج 1 ص 98 محمد عبدالحق محدث دہلوی)

اٹھ جاتی ہے اسے نور وہدایت والا بنا دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ ایک شاعر نے خوب کہا ہے:

جس طرف کو چشم احمد کے اشارے ہو گئے
جتنے ذرے سامنے آئے ستارے ہو گئے

یثرب جو بلاؤں اور وباؤں کا شہر تھا میرے آقا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی برکت سے مدینہ النبی بن گیا۔ بلائیں وبائیں جاتی رہیں امن سکون کا دور دورہ ہو گیا۔

شاعر نے خوب کہا:

کیا شان ہے کملی والے کی پتھر کو نگینہ کر ڈالا
اک چشم کرم سے آقا نے یثرب کو مدینہ کر ڈالا

وہ نور مجسم جو پتھروں کو جگمگانے کی صلاحیت رکھتا ہو اس کے لئے قلوب انسانی کو ہدایت وروشنی عطا کرنا کیا مشکل ہے!

اس آقا کے غلام اگر مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے ہو کر ایران میں جنگ کرنے والے اپنے غلام ''ساریہ'' کو دیکھ کر دشمن کی چال سے خبردار کر دیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

اس آقا کے غلام اگر شیروں کو اپنے سامان کی چوکیداری پر مقرر کر دیں تو اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔

اس آقا کے غلاموں کو دیکھ کر اگر لوگوں کے دلوں سے کفر وشرک کی تاریکیاں چھٹ جائیں تو تعجب کی کوئی بات نہیں۔

(17) حضور ﷺ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن (آپ کا اختیار)

سورہ......الاحزاب......آیت......51

﴿اردو ترجمہ﴾

''اپنی ازواج میں سے جس کو چاہیں دور کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں''

﴿وضاحتیں﴾

(1) اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں کے چار تک نکاح بیک وقت جائز قرار دیئے لیکن ان پر یہ حکم لگا دیا کہ سب کے ساتھ مساویانہ سلوک روا رکھیں۔ یہ مساویانہ سلوک ملنے بیٹھنے۔ نان ونفقہ اور شب باشی کے حوالہ سے ہے۔ دلی وابستگی اور تعلق خاطر کے حوالہ سے نہیں۔ اس پر پابندی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ ایک داخلی چیز ہے۔

(2) حضور ﷺ کو اس پابندی سے خالق ارض وسموات نے آزاد فرمایا ہے جو دوسرے مسلمانوں پر عائد کی گئی۔ اس معاملہ کو حضور ﷺ کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ حضور ﷺ اپنے گھر میں بھی مساوات کا خیال فرماتے تھے اور تمام بیویوں کے ساتھ عادلانہ مساویانہ سلوک کیا کرتے تھے۔ مفسرین کرام نے حضور کو دی جانے والی اس رخصت کی دو وجوہات بیان کی ہیں۔

(3) پہلی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ حکم حضور ﷺ کے خصوصی اعزاز کے لئے جاری کیا گیا ہے۔

(4) دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ حضور ﷺ پر کسی قسم کی پابندی نہ رہے تا کہ آپ اپنی پاکیزہ مصلحتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو طرز عمل اختیار کرنا چاہیں کریں اور کسی بی بی کو اعتراض کا حق حاصل نہ ہو۔ ازواج مطہرات میں اس بنیاد پر باہمی نزاع پیدا نہ ہو اور گھر کا سکون تباہ نہ ہو۔

(5) ازواج مطہرات میں سے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ازخود اپنی باری کا دن سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام کر دیا تھا اور بارگاہ رسالت میں عرض کیا تھا کہ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرا حشر آپ کی ازواج مطہرات میں ہو۔

(6) آیت مبارکہ کے آخری حصہ میں خالق ارض وسمٰوات نے ازخود اس رخصت کی وجہ بیان فرمادی ہے کہ اس سے ازاواج مطہرات کی آنکھیں ٹھنڈی ہونگی اور وہ آزردہ خاطر نہ ہوں گی اور جو کچھ آپ ان کو عطا فرمائیں گے اس سے سب خوش ہونگی۔ انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ جب وہ کسی چیز پر اپنا حق سمجھ لیتا ہے تو اس میں ذرہ بھر کمی یا کوتاہی کو برداشت نہیں کرتا اور اگر حق کے تعین کے بغیر اسے تھوڑا بھی ملے تو اسے احسان سمجھتا ہے۔ خوش ہوتا ہے اور شکر گذار ہوتا ہے۔

(18) کاشانۂ نبوی ﷺ پر حاضری کے آداب

سورہ......الاحزاب......آیت......53

﴿اردو ترجمہ﴾

''اے ایمان والو! نبی کریم کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو بجز اس کے کہ تمہیں کھانے کے لئے آنے کی اجازت دی جائے۔ کھانا پکنے کا انتظار نہ کیا کرو لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو جایا کرو۔ جب کھانا کھا چکو تو فوراً منتشر ہو جایا کرو اور نہ وہاں دل بہلانے کے لئے باتیں شروع کر دیا کرو۔ تمہاری یہ باتیں نبی کے لئے تکلیف کا باعث بنتی ہیں پس وہ تم سے حیا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے میں کسی کا حیا نہیں کرتا۔ اور جب تم کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو۔ یہ طریقہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے پاکیزہ تر ہے اور تمہیں زیب نہیں دیتا کہ اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاؤ۔ تمہیں اس کی بھی اجازت نہیں کہ ان کے بعد ان کی ازواج سے نکاح کرو۔ بے شک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک ظلم عظیم ہے''۔

﴿وضاحتیں﴾

(1) اس آیت مقدسہ میں صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین کو آداب سکھائے جا رہے ہیں جن کو ملحوظ خاطر رکھ کے انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی غلامی کا فریضہ انجام دینا ہے۔

(2) حضور ﷺ کی اجازت کے بغیر حجروں میں داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔

(3) کھانا کھانے کے لئے مومنوں کو حضور ﷺ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت ہے اور وہ بھی صرف اس وقت جب کھانا تیار ہو جائے۔ کھانا تیار ہونے سے پہلے جا کر بیٹھ جانا اور کھانے کا انتظار کرتے رہنے کی اجازت نہ ہے۔ اسی طرح کھانا کھا لینے کے بعد بیٹھے رہنے کی اجازت نہیں۔ کھانا ختم ہونے کے بعد فوراً چلے

جانا ضروری ہے۔کھانا کھانے کے بعد گپ شپ کے لئے بیٹھنے کی ضرورت نہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارا اس طرح کھانے سے قبل یا کھانے کے بعد بیٹھا رہنا پسندیدہ نہیں ہے۔حضور ﷺ کے معمولات میں فرق آتا ہے اور ان کو تکلیف پہنچتی ہے۔

(5) حضور بہت زیادہ حیادار ہیں وہ تو تمہیں جانے کے لئے نہیں کہیں گے۔خاموش رہیں گے اور برداشت کریں گے۔

(6) فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں آداب سکھانے سے حیا نہیں کرتا۔اس لئے سب کچھ کھل کر کہہ دیا گیا ہے۔

(7) اگر امہات المومنین سے کچھ لینا ہو تو ضروری ہے کہ پردہ کے پیچھے کھڑے ہو کر مانگیں۔اندر گھسے چلے جانے کی سخت ممانعت ہے کیونکہ یہ آداب کے منافی ہے۔ اس پابندی کی وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ طریق کار قلب کی پاکیزگی کا باعث ہوگا۔تمہارے لئے بھی اور امہات المومنین کیلئے بھی۔اہل اسلام کے لئے یہ حکم قابل غور ہے امہات المومنین جیسی مقدس اور پاکیزہ ہستیوں اور صحابۂ کرام جیسے دیانت دار اور حیادار لوگوں کے لئے سختی کے ساتھ پردے کی پابندی عائد کی جارہی ہے تو عام مسلمانوں کے لئے کیوں نہ ہوگی۔جب صحابہ کرامؓ کو ازواج مطہرات کے ہاں گھس جانے کی اجازت نہیں تو اور کون اس رخصت کا حقدار قرار پاسکتا ہے۔

(8) جو پابندیاں اوپر بیان کی گئی ہیں ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہ کرنا حضور ﷺ کی گرانیٔ طبع کا باعث بن سکتا ہے اس لئے کسی مومن کو ہرگز اجازت نہیں کہ وہ کوئی عمل ایسا کرے جس سے اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچے۔

(9) آیت کے آخر میں حکم دیا کہ حضور کے وصال کے بعد حضور کی ازواج سے ہرگز کسی کو نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔وہ مومنوں کی مائیں ہیں اور ان پر قطعاً حرام ہیں۔یہ بات معمولی نہیں۔اللہ کے ہاں بہت بڑی بات ہے۔بہت بڑا جرم اور گناہ کبیرہ ہے۔

(19) حضور پر اللہ تبارک وتعالیٰ اور ملائکہ کا درود

مومنوں کو درود وسلام پڑھنے کا حکم

سورہ......الاحزاب......آیت......56

﴿اردو ترجمہ﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور سلام پیش کیا کرو''

﴿وضاحتیں﴾

(1) کفار ومشرکین نے مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ایمان والوں اور خود ذات مصطفیٰ علیہ السلام پر ظلم وستم کی انتہا کر دی ایسے ایسے مظالم توڑے کہ جن کے تذکرہ سے ہی دل کانپ کر رہ جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے اس کے باوجود مشرکین مکہ اپنی مخالفت ومخاصمت سے باز نہ آئے۔ بار بار مدینہ منورہ پر چڑھائی کی۔ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو مکہ مکرمہ سے بھی زیادہ کٹھن حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں مشرکین مکہ کی کھلی دشمنی کے ساتھ منافقین کی منافقت اور یہود کی ریشہ دوانیوں کا سامنہ بھی کرنا پڑا۔ جنگ وجدل کے ساتھ ساتھ الزام تراشیوں کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت مبارکہ کے نزول سے ان کے مکروہ عزائم کو خاک میں ملا دیا اور انہیں بتا دیا کہ آمنہ کا لال اور عبداللہ کا در یتیم تو وہ مبارک ہستی ہے جس پر خالق کائنات خود اپنی شان۔ اپنی عظمت اور قدرت سے درود بھیجتا ہے۔

(2) اللہ کا درود بھیجنا کیا معنی رکھتا ہے

اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب علیہ السلام پر درود بھیجنا یہ معنی رکھتا ہے کہ فرشتوں کی بھری محفل میں وہ اپنے محبوب کریم کی تعریف کرتا ہے۔ مفسرین کرام نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ

تعالیٰ کا اپنے محبوب پاک پر درود بھیجنا یہ ہے کہ وہ ان کے دین کو غلبہ عطا فرماتا ہے۔ ان کی شریعت کو برقرار رکھتا ہے۔ اس دنیا میں حضور علیہ السلام کی عزت و احترام میں اضافہ کرتا ہے۔ حضور کو مقام شفاعت پر فائز کیا ہے اور مقام محمود عطا کیا ہے۔

(3) ملائکہ کا درود بھیجنا یہ ہے کہ وہ اپنے خالق کے حضور دعا کرتے ہیں کہ حضور کے مراتب کا بلند فرما۔

(4) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اور ملائکہ کے حضور علیہ السلام پر درود بھیجنے کے ذکر کے بعد اپنے بندوں کو حکم دیا کہ تم بھی ان پر درود بھیجو۔ ہمیں اللہ کے رسول علیہ السلام پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن حضور علیہ السلام کی عظمتوں اور رفعتوں کو کما حقہ ان کا خالق و مالک ہی جانتا ہے اس لئے ہم کہتے ہیں "اے اللہ! تو ہی محمد (علیہ السلام) پر درود بھیج۔ قرآن مقدس میں اس آیت مبارکہ کے حوالے سے مومنوں پر فرض کیا گیا کہ وہ حبیب کبریا پر درود بھیجیں۔ حضور علیہ السلام کی لاتعداد صحیح احادیث موجود ہیں جن میں درود شریف کی شان کے ساتھ ساتھ پڑھنے والے پر بے شمار انعامات کو ذکر کیا گیا ہے درود کے فضائل پر کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ چند احادیث مبارکہ پیش کی جارہی ہیں۔(1)

(ا) حضرت عبداللہ فرماتے ہیں (2) میں نماز ادا کر رہا تھا وہاں حضرت محمد علیہ السلام۔ حضرت ابوبکر صدیق و فاروق تشریف فرما تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی ثنا کی پھر حضور علیہ السلام پر درود پڑھا پھر اپنے لئے دعا کی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: "اب مانگ تجھے دیا جائے گا"

(ب) ایک (3) روز اللہ کے رسول علیہ السلام قضائے حاجت کیلئے باہر جانے لگے تو حضرت فاروق اعظم ایک لوٹا پانی سے بھر کر پیچھے چلے کیونکہ حضور کے ساتھ کوئی آدمی نہ

---

(1) روایت بخاری شریف

(2) ضیاء القرآن ج۔4 ص92

(3) ضیاء القرآن ج۔4 ص90

تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور کو ایک وادی میں سر سجدہ میں رکھے دیکھا۔ وہ خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے جب سر سجدہ سے اٹھایا تو فرمایا:

''اے عمر! تو نے اچھا کیا کہ مجھے سجدہ میں سر رکھے دیکھ کر ایک طرف ہٹ کر بیٹھ رہے۔ جبرئیل میرے پاس آئے تھے انہوں نے یہ بتایا کہ آپ کا جو امتی آپ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا اور اس کے دس درجے بلند کر دے گا۔

(ج) فرمایا رسول اکرم ﷺ نے وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے (4) وہ بخیل ہے۔

(د) حضرت انس (5) رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ فرمایا حضور ﷺ نے درود پڑھنے والے کے ایک سانس سے ایک سفید بادل پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے برسنے کا حکم دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ زمین پر برسنے والے ہر قطرہ سے سونا پیدا فرماتا ہے۔ پہاڑ پر ہر گرنے والے قطرہ سے چاندی پیدا فرماتا ہے اور کافر پر گرنے والے ہر قطرہ کی برکت سے اس کو ایمان کی دولت نصیب فرماتا ہے''

(ر) حضرت (6) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں فرما دیجئے کہ میں دن کا کتنا حصہ درود پڑھنے کے لئے مقرر کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم جس قدر چاہو مقرر کر لو۔ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا میں دن رات کا چوتھائی حصہ درود خوانی کے لئے مقرر کر لوں۔ حضور نے فرمایا تم جس قدر چاہو مقرر کر لو۔ اگر تم

---

(4) ضیاء القرآن ج۔4 ص 90 (روایت حضرت امام حسینؓ)

(5) فیضان سنت ص 152 بحوالہ مکاشفۃ القلوب حضرت امام غزالی

(6) ترمذی شریف

چوتھائی سے زیادہ مقرر کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا میں دن کا نصف حصہ مقرر کرلوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تم جتنا چاہو مقرر کرلو اور اگر تم اس سے بھی زیادہ مقرر کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہی ہوگا۔ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا دن رات کا دو تہائی حصہ مقرر کرلوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تم جتنا چاہو مقرر کرلو اور اگر تم اس سے زیادہ مقرر کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا میں دن رات کا کل حصہ درود خوانی کے لئے مقرر کروں گا تو حضور نے ارشاد فرمایا اگر ایسا کرو گے تو درود تمہارے تمام غموں اور فکروں کو دور کرنے کے لئے کافی ہو جائے گا۔ اور تمہارے تمام گناہوں کے لئے کفارہ ہو جائے گا۔

(س) فرمایا (7) رسول مقبول علیہ السلام نے بلا شک وشبہ قیامت میں لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا۔

(ص) (8) حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو ایک فرشتہ اس درود کو لے جا کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کرتا ہے۔ وہاں سے ارشاد عالی ہوتا ہے کہ اس درود کو میرے بندہ کی قبر کے پاس لے جاؤ یہ اس کے لئے استغفار کرے گا اور اس کی وجہ سے اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوگی۔

(ط) (9) حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جس کے سامنے میرا تذکرہ آئے اس کو چاہئے کہ مجھ پر درود بھیجے اور جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود بھیجے گا اور اس کی دس خطائیں معاف کرے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا"۔

---

(7) روایت حضرت عبداللہ ابن مسعود (بدیع۔ علامہ سخاوی)

(8) تبلیغی نصاب (فضائل درود ص (33-32) مولانا محمد زکریا بحوالہ نسائی وقول البدیع

(9) احمد نسائی

(5) حضور ﷺ پر درود نہ پڑھنے پر وعیدیں

حضور ﷺ کا اسم مبارک سن کر آپ پر درود نہ بھیجنے والے کے لئے سخت وعیدیں آئی ہیں۔اس سلسلہ میں ایک حدیث ملاحظہ ہو:

حضرت (10) کعب بن عجرۃ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ۔ہم لوگ حاضر ہو گئے۔جب حضور نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے ایسی سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے۔

(جب پہلے درجہ پر قدم رکھا تو کہا) ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔میں نے کہا آمین۔پھر جب میں دوسری درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر ہوا اور وہ درود نہ پڑھے۔میں نے کہا آمین جب میں تیسرے درجے پا چڑھا تو جبرئیل نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائیں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں۔میں نے کہا آمین۔

(6) درود پاک سے متعلقہ چند مستند واقعات وحکایات

(۱) جب حشر (11) برپا ہوگا اور اعمال تولنے کے لئے ترازو رکھا جائے گا تو ایک شخص کی نیکیوں کا وزن کم ہو جائے گا۔رسول اکرم ﷺ ایک پرچہ انگلی کے ایک سرے کے برابر اعمال والے پلڑے میں رکھیں گے جس سے اعمال والا پلڑا وزنی ہو جائے گا۔

(10) صحیح بخاری شریف ومستدرک حاکم

(11) تبلیغی نصاب مولانا محمد زکریا بحوالہ مواہب لدنیہ وتفسیر کثیری

وہ مومن کہے گا: میرے ماں باپ قربان ہو جائیں آپ کون ہیں؟ آپ کی صورت اور سیرت کیسی اچھی ہے۔

حضور علیہ السلام فرمائیں گے "میں تیرا نبی ہوں اور یہ درود شریف ہے جو تو نے پڑھا تھا۔ میں نے تیری حاجت کے وقت اسے ادا کر دیا ہے۔

(ب) محمد بن (12) سعید بن مطرف نیک لوگوں میں سے ایک بزرگ تھے۔ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں نے معمول بنا رکھا تھا کہ سونے سے قبل درود پاک کی ایک معین مقدار پڑھا کرتا تھا۔ ایک روز معمول کے مطابق درود شریف کی معین مقدار پڑھ کر اپنے بالا خانے میں سو گیا۔ خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام کی آمد سے میرا بالا خانہ منور و معطر ہو گیا۔ حضور علیہ السلام میرے قریب تشریف لائے اور فرمایا: لا اس منہ کو چوم لوں جس کے ساتھ تو کثرت سے درود پڑھتا ہے۔ میں رعب رسالت کی وجہ سے منہ حضور کی طرف نہ کر سکا اور حضور نے میرے رخسار پر بوسہ دیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو میرا بالا خانہ خوشبو سے مہک رہا تھا۔ میرے رخسار سے جہاں حضور علیہ السلام نے بوسہ دیا تھا آٹھ یوم تک خوشبو آتی رہی۔

(ج) محمد (13) بن مالک قاری ابوبکر کے درس میں محو تعلیم تھا کہ ایک بوڑھا ان کو ملنے کے لئے آیا۔ ان کا لباس پرانا اور بوسیدہ تھا قاری صاحب نے ان کو ادب و احترام کے ساتھ اپنی جگہ پر بٹھایا اور خیر و عافیت دریافت کی۔ انہوں نے بتایا کہ رات میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ گھر والوں نے گھی اور شہد کی فرمائش کی ہے۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں قاری ابوبکر صاحب یہ سن کر بے حد رنجیدہ ہوئے اور اسی جگہ پر ان کی آنکھ لگ گئی خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔

---

(12) فضائل درود۔ مولانا محمد زکریا فصل پنجم ص 115

(13) بدیع...... علامہ سخاوی

آپ نے فرمایا علی بن عیسیٰ وزیر کے پاس جا کر میرا پیغام دے کہ وہ اس بزرگ کو سو اشرفیاں دے اور نشانی یہ بتانا کہ تو ہر جمعہ کی رات اللہ کے رسول پر ہزار مرتبہ درود پڑھے بغیر نہیں سوتا۔ اس جمعہ تو نے سات سو مرتبہ درود پڑھا تھا کہ بادشاہ کی طرف سے بلاوا آ گیا باقی تعداد تو نے وہاں سے واپس آ کر پوری کی۔

قاری ابوبکر بیدار ہوئے تو اس شخص کو لے کر وزیر علی ابن عیسیٰ کے پاس چلے گئے اور تمام ماجرا جا کر سنایا۔ علی ان عیسیٰ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے جو کچھ آپ نے فرمایا ہے سچ ہے۔ پھر اپنے ملازم کو بلا کر اشرفیوں کی ایک تھیلی منگوائی۔ اس میں ایک ہزار اشرفیاں تھیں۔ علی ابن عیسیٰ عالم کیف و مستی میں تھیلی میں سے ایک ایک سو اشرفیاں نکالتے گئے اور ان کے سامنے ڈھیر لگاتے گئے جب تھیلی خالی ہوگئی تو کہنے لگے حضور ﷺ نے سو اشرفیوں کا حکم فرمایا لیکن میں اپنی خوشی سے ہزار اشرفیاں پیش کرتا ہوں کہ حضور نے اس خدمت کے لئے مجھے منتخب فرمایا ہے اور انہین میرے درود پاک کی اطلاع بھی ہے اور قدر بھی۔ لیکن قاری ابوبکر نے کہا ہم تو صرف سو اشرفیاں ہی لیں گے جن کا حضور ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔

(7) عبدالواحد (14) بن زید بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حج پر جا رہا تھا کہ ایک آدمی میرا ہم سفر ہو گیا۔ وہ اٹھتے۔ بیٹھتے۔ چلتے۔ پھرتے ہر وقت درود پڑھنے میں مصروف رہتا تھا۔ انہوں نے اس سے کثرت سے درود پڑھنے کی وجہ دریافت کی تو وہ کہنے لگا۔ میں نے جب پہلا حج کیا تھا تو میرا باپ بھی میرے ساتھ تھا۔ حج کے بعد جب ہم لوٹے تو ایک منزل پر میرے باپ کا انتقال ہو گیا اور ان کا منہ کالا ہو گیا اس رنج و الم کے عالم میں مجھے نیند آ گئی خواب میں دیکھا کہ میرے باپ پر چار کالے حبشی ڈنڈوں والے مسلط کر دیئے گئے۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک حسین و جمیل شخص سبز لباس پہنے ہوئے تشریف لائے۔ انہوں نے ان حبشیوں کو ہٹا دیا اور اپنے دست مبارک کو میرے باپ کے منہ پر

(14) احیاء العلوم۔ حضرت امام غزالی

پھیرا۔ پھر مجھے فرمایا۔ اٹھ جا تیرے باپ کا چہرہ اللہ تعالیٰ نے سفید کر دیا ہے۔ میں نے کہ کہا: میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: "میرا نام محمد (ﷺ) ہے۔ میں نے بیدار ہو کر اپنے باپ کو دیکھا تو اس کا چہرہ چمک رہا تھا۔ اس واقعہ کے بعد میں نے حضور پر درود پڑھنا اپنی زندگی کا مقصد اور معمول بنالیا ہے۔

(ر) مصنف (15) دلائل الخیرات کی پذیرائی

دلائل الخیرات حضور ﷺ پر درود کی ایک جامع اور اعلیٰ کتاب ہے۔ اس کے مصنف حضرت ابوعبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی ہیں۔ دلائل الخیرات کی تالیف کی وجہ مشہور ہے کہ حضرت ابوعبداللہ ایک دفعہ سفر کر رہے تھے کہ ان کو پانی کر ضرورت پڑی۔ ایک کنواں تو مل گیا لیکن وہاں نہ ڈول تھا نہ رسی۔ بہت پریشان ہوئے۔ اچانک وہاں ایک لڑکی آ گئی۔ جب اسے پتہ چلا کہ اجنبی کو پانی کی ضرورت ہے اور کنویں پر ڈول نہیں ہے تو وہ کنوئیں کے قریب گئی اور اس میں تھوک دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پانی ابلنا شروع ہوا اور کنارے تک پہنچ گیا۔ حضرت ابوعبداللہ نے اپنی ضرورت پوری کی اور پھر لڑکی سے وجہ پوچھی اس نے بتایا کہ یہ درود پاک کی تاثیر و برکت ہے۔ وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ درود پاک پر "دلائل الخیرات"، لکھی جو بے حد مقبول ہوئی کتاب کی مقبولیت اپنی جگہ لج پال آقا سید عالم ﷺ نے ان کی محنت اور محبت کی خوب پذیرائی کی۔

کہا جاتا ہے کہ ان کے انتقال کے بعد ان کی قبر سے (16) کستوری کی خوشبو مہکتی تھی۔ وہ کتاب کی تالیف کے ساتھ ساتھ درود پاک بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے۔ ان کے وصال کے (17) ستر سال بعد ان کی قبر کھولی گئی کیونکہ ان کے جسد

---

(15) فضائل درود۔ مولانا محمد زکریا ص 102

(16) فیضان سنت ص 200

(17) مطالع المسرات

مبارک کوسوس سے مراکش منتقل کیا جانا تھا۔ آپ کو قبر سے نکالا گیا تو لوگ دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ جسم بالکل تر و تازہ تھا کفن بھی میلا نہ ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک شخص اپنی حیرانگی پر قابو نہ رکھ سکا اس نے انگلی سے آپ کے رخسار کو دبایا تو اس حصہ کا رنگ جو پہلے سرخی مائل تھا اب سفید ہو گیا۔ جب انگلی ہٹالی گئی تو رنگ پھر سرخ ہو گیا۔ بالکل ایسے ہی جس طرح زندوں میں خون رواں ہوتا ہے اور دبانے سے خون رک جانے کی وجہ سے وہ جگہ سفید ہو جاتی ہے۔

مختصر یہ کہ حصول برکت، ترقیٔ معرفت اور حضور ﷺ کی قربت کے لئے درود و سلام سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ دن ہو یا رات ہمیں اپنے محسن اور غمگسار آقا ﷺ کی خدمت میں درود و سلام کے پھول نچھاور کرتے رہنا چاہیئے۔

(20) حضور ﷺ کی رسالت عامہ

سورہ......سبا......آیت 28

اردو ترجمہ

''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر۔لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں (اس حقیقت کو)''

وضاحتیں

(1) اللہ تبارک وتعالیٰ نے محسن انسانیت تاج دار عرب و عجم شافع روز جزا حضرت محمد ﷺ کو کسی ایک قوم۔کسی ایک علاقہ۔کسی ایک ملک یا کسی ایک دور کے لئے نبی بنا کر نہیں بھیجا۔حضور ﷺ کو تو تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔آپ کی چادر رحمت میں بڑی وسعت ہے۔جہاں تک خالق ارض وسمٰوات نے اس کائنات کو وسعت عطا فرمائی ہے وہاں تک حضور ﷺ کو رسالت بھی عطا فرمائی ہے کوئی عربی ہو یا عجمی۔مصری ہو یا شامی۔اس کا تعلق براعظم افریقہ سے ہو یا براعظم یورپ سے۔ایشیا کا باشندہ ہو یا امریکہ کا آمنہ کے لال کو اس کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(2) حدیث پاک

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جملہ انبیاء پر مجھے چھ امور میں فوقیت عطا ہوئی ہے۔مجھے تھوڑے الفاظ سے زیادہ معنی بیان کر دینے کی صلاحیت دی گئی ہے۔رعب سے میری نصرت فرمائی گئی ہے۔میرے لئے مال غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے۔تمام زمین کو میرے لئے سجدہ گاہ بنایا گیا ہے اور مجھے جملہ مخلوقات کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔مجھے تمام انبیاء کے بعد بھیجا گیا ہے میرے ساتھ

نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔

(3) اللہ کے رسول ﷺ بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی۔ حضور کے ان دونو مناصب کا تذکرہ پہلے سورہ بقرہ کی آیت 119 اور سورہ مائدہ کے آیت 19 میں کیا جا چکا ہے۔

بشیر خوش خبریاں سنانے والے کو اور نذیر ڈرانے والے کو کہتے ہیں۔

(4) فرمایا لوگوں کی ایک بڑی تعداد آپ کے ان اعلیٰ مناصب کو نہیں مانتی۔

کون ہیں وہ بدنصیب لوگ جو حضور ﷺ کے مناصب کے منکر ہیں؟

سورہ الاحزاب مدنی ہے اس لئے حضور ﷺ کے مناصب کا انکار کرنے والے یہود و منافقین بھی ہیں اور مکہ کے مشرکین بھی۔

چوتھا باب

سورہ یٰسین تا سورہ فتح

حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی

(1) بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں

سورہ......یٰسین......آیات...... 1 تا 6

﴿اردو ترجمہ﴾

''حکمت والے قرآن کی قسم۔ بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے عزت والے مہربان کا اتارا ہوا۔ تا کہ تم اس قوم کو ڈراؤ جس کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے تو وہ بے خبر ہیں''

﴿وضاحتیں﴾

(1) اکثر مفسرین کرام کا خیال ہے کہ یٰس محسن انسانیت۔ سرور دین حضرت محمد ﷺ کا ایک صفاتی نام ہے۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مقدس کی قسم کھائی ہے۔ اللہ رب العزت کا کلام بغیر قسم کے ہی حق وصداقت پر مبنی ہوتا ہے اس میں ہرگز کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔ پھر اپنے جس کلام پر اللہ تعالیٰ قسم اٹھائے اس کی صداقتوں اور عظمتوں کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ جب ہم قسم کھاتے ہیں تو اللہ کو اس واقعہ کا گواہ بنا لیتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مقدس کی قسم کھا کر اس کو رسول اکرم ﷺ کی صداقتوں پر گواہ بنا لیا ہے۔ صرف قرآن کو گواہ نہیں بنایا قرآن حکیم کو گواہ بنایا ہے۔ اس سے حضور ﷺ کی عظمتوں کا اندازا کیا جا سکتا ہے۔

(3) قرآن حکیم کی قسم کھانے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کے بارے میں ارشاد کیا فرمایا؟

فرمایا: "بے شک! آپ رسولوں میں سے ہیں"

قرآن مقدس کو حضور ﷺ کی رسالت پر گواہ لانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح قرآن اللہ کا کلام ہے اسی طرح محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ جس طرح قرآن کی تعلیمات تمام انسانوں کے لئے ہیں اسی طرح حضور ﷺ بھی تمام انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جس طرح قرآنی تعلیمات قیامت تک زندہ و سلامت ہیں اسی طرح حضور ﷺ کی رسالت بھی قیامت تک زندہ وسلامت ہے۔

(4) جس راستہ پر حضور ﷺ موجود ہیں وہی صراط مستقیم ہے۔ حضور ﷺ کے لئے خالق ارض وسمٰوات نے دین اسلام پسند فرمایا اور دین اسلام ہی وہ سیدھا راستہ ہے جس پر چل کر انسانی نسلیں کامیاب و کامران ہوسکتی ہیں۔ یہی وہ راستہ ہے جس میں کوئی کجی نہیں ہے یہ انسان کو سیدھا جنت میں لے جاتا ہے انسان کی سب سے بڑی کامیابی اور کامرانی اس امر میں پوشیدہ ہے کہ اس کی عاقبت سنور جائے اور اس کی ضمانت صرف دین اسلام ہی دے سکتا ہے اس لئے اسے صراط مستقیم قرار دیا گیا۔

(2) حضور ﷺ کو شاعر و مجنون کہنے والوں کے لئے دردناک عذاب

سورہ......صافات آیات......36 تا 38

اردو ترجمہ

"اور کہتے ہیں کیا ہم اپنے خداؤں کو ایک شاعر اور دیوانے کے کہنے پر چھوڑ دیں۔ وہ سچا دین لے کے آئے ہیں اور سارے رسولوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ (اے کافرو) تم ضرور دردناک عذاب چکھو گے"

وضاحتیں

(1) اللہ کے رسول ﷺ تین سال تک دارارقم کو مرکز بنا کر دین کی خفیہ تبلیغ کرتے رہے اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے کھلے عام اللہ کی وحدانیت اور اپنی رسالت کے اعلان کرنے کا حکم جاری فرما دیا۔ حضور ﷺ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان سن کر آبا پرستی کے مارے ہوئے مشرکین مکہ نے حضور ﷺ پر آوازیں کسنے شروع کر دیئے برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور آپ کے دعویٰ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کو صدق دل سے صادق اور امین قرار دیتے تھے اور اعلان توحید سے چند لمحات قبل حضور ان سے اس بات کا اقرار کروا چکے تھے لیکن براہوا نا پرستی اور روایت پرستی کا اعلان توحید سنتے ہی سب کچھ بھول گئے اور آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔

(2) اسلامی تعلیمات کا توڑ کرنے کے لئے ان بدنصیبوں نے کئی پینترے بدلے۔ مختلف اور متعدد حربوں میں سے دو حربے جن کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے وہ یہ ہیں کہ تیرہ باطن آپ کو مجنون اور شاعر قرار دینے لگے۔

(۱) ایک حربہ بدنصیب مشرکین مکہ نے حضور ﷺ کے خلاف یہ اختیار کیا کہ بتوں کی مار پڑنے سے اس کا سر پھر گیا ہے (نعوذ باللہ) کہتے یہ جو باتیں کرتا ہے عقل و

دانش اور ہوش وخرد کی نہیں ہیں بلکہ یہ جنون کا اثر ہے۔ اسی اثر کے تحت اسے فرشتے نظر آتے ہیں اور اسی اثر کے تحت یہ جنت اور دوزخ کی باتیں کرتا ہے۔ بدنصیب اس حقیقت کو بھول بیٹھے کہ پاگلوں کے گرد بھی کبھی لوگ تحریک چلانے کے لئے جمع ہوتے ہیں پاگلوں کے دامن بھی کبھی ہوشمند اور سلیم الفطرت لوگوں نے تھامے ہیں۔ ضماد ازدی کسی قبیلہ کا ایک رئیس تھا۔ وہ ایک مرتبہ مکہ آیا۔ وہ مجنون لوگوں کو دم کیا کرتا تھا۔ مکہ کے احمقوں نے اسے حضور ﷺ کے بارے میں بتایا کہ انہیں آسیب کی تکلیف ہے۔ دورے پڑتے ہیں اور طرح طرح کی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ ایسے مریضوں کے لئے تیرا دم بڑا اکسیر ہے اب تو مکہ آ ہی گیا ہے تو ان کو دم کر اگر وہ تیرے دم سے صحت یاب ہو گئے تو ساری قوم پر تیرا بڑا احسان ہوگا۔ ضماد ازدی نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اگر مجھے موقعہ ملا تو محمد (ﷺ) نامی اس شخص کو ضرور دم کروں گا۔

ایک روز ضماد ازدی (1) نے حضور کو اللہ کے پاک گھر کے پاس بیٹھے دیکھ لیا اور پاس چلا آیا۔ کہنے لگا میں آسیب کا دم کرتا ہوں جس سے لوگوں کو شفا ہو جاتی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کو دم کروں ہو سکتا ہے اس سے آپ کا جنون کا مرض دور ہو جائے۔ حضور ﷺ نے ضماد ازدی کی بات سن کر اللہ کی تعریف فرمائی اپنی رسالت کا ذکر کیا۔ ضماد ان پاکیزہ کلمات کو سن کر بے خود ہو گیا اور کہنے لگا پھر ارشاد فرمائیے۔ حضور نے وہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔ ضماد عرض کرنے لگا میں نے فاتر العقل لوگوں کو بہت دیکھا اور سنا ہے۔ ان کا کلام تو ایسا نہیں ہوتا۔ یہ کلام تو بے حد شریں اور پاکیزہ ہے۔ ہاتھ بڑھائیے تا کہ میں اسے تھام کر اسلام کے دائرہ سلامتی میں داخل ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے ہاتھ بڑھایا اور ضماد ازدی نے دین و دنیا کی تمام نعمتوں سے اپنا دامن بھر لیا۔ ضماد عرض کرنے لگے یہ بیعت

(1) ضیاء النبی ج 2 ص 410 از جناب پیر محمد کرم شاہ صاحب

صرف میری طرف سے نہیں میری قوم کی طرف سے بھی ہے میں واپس جا کر ان کو اسلام کا پاکیزہ دامن تھامنے کی ہدایت کروں گا۔

(ب) نضر بن حارث نے ایک دفعہ قریش کے سرداروں کو جمع کیا اور کہنے لگا: ''تم پر ایسی افتاد آن پڑی ہے کہ تم اب تک اس کا توڑ نہیں لا سکے۔ محمد (ﷺ) تم میں جوان ہوئے وہ جوانی میں سب سے پسندیدہ تھے۔ اب تم کہتے ہو وہ جادوگر ہیں کاہن ہیں۔ کبھی کہتے ہو وہ مجنون ہیں۔ نہیں بخدا وہ پاگل نہیں۔ ہم نے لوگوں کا پاگل پن دیکھا ہے۔ یہاں نہ پاگلوں کی سی گھٹن ہے اور نہ بہکی بہکی باتیں اور نہ پاگلوں جیسی الٹی سیدھی حرکتیں۔ تم لوگ کہتے ہو وہ شاعر ہیں۔ نہیں! بخدا۔ وہ شاعر نہیں۔ ہم نے شعر بھی سنے اور اس کی تمام اصناف سے واقف ہیں۔

(ج) حضور ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات نے جب لوگوں کے دلوں پر قبضہ جمانا شروع کیا تو مشرکین مکہ بوکھلا گئے اور کہنے لگے: ''اجی کیا ہے، بس شاعری ہے۔ الفاظ کا فن ہے۔ ادیبانہ زور ہے۔ محمد (ﷺ) درجہ اول کے فن کار اور لسان خطیب ہیں۔ ان کی شاعری کی وجہ سے کچے ذہن کے لوگ بہک رہے ہیں''۔

قرآن مقدس نے اس سارے مکروہ پروپگنڈے کو چند الفاظ میں رد کر دیا۔ فرمایا:(2) ''وماھو بقول شاعر...... قلیلا ما تومنون'' یہ شاعری نہیں تمہاری بدبختی ہے یہ ہے کہ تم نے غور فکر نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ تم نے ایمان و یقین کے دروازے بند کر رکھے ہیں۔

کاش وہ بدنصیب سوچتے کہ شاعر تو ہمیشہ سے ہر معاشرہ میں موجود رہے ہیں کیا انہوں نے کبھی ایسا انوکھا شاعر دیکھا جو اس بے داغ کردار اور عظیم سیرت کا حامل ہو؟ کیا شاعری کے جادو جگانے والوں نے کبھی ایسے کارنامے انجام دیئے جن کا مشاہدہ وہ حضور ﷺ کے ہاتھوں صبح و شام دیکھا کرتے ہیں؟

---

(2) سورہ النساء آیت 80

(د) ایک دفعہ قریش (3) ولید بن مغیرہ کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے حج کا زمانہ آنے والا ہے۔ محمد (ﷺ) لوگوں کے ساتھ رابطہ کرنے کی کوشش کریں گے ہمیں پہلے ہی اس کا توڑ سوچ لینا چاہئے۔ ولید نے کہا تم تجاویز پیش کرو میں سنوں گا۔ بہتر ہوگا کہ ہم لوگ ایک رائے پر متفق ہو جائیں تا کہ ایک دوسرے کی تردید نہ کرتے پھریں۔ ایک کہنے لگا: ''ہم اسے کاہن مشہور کر دیں گے''۔

ولید کہنے لگا: نہیں! بخدا۔ وہ کاہن نہیں ہے۔ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے۔ اس کے اندر نہ کاہنوں جیسی تک بندی ہے اور نہ ان جیسی گنگناہٹ ہے۔

دوسرا کہنے لگا: ''ہم مشہور کر دیں گے کہ وہ پاگل ہے''۔

ولید کہنے لگا: ''نہیں! وہ پاگل بھی نہیں ہے۔ ہم نے پاگل بھی دیکھے ہیں اور ان کی کیفیت بھی۔ اس میں نہ پاگلوں جیسی الٹی سیدھی حرکتیں ہیں اور نہ بہکی بہکی باتیں۔ ان میں دم گھٹنے کی کیفیت بھی نہیں ہے''

تیسرا کہنے لگا: ''پھر ہم کہہ دیں گے کہ وہ شاعر ہے''۔

ولید کہنے لگا: ''وہ شاعر بھی نہیں۔ ہم شاعری کی تمام اصناف سخن سے واقف ہیں۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں اسے شعر قرار نہیں دیا جا سکتا۔

لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا: ''ولید! پھر تم ہی بتاؤ کہ ہم اس کے بارے میں کیا مشہور کریں۔

ولید نے کہا: تم ان کے بارے میں کہہ دینا کہ جادوگر ہیں۔ ان کے جادو نے باپ، بیٹے۔ میاں بیوی۔ اور بھائی بھائی میں جدائی ڈال دی ہے۔

(3) رسول اکرم ﷺ حق لے کر آئے ہیں۔ حق سے یہاں دین اسلام مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو پسندیدہ دین قرار دیا ہے۔ حق سے مراد قرآن بھی ہے جو دین اسلام میں ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔

---

(3) سیرت ابن ہشام ج 1 ص 283,284

(4) تعلیمات اسلامی کا ایک اہم عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء سچے ہیں۔کوئی انسان اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ تمام انبیاپر ایمان نہ لائے۔

(5) آیت نمبر 38 میں فرمایا کہ کفار جو اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں لاتے ان کو مجنون اور شاعر قرار دے کر ان کی تعلیمات کی نفی کرتے ہیں دردناک عذاب کے لئے تیار رہیں۔ وہ ضرور اس عذاب کو چکھیں گے۔ ظالم و جابر کفار و مشرکین مکہ کے لئے جہنم کا عذاب جو دردناک ہے وہ تو تیار ہے۔جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے ان کے غلیظ اذہان کو جلانے کے لئے بیتاب ہیں۔جہنم میں ان کی مہمانی کے لئے زقوم کا پیڑ جہنم میں اگایا جارہا ہے۔جہنم کے دردناک عذابوں کے علاوہ وہ بدنصیب دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوکر رہے۔

(ا) ابولہب بدنصیب جو چچا بھی تھا اور قریب ترین پڑوسی بھی طاعون سے مرگیا۔اس کا جسم زخموں سے گل سڑ گیا۔ بدبو اور تعفن اس کے جسم کے قریب پھٹکنے نہ دیتے تھے۔آخر اس کے ورثاء نے مزدوروں کے ذریعے گڑھے میں دفن کروادیا۔

(ب) ابوجہل جو حضور ﷺ اور اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ بدر کے میدان میں دو نوجوان مجاہدین معاذ اور معوذ کے ہاتھوں مارا گیا۔اس تیرہ باطن کی لاش کو دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہ میری قوم کا فرعون ہے''۔

(ج) امیہ بن خلف بڑا ظالم تھا۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کے غلام تھے اور وہ ظالم ان پر بے پناہ مظالم ڈھایا کرتا تھا۔اللہ کی شان میدان بدر میں وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ (4) ہی کے ہاتھوں ذلت کی موت مارا گیا۔

(د) ابی بن خلف بڑا گستاخ تھا۔اس نے ایک طاقتور گھوڑا پال رکھا تھا۔بدنصیب کہا کرتا تھا میں اس گھوڑے پر سوار ہوکر محمد (ﷺ) کو قتل کروں گا۔حضور ﷺ نے ایک موقعہ پر فرمایا وہ نہیں میں اسے قتل کروں گا۔ جنگ احد میں وہ بدنصیب گھوڑا دوڑاتا ہوا حضور کی طرف بڑھا۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے چاہا کہ حضور کا دفاع کریں لیکن حضور ﷺ نے سب کو منع کردیا اور جب ابی بن خلف قریب آیا تو چھوٹے

---

(4) زادالمعاد ج2 ص89

نیزے سے اس کی گردن پر وار کیا جس سے اسے معمولی سی خراش آئی لیکن اس پر ہزاروں قیامتیں ٹوٹ پڑیں گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنے ساتھیوں کی طرف گیا۔ چیختا چلاتا جاتا تھا۔ جب مشرکین نے دیکھا کہ اس کی گردن پر ایک معمولی خراش کے علاوہ کوئی زخم نہیں تو اس کا حوصلہ بڑھانے لگے لیکن وہ ایک ہی بات کی رٹ لگائے جارہا تھا۔ میں مرگیا اور واقعی وہ اس زخم سے واصل جہنم ہوگیا۔ (5)

(د) غزوہ بدر کے قیدیوں میں نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط شامل تھے۔ یہ دونو بدکردار بڑے مجرم تھے۔ نضر بن حارث بدبخت کہا کرتا تھا کہ قرآن تو بس قصے کہانیوں کی ایک کتاب ہے وہ ایران سے رستم واسفندیار کے قصوں کی کتابیں لے آیا تھا اور حضور ﷺ کے مقابلہ میں محفل جما کر قصے سنایا کرتا تھا۔ حضور ﷺ کے حکم سے وادی (6) صفراء میں اس کو قتل کردیا گیا۔ عقبہ بن ابی محیط حضور کا قریب ترین پڑوسی تھا۔ یہ شخص اسلام کا سخت مخالف تھا اور سید عالم ﷺ کو طرح طرح سے ایذائیں پہنچایا کرتا تھا۔ یہی بدنصیب تھا جس نے نماز کی حالت میں آپ کے کندھوں پر اونٹ کی گندی اوجھڑی ڈال دی تھی اور حضور کی گردن میں چادر کے بل دے کر قتل کرنا چاہا تھا اسلامی فاتح لشکر جب عرق الظبیہ (7) کے مقام پر پہنچا تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

قرآن مقدس کے فرمان کے مطابق بدنصیبوں نے اس دنیا میں بھی عذاب پائے لیکن دردناک عذاب (8) تو ان کے لئے جہنم میں تیار ہیں۔

---

(5) دلائل النبوۃ للبیہقی ج3 ص385

(6) الرحیق المختوم (صفی مبارک پوری) ص374

(7) الرحیق المختوم (صفی مبارک پوری) ص374

(8) سورہ الطور آیات مقدسہ 29 تا 31 میں بھی کفار کے ان جھوٹے دعووں کا ذکر موجود ہے جن میں وہ بدنصیب حضور ﷺ کو کاہن، مجنون اور شاعر قرار دیتے تھے اللہ تبارک نے حضور ﷺ کی حوصلہ افزائی کی اور فرمایا کہ آپ نہ شاعر ہیں اور نہ مجنون۔ یہ ان کے جھوٹے اور باغیانہ دعوے ہیں اور ان کا نتیجہ وہ جلد دیکھنے والے ہیں۔ گردش زمانہ ان کو جلد گھیرنے والی ہے۔ بس آپ ان کو فرمادیجئے کہ انتظار کرو کہ خالق کائنات کی قدرت کاملہ سے کیا ظہور میں آتا ہے؟ میں بھی انتظار کررہا ہوں۔

(3) حضور ﷺ کے لئے استقامت کا حکم

سورہ......اشوریٰ......آیت......15

اردو ترجمہ

''پس آپ اس دین کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیں۔اور جس طرح حکم دیا گیا ہے ثابت قدم رہیں۔اوران کی خواہشات کو نہ مانیں اور کہہ دیجیئے میں ایمان لایا اس پر جو کتاب اللہ نے اتاری ہے۔اور مجھے حکم ہے کہ تم میں انصاف کروں۔ اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ۔ہم میں اور تم میں کوئی حجت نہیں۔اللہ ہم سب کو جمع کرے گا۔اور اسی طرف پھرنا ہے۔''

وضاحتیں

یہ آیت کریمہ تعلیمات قرآنی کا ایک چارٹر ہے۔اس میں دس کلمات ہیں۔ ہر کلمہ میں خالق ارض وسمٰوات نے ایک جامع حکم جاری فرمایا ہے۔ان کلمات کے جامعیت کا یہ عالم ہے کہ اگر سیاق وسباق سے الگ کر کے بھی ان کو دیکھا جائے تو ان میں سے ہر ایک میں ایک مستقل حکم ہے اوران کی افادیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔بعض مفسرین نے اس آیت کی اہمیت اور جامعیت کا ذکر کرتے ہوئے اسے آیت الکرسی کی نظیر بتایا ہے۔اس میں بھی دس احکام ہیں۔

(1) حضور ﷺ کو فرمایا جارہا ہے کہ لوگوں کو دین حق کی طرف دعوت دیتے رہیں تا کہ لوگ انتشار کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہونے سے بچ جائیں۔دنیا میں پھیلے ہوئے انتشار اور باہمی حسد وعناد کا حل صرف اور صرف اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہے۔یہ تعلیمات کسی خاص ملک،قوم یا نسل کے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ شرق وغرب

میں بسنے والے تمام انسانوں کے لئے ہیں۔فیض کا چشمہ جاری کر دیجئے تا کہ لوگ اس کی دلاویزی سے متاثر ہو کر اسے قبول کریں اور ان کی عاقبت سنور جائے۔

(2) دعوت حق پیش کرنے والوں کو مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ان کے عزائم پختہ ہوں تا کہ وہ آلام و مصائب میں ثابت قدم رہیں۔شاعر نے کہا ہے:

عزائم جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
ہلاکت خیز طوفانوں سے گھبرایا نہیں کرتے

رب ارض سمٰوات کے استقامت کے اس ارشاد گرامی کی جلالت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورہ ھود وغیرہ دوسری سورتوں میں جو مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس طرح استقامت کا مظاہرہ کروں جس طرح مجھے حکم دیا گیا ہے نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے سیرت مقدسہ اس امر پر شاہد ہے کہ حضور ﷺ نے اس فرمان خداوندی پر عمل کرنے کا حق ادا کر دیا۔طوالت کے خوف سے یہاں صرف ایک واقعہ پیش کروں گا۔مشرکین مکہ نے حضور ﷺ کے خلاف معاشی و معاشرتی مقاطعہ کا اعلان کر دیا۔آپ اپنے عظیم اور مقدس خانوادہ کے ساتھ عملی طور پر شعب ابی طالب میں محصور ہو کر رہ گئے۔تشنگی اور گرسنگی کے شدائد کو نہ صرف خود برداشت کیا بلکہ اپنے معصوم بچوں اور عمر رسیدہ بزرگوں کو بھوک کی ہلاکت خیزیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن پائے استقامت میں ذرا بھر لغزش نہ آئی۔موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنے دین اور مسلک پر کاربند رہنے کا اعلان کیا۔

(3) تیسرا فرمان یہ جاری کیا کہ نفس کے پجاریوں کے مفادات پر جب زد پڑے گی تو وہ ہزار طرح کی فتنہ سامانیوں اور فریب کاریوں کا مظاہرہ کر کے اپنے مفادات کے لئے تحفظ چاہیں گے۔''وہ کچھ لو اور کچھ دو'' کا فارمولہ لے کر آئیں گے۔ان کی سفلی خواہشات

کو ٹھکرا دینا آپ کا کام ہے۔ حق و باطل میں نہ باہمی سودا بازی ہوسکتی ہے اور نہ ملاپ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مشرکین مکہ نے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے دنیا کو اپنی بھر پور جمال آرائیوں اور حسن سامانیوں کے ساتھ حضور کے قدموں میں ڈالنے کی ایک بار نہیں بار بار پیشکش کی لیکن حضور نے فرمایا اگر تم میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند لا کر رکھ دو اور چاہو کہ میں ان جھوٹے خداؤں کی تحقیر و تکفیر سے دست کش ہو کر تمہاری خواہشات کو پورا کردوں تو خدا کی قسم ہرگز ایسا نہ ہوسکے گا۔

(4) فرمایا: پیارے محبوب حق جہاں بھی ہو جس حالت میں بھی ہو اس کی تصدیق آپ کے فرائض میں شامل ہیں۔ تورات۔ زبور انجیل اور تمام صحائف جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں ان کو اللہ کا کلام ماننا آپ کے لئے ضروری ہے۔

(5) حضورعلیہ السلام کی بعثت کا ایک مقصد دنیا میں عدل قائم کرنا بیان کیا جا رہا ہے عدل قائم کرنے کے لئے ضروری تھا کہ آپ ہر قسم کے ظلم و ستم کا خاتمہ کر دیں۔ تمام باطل امتیازات کو مٹا کر رکھ دیں۔ ہر شعبۂ زیست میں عدل و مساوات پر مبنی ایک صاف اور بے داغ نظام رائج کر دیں۔ بڑے چھوٹے۔ کالے، گورے عربی عجمی کا کوئی امتیاز باقی نہ رہے۔ لاٹھی والا بھینس کا مالک قرار نہ پائے بلکہ بھینس کا مالک وہ شخص قرار پائے جس نے اسے خریدا ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا تو چشم زمانہ نے دیکھا کہ محسن انسانیت۔ سرور دیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا معاشرہ ترتیب دیا جہاں خون کے پیاسوں کے ساتھ بھی عدل و مساوات کے تقاضوں کو پورا کیا جانے لگا اور عزیز و اقارب کو کسی قسم کی بے جا رعائت نہ دی گئی۔ ''مشتے از خروارے'' کی مصداق چند حقائق ملاحظہ فرمائیے۔

(1) ایک معزز خاندان سے تعلق رکھنے والی فاطمہ نامی خاتون نے چوری کا ارتکاب کیا۔ صحابہ کرامؓ ایک معزز خاندان کو رسوائی سے بچانا چاہتے تھے کسی کو سفارش کی جرأت نہ تھی۔ آخر حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سفارشی بنا کر حضورعلیہ السلام کی خدمت

میں بھیجا۔ آپ نے نہ صرف یہ کہ سفارش قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اس فاطمہ کے بجائے اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی جرم کا ارتکاب کرتی تو عدل وانصاف کے تقاضے ضرور پورے کئے جاتے۔

(ب) غزوۂ بدر کے لئے حضور ﷺ اپنے غلاموں کی صف بندی کر رہے تھے کہ ایک صحابی حضرت سواد بن غزیہ کو صف سے قدرے آگے نکلے ہوئے پایا تو ہاتھ میں پکڑے ہوئے تیر سے ان کو کچوکا دے کر پیچھے ہٹنے کو کہا۔ وہ کہنے لگے حضور آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ حضور ﷺ نے وہ تیر حضرت سواد کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے فرمایا ''اے سواد! آؤ بدلہ لے لو۔''

حضور ﷺ سپہ سالار بھی تھے سربراہ مملکت بھی۔ میدان جنگ میں کسی سپاہی کا اپنے کمانڈر سے اس طرح کا مطالبہ کرنا کسی ملک کے قانون میں قابل معافی نہیں۔ فوراً کورٹ مارشل کرنے کا حکم دے دیا جاتا ہے۔ عدل وانصاف کے علمبردار سپہ سالار اور سربراہ مملکت مدینہ منورہ چونکہ اللہ کے نبی بھی تھے اس لئے کورٹ مارشل کا حکم نہیں دیا بلکہ اجازت دی کہ ایک سپاہی اپنے سپہ سالار اور سربراہ مملکت سے بدلہ لے لے۔ یہ الگ بات ہے کہ حضرت سواد اس حیلہ سے حضور ﷺ کے جسم کی ساتھ اپنے جسم کو مس کرنا چاہتے تھے۔

(ج) حضور ﷺ خود تو عادل ومنصف تھے ہی آپ کے متبعین نے دنیا کے سامنے عدل وانصاف کے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے جن کی تب وتاب میں آج تک کمی واقع نہیں ہوئی۔ حضرت عمر ابن خطاب خلیفہ ثانی کو زمانے کی نگاہوں نے دیکھا کہ کوڑا ہاتھ میں لئے اپنے بیٹے کو سزا دے رہے ہیں۔ یہ ایک واشگاف حقیقت ہے کہ فاروق اعظمؓ کا بیٹا کوڑے کھاتے کھاتے ان کے سامنے دم توڑ گیا۔ فاروق اعظمؓ کے دور خلافت کا ہی ایک اور منظر ملاحظہ فرمایئے۔ قاضی کی عدالت لگی ہوئی ہے۔ ایک مقدمہ زیر سماعت ہے۔ مدعی اور مدعا علیہ سامنے

کھڑے ہیں مدعی ایک صحابی ابی بن کعب اور مدعا علیہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم ہیں۔

(6) اللہ تعالیٰ ہمارا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی۔ ہم اسی کے حضور سر عبودیت خم کرتے ہیں۔ دست طلب اسی کے سامنے دراز کرتے ہیں۔ اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کو کارساز حقیقی مانتے ہیں اور ایسا کیوں نہ کریں! وہی رزق دیتا ہے۔ وہی عزت دیتا ہے۔ زندگی اس کے اختیار میں ہے موت کا وہ مالک ہے پھر کسی غیر کے سامنے سر تسلیم خم کیوں کریں۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
بادشاہ ہے اک وہی باقی بتان آذری

اے لوگو! تم بھی اپنے خالق و مالک کے سامنے سر نیاز خم کر دو۔ ادھر ادھر نہ بھٹکتے پھرو۔ جب تم ایک مرتبہ اس کے حضور سر خم کر دو گے تو وہ تمہیں استغنا کے اس اعلیٰ مقام پر فائز کر دے گا کہ تمہاری غیرت ایمانی یہ گوارا ہی نہیں کرے گی کہ تمہارا سر کسی دوسرے کے سامنے خم ہو۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

(7) فرمایا: ان کو بتا دیجئے کہ ہر فرد کو اس کے نیک و بد اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا۔ جو نیک اعمال کرے گا وہ اپنے اعمال کا صلہ خود پائے گا جو بُرے اعمال کا ارتکاب کرے گا ان کی سزا بھی اس کو ہی ملے گی۔ ایسا نہیں ہوگا کہ نیکی تو تم کرو اور اس کا صلہ کسی دوسرے کو مل جائے بُرے اعمال تم کرو اور اس کی سزا کوئی دوسرا پا جائے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اعمال صالح میں سستی نہ کرو اور ارتکاب جرم میں جلدی نہ کرو۔

(8) حق نکھر کر سامنے آ گیا ہے۔ مشکوک و شبہات کی جڑیں کٹ گئی ہیں۔ صراط مستقیم

تمہارے سامنے موجود ہے۔حق و باطل میں تفریق ہو چکی ہے۔اس کے باوجود اگر تم راہ راست اختیار نہ کرو۔قوی دلائل کو ٹھکرا کر باطل کے ساتھ چمٹے رہو تو ہم تمہارے ساتھ بحث و تکرار نہیں کریں گے۔

(9) فرمایا: ان کو بتا دو کہ اللہ نے سب کو ایک روز جمع کرنا ہے مراد اس سے یوم محشر ہے۔تمام مخلوقات کو جمع کر کے اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے اعمال کے بارے میں باز پرس کرے گا۔جن لوگوں کو آج باوجود روشن اور صاف ہونے کے سیدھا راستہ نظر نہیں آ رہا اس روز ان کو معلوم ہو جائے گا کہ حق و صداقت کا دامن کس نے تھام رکھا تھا اور ضلالت و گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں کون بھٹک رہا تھا۔اس روز اللہ کے حضور گڑگڑائیں گے کہ ہمیں حق و صداقت کی پہچان ہو گئی ہے۔ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تا کہ ہم نیک اعمال اختیار کریں لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہ ہو گی اور بدنصیبوں کو بتا دیا جائے گا کہ دارالعمل اپنے انجام کو پہنچا۔دارالجزا شروع ہو چکا ہے۔اب تو لوگوں کو اپنے اچھے یا برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

10 آخر میں بتا دیا کہ سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔کسی کے لئے فرار کا کوئی راستہ کھلا نہ ہو گا۔جو خوشی سے نہ جائے گا ہانک کر میدان محشر میں لے جایا جائے گا۔

(4) حضور ﷺ پر جنوں کا ایمان لانا

سورہ......الاحقاف......آیات......29 تا

﴿اردو ترجمہ﴾

''اور جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے۔ کان لگا کر قرآن سنتے۔ پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو۔ پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے۔''

﴿وضاحتیں﴾

(1) انسانوں کے ساتھ ساتھ جنات بھی ہمارے آقا سید عالم ﷺ کی امت دعوت میں شامل ہیں۔

(2) اس آیت مبارکہ میں اس کا ثبوت پیش کیا جا رہا ہے۔

(3) حضور ﷺ طائف سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ وادیٔ نخلہ (1) میں قیام فرمایا۔

(4) فجر یا عشا کی نماز میں آپ قرآن مقدس تلاوت فرما رہے تھے کہ وہاں سے گذرتے ہوئے جنوں کے ایک گروہ نے قرآن مقدس سنا۔ کلام اللہ تبارک وتعالیٰ کا اور زبان اللہ کے رسول ﷺ کی۔ اثر کیوں نہ ہوتا۔ وہ یہ اثر انگیز کلام سن کر رک گئے۔ وہ کلام سن بھی رہے تھے اور ایک دوسرے کو خاموش رہنے کی تلقین بھی کرتے جاتے تھے۔ پس انہوں نے خوب غور اور توجہ سے کلام سنا۔ اللہ کا کلام سن کر ان کے دل کی دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا۔ انہوں نے اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو سچے دل سے قبول کر لیا۔ وہ مسلمان ہو گئے اور بجائے حضور ﷺ کے سامنے ظاہر ہونے کے اپنی قوم کے پاس چلے گئے۔ وہ اسلام کے مبلغ اور داعی بن کر اپنی قوم کے پاس پہنچے۔ قوم کو تفصیلات سے آگاہ کیا کہ کس طرح انہوں نے سفر کے دوران اللہ کا کلام سنا اور ان کے دل کی دنیا بدل گئی اور انہوں نے اسلام

---

(1) ضیاء القرآن ج 4 ص

قبول کرلیا۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے آج جس کتاب کا کلام سنا ہے وہ موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے اور پہلے انبیاء کی تصدیق کرتی ہے۔

(5) سورہ جن پارہ 29 میں بھی یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس سورہ میں ایمان لانے والے جنوں نے اپنے ایمان کے اعلان کے ساتھ اپنی قوم کو جو تعلیمات دیں ان کو بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے اپنی قوم کو بتایا۔

(ا) انہوں نے اپنی قوم کو بتایا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو اپنی فصاحت و بلاغت میں کمال کے درجہ کو پہنچا ہوا ہے اور مضامین و علوم معنی میں ایسا نادر ہے کہ مخلوق کا کوئی کلام اس سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔

(ب) ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں اور اب ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ گردانیں گے۔

(ج) ہم اللہ تعالیٰ پر اپنی جہالت کی وجہ سے بڑھ بڑھ کر باتیں بنایا کرتے تھے حقیقت یہ ہے کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے۔ نہ اس کی کوئی زوجہ ہے اور نہ اولاد۔

(د) آدمیوں میں سے کچھ لوگ جنوں کی پناہ لیتے تھے جس سے جنوں میں اور زیادہ تکبر پیدا ہوتا تھا۔

(ر) جنوں کو بھی انسانوں کی طرح یہ گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ اب کوئی رسول نہ بھیجے گا۔

(س) پہلے ہم آسمان دنیا تک پرواز کر کے جایا کرتے تھے لیکن اب ہمارے لئے یہ راستے روک دیئے گئے ہیں۔ اگر کوئی آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو آگ کا انگارہ اس کے پیچھے لپکتا ہے۔

(ص) ہم میں نیک اور بد دونوں طرح کے جن موجود ہیں۔

(ط) اب ہمیں کامل یقین ہو چکا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قابو میں ہیں اور کسی بھی صورت میں اس سے باہر نہیں ہو سکتے۔ ہم نے قرآن سنا ہے اور ایمان لے آئے ہیں۔

(6) یہ جن تعداد میں (2) نو تھے جنہوں نے وادئ نخلہ میں حضور سے قرآن مقدس سنا تھااوران کاتعلق شہر نصیبین (3) سے تھا۔

(7) ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں اور ہجرت کے بعد جنات کی حاضری کا سلسلہ جاری رہا۔ مکہ مکرمہ میں اب بھی ایک مسجد موجود ہے جس کا نام ''مسجد جن'' ہے۔ غالباً یہ مسجد اس مقام پر تعمیر کی گئی ہے جہاں حضور جنات کو تعلیم دینے کے لئے جایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کے پاکیزہ زمانہ میں یہ مقام یقیناً آبادی سے کافی دور ہوگا جہاں اب مسجد جن موجود ہے۔ احادیث سے بھی یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ جنات حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھا۔ چند واقعات ملاحظہ فرمایئے۔

(ا) حضور ﷺ رات بھر گھر سے غائب رہے: (4)

حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قیام مکہ کے دوران حضور ﷺ رات بھر مکہ مکرمہ سے غائب رہے اہل بیت اور صحابہ کرام رات بھر بے حد پریشان رہے۔ بار بار یہ خیال آتا کہ کفار نے کوئی زیادتی نہ کی ہو۔ رات اسی پریشانی میں گذر گئی۔ صبح ہوئی تو اللہ کے رسول ﷺ غار حرا کی طرف سے تشریف لاتے نظر آئے۔ صحابہؓ نے جب رات بھر غائب رہنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا ایک جن مجھے بلانے آیا تھا۔ میں اس کے ساتھ گیا اور جنوں کو قرآن سنایا۔

(ب) حضور ﷺ نے جنوں کے ایک مقدمہ کا فیصلہ (5) سنایا

ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن مسعود کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ کے ایک مقام حجون پر تشریف لے گئے اور وہاں جنوں کے ایک مقدمہ کا فیصلہ سنایا۔

---

(2) مدارج النبوت ج 2 ص 74   (3) تفسیر مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی

(4) ترمذی شریف۔ ابوداؤد   (5) ابن جریر

(ج) سواد بن قارب کا ایمان لانا (6)

حضرت براء بن عازب کا قول ہے کہ ایک دن امیر المؤمنین حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استفسار فرمایا کہ سواد بن قارب کون ہے؟ وہاں ایسا کوئی آدمی نہ تھا جو سواد بن قارب ہونے کا دعویٰ کرتا۔ ایک سال گذر گیا۔ ایک روز پھر فاروق اعظم نے وہی سوال کیا کہ سواد بن قارب کون ہے؟

کوئی جواب نہ پا کر امیر المومنین نے فرمایا سواد بن قارب کے ایمان لانے کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ وہاں سواد بن قارب خود پہنچ گئے۔ جب امیر المؤمنین کو پتہ چلا کہ یہ سواد بن قارب ہیں تو فرمایا اپنے ایمان لانے کا وقعہ بیان کرو۔

سواد بن قارب کہنے لگے: "اے امیر المؤمنین ہند میں ایک جن میرا تابع تھا۔ ایک رات اس نے مجھے بیدار کیا اور کہنے لگا میری بات توجہ سے سنو۔ قبیلہ لوی بن غالب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک نبی مبعوث فرمایا ہے جلدی وہاں پہنچو اور اس کا دین قبول کرلو۔ تین رات مسلسل یہی واقعہ رونما ہوتا رہا۔ واقعہ کے تکرار سے میرے دل میں اس دین کی محبت پیدا ہوگئی اور میں مکہ مکرمہ چلا گیا۔ جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کو لوگوں کے حلقہ میں تشریف فرما پایا۔ حضور ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا:

"مرحبا۔ اے سواد بن قارب! میں اس کو بھی جانتا ہوں جو تجھے یہاں لایا ہے"

میں حضور ﷺ پر ایمان لے آیا اور کچھ اشعار بھی حضور کی شان میں کہے۔

(د) جنات کے ذریعے حضور ﷺ کی بعثت کی خبر (7)

بنو تمیم کے رافع بن عمیر کے ایمان لانے کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وہ سفر کر رہے تھے کہ انکو عالج کے ریگستان سے گزرنا پڑا جب وہ تھک کر ایک جگہ

(6) ضیاء القرآن ج 4 ص

(7) ابلیس کی فریب کاریاں بحوالہ تفسیر مظہری

ستانے کے لئے رک گئے۔ اونٹنی کو بٹھا کر اترے اور سونے سے قبل جہالت کے دستور کے مطابق وادی کے سردار کی پناہ طلب کی۔ اس طرح جنوں کے شر سے خود کو محفوظ سمجھ کر سو گئے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص ان کی اونٹنی کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ گھبرا کر نیند سے بیدار ہو گئے۔ ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ پھر سو گئے۔ پھر وہی خواب دیکھا۔ اس طرح انہوں نے تین مرتبہ یہ خواب دیکھا۔ تیسری مرتبہ اٹھے تو دیکھا کہ واقعی کوئی شخص ان کی اونٹنی کو ذبح کرنے کے درپے ہے جبکہ ایک پیر مرد اس کا ہاتھ پکڑے کھڑا ہے اور اسے روک رہا ہے اسی وقت وہاں تین موٹے تازے جنگلی بیل بھاگتے ہوئے نمودار ہوئے پیر مرد نے کہا اس شخص کی اونٹنی چھوڑ دو اور اس کے بدلے ان میں سے ایک بیل پکڑ لو۔ پھر اس پیر مرد نے رافع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''اگر آئندہ کبھی خوفناک سفر کے دوران کسی کی پناہ کی ضرورت محسوس کرو تو محمد ﷺ کے پروردگار کی پناہ طلب کیا کرو۔

رافع نے پوچھا: ''محمد (ﷺ) کون ہیں؟

پیر مرد کہنے لگا: ''نبی عربی ہیں۔ نہ ان کا تعلق شرق سے ہے نہ غرب سے''

رافع نے پوچھا: ''وہ کہاں رہتے ہیں؟''

پیر مرد نے کہا: ''وہ یثرب میں رہتے ہیں جہاں کھجوروں کے نخلستان کثرت سے ہیں''

صبح ہوئی تو رافع نے اپنا رخ مدینہ منورہ کی طرف کر لیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کو دیکھ کر ان پر گذرنے والے تمام واقعات بیان کر دیئے جن کو سن کر وہ فوراً صدق دل سے ایمان لے آئے اور اسلام کے دائرہ سلامتی میں داخل ہو گئے۔

(8) یہ جن پہلے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے۔

(5) حضور علیہ وسلم کے لئے فتح مبین کا وعدہ

سورہ……الفتح……آیات……1 تا 3

﴿اردو ترجمہ﴾

"بے شک ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا (1) فرمائی۔ تاکہ اللہ تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دے (ترجمہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان) تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے الزام دور کر دے جو ہجرت سے پہلے لگائے اور جو ہجرت کے بعد لگائے گئے (ترجمہ پیر محمد کرم شاہ صاحب) اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے اور اللہ تعالیٰ تمہاری زبردست مدد فرمائے گا۔"

---

(1) صلح حدیبیہ کو جب فتح مبین قرار دیا گیا تو لوگ حیران ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ وسلم سے دریافت کیا: "یارسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟" حضور علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں!" (ابن جریر) ایک اور صحابی حاضر ہوئے اور یہی سوال دریافت کیا۔ حضور علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے یقیناً یہ فتح ہے۔ (مسند احمد۔ ابوداؤد)

مدینہ پہنچ کر پھر یہی بات کہی گئی کہ یہ کیسی فتح ہے! ہم بیت اللہ جانے سے روک دیئے گئے۔ قربانی کے اونٹ بھی آگے نہ جا سکے۔ رسول اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ میں ہی رک جانا پڑا اور اس صلح کی بدولت ہمارے دو بھائیوں ابوجندل اور ابوبصیر کو ظالموں کے سپرد کر دیا گیا۔

جب یہ بات اللہ کے رسول علیہ وسلم نے سنی تو فرمایا: "بڑی غلط بات کہی گئی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ بہت بڑی فتح ہے تم مشرکوں کے عین گھر پر پہنچ گئے اور انہوں نے آئندہ سال عمرہ کرنے کی اجازت دے کر تمہیں واپس جانے پر راضی کیا۔ انہوں نے خود جنگ بند کر دینے اور صلح کر لینے کی خواہش کی حالانکہ ان کے دلوں میں تمہارے لئے جیسا کچھ بغض ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ نے تم کو ان پر غلبہ عطا کر دیا ہے۔ کیا وہ دن بھول گئے جب تم احد میں بھاگے جا رہے تھے اور میں تمہیں پیچھے سے پکار رہا تھا؟ کیا وہ دن بھول گئے جب جنگ احزاب میں ہر طرف سے دشمن چڑھ آئے تھے اور کلیجے منہ کو آ رہے تھے؟ (روایت عروہ بن زبیر۔ بیہقی) تھوڑی مدد کے بعد ہی اس صلح کا فتح ہونا بالکل عیاں ہوتا چلا گیا اور ہر خاص و عام پر یہ بات پوری طرح کھل گئی کہ فی الواقع اسلام کی فتح کا آغاز صلح حدیبیہ سے ہی ہوا تھا۔

﴿وضاحتیں﴾

(1) یہاں جس شاندار فتح کا تذکرہ فرمایا گیا ہے اس کے بارے میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں مثلاً

اس سے مراد ہے فتح مکہ ہے۔ (2) اس سے مراد فتح خیبر ہے۔ اس سے مراد صلح حدیبیہ (3) ہے۔ جو مفسرین اس سے مراد صلح حدیبیہ لیتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ صلح حدیبیہ ہی فتح مکہ کا پیش خیمہ تھی۔ اس موقعہ پر حضور ﷺ کے ساتھ صرف چودہ سو صحابہ تھے صلح کے بعد ایسے حالات پیدا ہوئے کہ صرف دو سال کے عرصہ میں حضور ﷺ دس ہزار صحابہ کے ساتھ مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوئے اور قریش کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔

(2) دوسری آیت کے پہلے حصہ کے بارے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ انبیاء گناہ سے (4) پاک ہوتے ہیں اور امام الانبیاء تو بدرجہ اولیٰ معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں۔ اس لئے آیت کے اس حصہ کا مفہوم ہرگز یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کے اگلے، پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے گئے'' کیونکہ اگر یہ معنی لئے جائیں تو یہ بات تو قبول کرلی کہ حضور ﷺ سے گناہوں کا صدور پہلے بھی ہوتا رہا اور بعد میں بھی (العیاذ باللہ)۔ مختلف مفسرین نے یہاں جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ قارئین کے مطالعہ کے لئے پیش کیئے جارہے ہیں۔

(ا) اسلام کی (5) سربلندی اور سرفرازی کے لئے کام کرتے ہوئے جو خامیاں مجموعی طور پر سعی وجہد میں رہ گئی تھیں ان کو معاف کردیا گیا۔ کسی مقصد کے حصول کے لئے ایک جماعت کام کررہی ہو تو اس کی خامیوں کے لئے اس جماعت کے قائد کو ہی مخاطب کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ یہ قائد کی ذاتی خامیاں ہیں۔

---

(2) حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت جابر بن عبداللہ۔

(3) بخاری۔ مسلم۔ ابن جریر وغیرہ

(4) اس عقیدہ پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

(5) تفہیم القرآن

(ب) یہاں ''ذنب'' سے مراد خلاف اولیٰ ہے۔

(ج) ''غفر'' کے معنی ''معاف کرنا'' نہیں بلکہ ''بچالینے'' اور ''محفوظ کر لینے'' کے ہیں۔اس حساب سے آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ حضور علیہ ﷺ کو پہلے اور پچھلے ہر وقت گناہوں سے محفوظ رکھا گیا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی فراہم کردہ اس خصوصی حفاظت کی وجہ سے نہ آپ سے پہلے کوئی گناہ سرزد ہوا اور نہ کبھی آئندہ کوئی گناہ سرزد ہوگا۔

(د) لفظ ''ذنب'' کے معنی ''اِلزام'' کے ہیں۔اس لحاظ سے آیت مذکور کے مفہوم کو یوں بیان کیا جائے گا۔

جو الزامات آپ پر ہجرت سے قبل عائد کئے گئے اور جو الزامات ہجرت کے بعد لگائے گئے اس فتح مبین سے وہ تمام کالعدم ہو گئے ہیں۔یہ مفہوم دور حاضر کے عظیم مفسر پیر محمد کرم شاہ صاحب نے ضیاء القرآن میں بیان فرمایا ہے ان کے اپنے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

''اے حبیب! جو الزامات کفار آپ پر ہجرت سے پہلے عائد کیا کرتے تھے اور جو الزامات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں اس فتح مبین سے وہ سارے کے سارے نیست و نابود ہو جائیں گے اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا''۔

(3) نعمت کی تکمیل سے مراد تمام دنیاوی واخروی نعمتیں ہیں۔فتح مبین سے مسلمانوں کو چین اور سکون کی دولت نصیب ہوئی۔مدینہ منورہ ہر بیرونی مداخلت اور مزاحمت سے محفوظ ہو گیا۔اسلام کی عظمت کی داستانیں ملک عرب کی حدود سے نکل کر ایران۔روم اور شام کے علاقوں میں بیان کی جانے لگیں اسلام کے غلبہ کو دشمنوں نے بھی تسلیم کر لیا۔مسلمانوں کو قدرت نصیب ہوئی کہ وہ بلا خوف وخطر اللہ کا کلمہ بلند کر سکیں۔کفر وفسق کا غلبہ جو دین حق کی تبلیغ اور رب ذوالجلال کی بندگی میں مانع تھا کمزور پڑ گیا۔کفر وشرک کا غلبہ فتنہ ہے اور اس فتنہ کا مٹ جانا اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

(4) دوسری آیت کے آخری حصہ میں فرمایا ''اور تمہیں سیدھا راستہ دکھائے'' یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ وہ اپنے انبیاء کو ہمیشہ صراط مستقیم پر قائم رکھتا ہے۔رسالت کے فرائض کی انجام دہی اور احکام شریعت کی بجا آوری بہت مشکل کام ہے۔

اس میں ذرا بھر کمی یا بیشی سنگین نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ خاص طور پر اس موقعہ پر اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حدیبیہ کے مقام پر کفار کے ساتھ جو جھگڑا پیدا ہو گیا تھا اور جنگ کے بادل منڈلانا شروع ہو گئے تھے اس جھگڑا کو چکانے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو سیدھا راستہ دکھایا اور وہ سیدھا راستہ مذاکرات اور صلح جوئی کا تھا حالانکہ فدایان رخ مصطفیٰ تو درخت کے نیچے آپ کے دست معجز نما پر بیعت کر کے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کا فیصلہ دے چکے تھے۔ جانثاران حبیب کبریا کسی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتے تھے وہ ایک مرتبہ پھر کفر وشرک کے پرستاروں کو بتا دینا چاہتے تھے کہ مسلمان کثرت وقلت کی پرواہ کئے بغیر اپنے آقا کے اشاروں پر جانوں کا نذرانہ پیش کر دینے سے نہیں ڈرتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی منشا کچھ اور تھی اس نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو اس راستہ پر گامزن کر دیا جس کے نتیجہ میں صلح نامہ حدیبیہ ترتیب پا کر لکھا گیا۔ صحابہ صلح نامہ کی شرائط کو پڑھ پڑھ کر پریشان ہوتے تھے۔ کچھ بول تو نہ سکتے تھے دم بخود بیٹھے تھے۔ فاروق اعظم کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ پریشان حال آقا کی خدمت میں (6) حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے:

فاروق اعظم: ''اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگ حق پر اور وہ لوگ باطل پر نہیں ہیں۔؟

حضور ﷺ: ''کیوں نہیں!''

فاروق اعظم:۔ تو پھر کیوں ہم اپنے دین کے بارے میں دباؤ قبول کریں اور ایسی حالت میں پلٹ جائیں کہ ابھی اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا ہے؟

---

(6) الرحیق المختوم ص 63-562

سورہ فتح نازل ہوئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلا کر سنائی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!''

حضرت عمر فاروقؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے صلح نامہ حدیبیہ کے بارے میں جو شکوک وشبہات حضور کے سامنے پیش کئے تھے وہ غلط تھے تو وہ بے حد پریشان ہوئے۔ فرمایا کرتے تھے نوافل پڑھتا ہوں اور خیرات کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میرا یہ قصور معاف کر دے۔

حضور ﷺ: ''خطاب کے بیٹے! میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ وہ میری مدد کرے گا۔ اور مجھے ہرگز ضائع نہ کرے گا۔

قارئین محترم! حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ اللہ میری ضرور مدد کرے گا کے جواب میں ہی اللہ تعالیٰ نے صلح نامہ حدیبیہ کو مسلمانوں کے لئے ''فتح مبین'' بنا دیا۔

ابھی صلح نامہ لکھا جا رہا تھا کہ سہیل کے بیٹے ابو جندل اپنی بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے مکہ مکرمہ سے حدیبیہ پہنچ گئے۔ سہیل بن عمرو جو قریش کی طرف سے صلح نامہ مرتب کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے ابو جندل اس کا بیٹا تھا اس نے ایمان لانے کی پاداش میں اس کو زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا موقعہ پا کر وہ بھاگ آیا تھا اور اب حضور ﷺ سے مطالبہ کر رہا تھا کہ اس کو پناہ دی جائے۔ حضور نے جب سہیل سے بات کی تو وہ اکڑ گیا اور کہنے لگا کہ یہ بات صلح کی شرائط کے منافی ہو گی اگر ابو جندل کو پناہ دی گئی تو صلح نامہ کو کالعدم قرار دے دیا جائے گا۔ حضور صلح نامہ کو ہر صورت بچانا چاہتے تھے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا اس لئے ابو جندل کو سہیل کے حوالے کر دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس کا بے حد دکھ ہوا لیکن حضور ﷺ اپنے فیصلہ پر قائم رہے۔ یہی ''سید ھا راستہ'' تھا جس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں کیا گیا۔

(5) تیسری آیت میں ارشاد فرمایا ''اور اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست مدد کرے گا'' یا اللہ تعالیٰ آپ کی بے مثال مدد کرے گا''۔

لفظ ''عزیز'' کے معنی زبردست کے بھی ہیں اور بے مثال کے بھی۔ حدیبیہ میں خالق ارض و سمٰوات نے اپنے حبیب کی جو مدد فرمائی وہ زبردست بھی ہے اور بے مثال بھی۔ اس مدد کے ذریعے فتوحات کے دروازے کھول دیئے گئے۔ دشمن عاجز آ گئے۔ شائد ہی کبھی کسی نے کسی کی ایسی مدد کی ہو جیسی مدد اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کی فرمائی۔ وہ صلح نامہ جو بظاہر دب کر کیا گیا۔ جس کے بارے میں صحابہ کو پریشانی بھی لاحق ہوئی اس سے ایسے نتائج پیدا کرنا کہ جو ایک شہر ہی نہیں بلکہ ایک ملک کی فتوحات کے دروازے کھول دیں بے مثال اور زبردست مدد ہی قرار دی جا سکتی ہے۔

(6) حضور ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی توقیر و تعظیم کا حکم

سورہ......الفتح......آیت 9,8

﴿اردو ترجمہ﴾

''بے شک ہم نے آپ کو گواہ۔خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی توقیر و تعظیم کرو اور پاکی بیان کرو اللہ کی صبح بھی شام بھی۔''

﴿وضاحتیں﴾

(1) حضور ﷺ کی صفات شاہد۔مبشر اور نذیر قرآن مقدس میں متعدد مرتبہ بیان کی گئی ہے۔ان کے بارے میں نمبر شمار 53 پر سورہ الاحزاب کی آیات مقدسہ 46,45 کی تشریح کرتے ہوئے وضاحتیں پیش کر دی گئی ہیں۔شاہد کے معنی گواہ کے ہیں۔رسول اکرم ﷺ اللہ تعالٰی کی ذات وصفات اور اس کی عظمتوں کے ہمارے پاس گواہ ہیں اپنی امت کے اعمال کے اللہ تبارک وتعالٰی کے حضور گواہ ہیں اور سابقہ انبیاء کی گواہی اللہ کے دربار میں روز حشر پیش کریں گے کہ انہوں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔سابقہ انبیاء کے بارے میں گواہی کی ضرورت اس وقت پیش آئے گی جب ان کی بدکردار امتیں ان کی کاوش دعوت وتبلیغ کا انکار کریں گی۔مبشر کے معنی خوش خبریاں سنانے والا کے ہیں۔حضور ﷺ نے دنیا کی کامیابی وکامرانی اور جنت کی نعمتوں کی خوش خبریاں اہل ایمان کو سنائیں۔نذیر ڈرانے والے کو کہتے ہیں۔حضور ﷺ لوگوں کو بداعمالیوں کے نتیجہ میں جہنم کے عذابوں اور رب جبار کی گرفت سے ڈرانے والے تھے۔

(2) اللہ کے رسول ﷺ نے خالق ارض وسموات کی ربوبیت اور وحدانیت پر گواہی دے دی۔اللہ تعالٰی کے بے حد بے حساب احسانات وانعامات کی بشارتیں سنا دیں اور انکار کرنے والوں کے لئے جہنم کے شدید عذابوں سے ڈرا بھی دیا۔اب اس کا لازمی یہ نتیجہ ہونا چاہئے تھا اے لوگو! کہ تم اللہ پر بھی ایمان لے آتے اور اللہ کے رسول پر بھی۔اللہ اور اس

کے رسول ﷺ پر کامل ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ انکی ذات پر بھی ایمان ہو اور صفات پر بھی۔ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں محمد ﷺ کو اللہ کا رسول مانتا ہوں لیکن یہ نہیں مانتا کہ وہ آخری نبی ہیں وہ کافر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کو خالق و مالک تو مانتا ہو لیکن رزق کے لئے کسی دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہو اس کے ایمان کا بھی اعتبار نہیں۔

(3) ''تعزروہ'' اور ''توقیروہ'' کے معانی ومطالب کے بارے میں مفسرین کرام کی دو آراء ہیں۔ ان کے لفظی معنی ہیں ''تاکہ تم ان کی مدد کرو اور تعظیم کرو'' علامہ قرطبی کے مطابق ضمیر مفعول کا مرجع حضور ﷺ کی ذات ہے۔ ان کے مطابق مفہوم یہ ہے کہ میرے سچے رسول پر ایمان بھی لے آؤ اور اس کی عظمتوں کا صدق دل سے اقرار کرتے ہوئے ان کی بھرپور مدد کرو اعانت ونصرت کا یہ انداز ہو کر سر دھڑ کی بازی لگا دو۔ ہر چیز جان، مال، اور مادی وسائل ان کے قدموں میں ڈھیر کر دو۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ضمیر مفعول کا مرجع اللہ کی ذات ہے۔ ان کے مطابق مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی دلی تعظیم وتوقیر بھی کرو اور ان کا ساتھ بھی دو۔ اللہ کا ساتھ دینے کا مطلب اس کے احکام کی پیروی ہے۔ اس کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔

(4) ''وتسبحوہ بکرۃ واصیلا'' تسبحوہ میں ضمیر مفعول کا مرجع اللہ کی ذات ہے۔ اس میں حکم دیا جا رہا ہے کہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو۔

(5) صبح اور شام کہہ کر اوقات شب وروز کا احاطہ کر دیا گیا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہمہ وقت اپنے قلوب کو اپنے خالق کی عظمتوں کے ذکر سے آباد رکھو۔ دل میں بھی اللہ کی یاد ہو اور زبان پر بھی اس کا ذکر ہو۔ صبح اور شام کا یہ مطلب نہیں کہ چند لمحات صبح کے اور چند منٹ شام کے اللہ کی یاد میں بسر کرنے سے حق عبودیت ادا ہو جائے گا۔ بقول شاعر:

خالق بسا ہوا ہو نفس کی چال میں
لمحات زیست بیتیں اسی قیل وقال میں

دن رات صبح وشام تیری گفتگو چلے
نس نس میں خوں کی ساتھ ذکر اللہ ہو چلے

ہر سانس میں ہو ذکر رب ذوالجلال کا
پھر بھی نہ ہو گا حق ادا اس بے مثال کا

(7) حضور ﷺ کی بیعت اللہ کی بیعت

سورہ......الفتح آیت......10

﴿اردو ترجمہ﴾

''اے نبی! جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے تھے بلا شبہ وہ اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا۔ اب جو اس عہد کو توڑے گا اس کا عذاب اس پر ہوگا''

﴿وضاحتیں﴾

(1) اس بیعت سے مراد وہ بیعت ہے جو صحابہؓ نے حدیبیہ کے مقام پر حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی خبر سن حضور ﷺ سے کی تھی۔ اس بیعت کو ''بیعت شجرہ'' اس لئے کہتے ہیں کہ حضور ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے اور ''بیعت رضوان'' اس لئے کہتے ہیں کہ بیعت کرنے والے کم و بیش چودہ سو صحابہؓ سے اللہ تبارک و تعالیٰ راضی ہو گیا۔

(2) یہ بیعت اگرچہ اللہ کے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کے مقدس ہاتھ پر ہو رہی تھی لیکن دراصل یہ بیعت اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ تھی۔ اس آیت کا مفہوم بھی اسی طرح ہے جس طرح فرمایا گیا کہ حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ حضور ﷺ نے بدر کے میدان میں کفار کی طرف کنکریاں پھینکی تھیں ان کے بارے میں بھی فرمایا گیا کہ جو کنکریاں آپ نے پھینکی تھیں وہ دراصل اللہ نے پھینکی تھیں۔ بعض مفسرین نے اس کی یوں وضاحت کی ہے کہ جس ہاتھ پر لوگ بیعت کر رہے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے نمائندہ کا ہاتھ تھا اس طرح وہ رسول ﷺ کے واسطہ سے درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت کر رہے تھے۔

(3) اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ عہد کر کے توڑ دینا باعث

وبال قرار دیا گیا ہے۔ حدیبیہ کے مقام پر حضورﷺ کے دست مقدسہ پر بیعت کرنے والے مومنوں میں سے کسی نے بھی اپنے عہد کو نہ توڑا۔ مرنے مارنے کے اپنے عہد پر اس طرح ڈٹ گئے کہ حضورﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا کی ہوئی بصیرت سے صلح نامہ کو پسند کیا تو صحابہؓ کو رنج پہنچا وہ کثرت وقلت کی پرواہ کئے بغیر کفار مکہ کے ساتھ ٹکرا جانا چاہتے تھے۔

حضرت جابرؓ کی روایت

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ہم نے درخت کی نیچے اس امر پر بیعت کی تھی کہ ہم جان کی بازی لگا دیں گے لیکن راہ فرار اختیار نہ کریں گے پس ہم میں سے کسی نے بھی اس عہد کی خلاف ورزی نہ کی۔ البتہ جد بن قیس جو درحقیقت ایک منافق تھا بیعت کے وقت اپنے اونٹ کے پیچھے چھپا بیٹھا رہا۔

(8) حضور علیہ وسلم کا خواب سچا ثابت ہوا

سورہ......الفتح......آیت......28,27

اردو ترجمہ

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا حق کے ساتھ کہ تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے جب اللہ نے چاہا۔ امن وامان سے اپنے سروں کو منڈواتے ہوئے یا کترواتے ہوئے۔ تمہیں (کوئی) خوف نہ ہوگا۔ پس وہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے اور اس نے پہلے (تمہیں) ایک قریب کی فتح عطا کر دی۔''

وضاحتیں

(1) اللہ کے رسول ﷺ نے ایک خواب دیکھا۔ انبیاء کے خواب ہمیشہ سچے ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم (1) علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی کا خواب دیکھا تو بلا ادنیٰ تردد اپنے نو سالہ لخت جگر اسماعیلؑ کی گردن پر چھری رکھ دی۔ حضرت یوسف (2) علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ سورج۔ چاند اور گیارہ ستارے انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ خواب کئی سال بعد اس وقت سچا ثابت ہوا جب ان کے خاندان کے لوگ شام سے ہجرت کر کے مصر پہنچے اور ان کے والد، والدہ اور گیارہ بھائی ان کے سامنے سجدہ تعظیم بجالائے۔

(2) حضور ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ صحابہؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ہیں۔ مسجد حرام میں داخل ہوئے ہیں اور عمرہ کے ارکان ادا کئے ہیں۔ عمرہ بلا خوف وخطر اور امن وسکون کے ساتھ کیا ہے۔

---

(1) سورہ صافات آیت 102

(2) سورہ یوسف آیت 4

(ا) حضور ﷺ نے صبح بیدار ہو کر صحابہ کو اپنا خواب سنایا اور ان کو عمرہ کی ادائیگی کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو کئی سالوں سے کعبتہ اللہ کی زیارت سے محروم چلے آ رہے تھے یہ مژدہ جانفزا سن کر بے حد خوش ہوئے اور بڑے ذوق وشوق کے ساتھ عمرہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ احرام کے لئے چادریں۔ قربانی کے لئے جانور اور ضروری زادراہ کے لئے مصروف ہو گئے۔

(ب) حضور ﷺ اپنے چودہ (3) سو جانثار غلاموں کے ساتھ یکم ذی قعد 6 ہجری کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ حضور ﷺ اپنی قصواء نامی اونٹنی پر سوار تھے۔ ''لبیک اللھم لبیک'' کی روح پرور صداؤں کے ساتھ دشت وجبل گونجنے لگے تھے۔ قافلۂ شوق رواں، دواں رہا اور آخر حدیبیہ کے مقام پر جا پہنچا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ کفار مکہ مرنے مارنے پر تیار ہیں جنگ ہوتے ہوتے بچی اور صلح کی گفتگو شروع ہوگئی آخر ایک صلح نامہ پر فریقین متفق ہو گئے۔

(ج) اس صلح نامہ کی رو سے مسلمانوں کو عمرہ کی ادائیگی کے بغیر واپس جانا تھا اور اگلے سال عمرہ کی ادائیگی کے لئے آنا تھا۔ صلح نامہ کی یہ شق مسلمانوں پر بہت بھاری پڑی۔ وہ دم بخود بیٹھے رہ گئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کے ساتھ مذاکرہ (4) بھی ہوا۔ غلامان مصطفیٰ ﷺ کو سب سے بڑی تشویش یہ تھی کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ عمرہ کریں گے۔ آپ کی بات پوری ہونا چاہیے تھی۔ آخر حضور نے یہ کہہ کر ان کی تشویش دور کر دی کہ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ تم اس سال عمرہ کرو گے۔ تم یقیناً بیت اللہ شریف میں داخل ہو گے اور طواف کرو گے۔

---

(3) الرحیق المختوم ص 548 (بعض سیرت نگاروں نے تعداد بجائے 1400 کے پندرہ سو بیان کی ہے)

(4) ضیاء القرآن ج۔4 ضیاء النبی ج 4، الرحیق المختوم

(د) حدیبیہ سے واپسی پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کی بات کہ تصدیق کردی۔ صحابہ کرامؓ کو سکون قلب نصیب ہوا۔ مسلمانوں کو ذیقعد 7ھ (5) میں حضور علیہ السلام کے ساتھ عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس عمرہ میں حضور کے ساتھ دو ہزار مرد۔ عورتیں اور بچے تھے۔ حضور کے ارشاد کے مطابق وہ تمام صحابہؓ ہم رکاب تھے جو گذشتہ سال آپ کے ساتھ حدیبیہ میں قیام پذیر ہوئے تھے سوائے ان صحابہؓ کے جو اس دوران وفات پا گئے۔

(3) اس آیت مبارکہ میں ''انشاء اللہ'' کا فقرہ دیکھ کر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بات تو اٹل ہوتی ہے اور ان شک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں ان

---

(5) مدارج النبوت ج2 ص320۔ سیرت کی کتابوں میں اسے عمرہ قضاء کا نام دیا گیا ہے۔ اس عمرہ کے مناظر بڑے روح پرور اور ایمان افراز ہیں۔ مکہ مکرمہ میں داخلہ کے وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تلوار حمائل کیے آگے آگے چل رہے تھے اور رجز یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے ان کے اشعار پڑھنے پر تعجب کا اظہار کیا اور اعتراض کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے مت روکو کیونکہ یہ ان کے لئے تیر سے زیادہ تیز ہیں (ترمذی شریف) ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

(1) کفار کے پوتو! ان کا راستہ چھوڑ دو۔ راستہ چھوڑ دو کہ ساری بھلائی اس کے پیغمبر ہی میں ہے۔

(2) رحمٰن نے اپنی تنزیل میں اتارا ہے جن کی تلاوت اس کے پیغمبر پر کی جاتی ہے۔

(3) اے پروردگار! میں ان کی بات پر یقین رکھتا ہوں اور اسے قبول کرنے کو ہی حق جانتا ہوں۔

(4) بہترین قتل وہ ہے جو اللہ کی راہ میں ہو۔ آج ہم اس کی تنزیل کے مطابق ہی تمہیں مار ماریں گے۔

(5) ایسی مار کہ کھوپڑی اپنی جگہ سے چھٹک جائے گی اور دوست کو دوست سے بے خبر کر دے گی۔ (الرحیق المختوم ص22-621 (بحوالہ ترمذی شریف)

رسول اکرم علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ نے تین چکر دوڑ کر لگائے اس کا ایک خاص مقصد تھا جو پورا ہوا۔ مشرکین مکہ دیکھ کر کہنے لگے: ہم سمجھ رہے تھے کہ بخار نے ان کو زبوں حال کر دیا ہے۔ یہ تو بہت زیادہ طاقتور ہیں۔ (صحیح مسلم شریف ج اص412)

شک یا "اگر" کے معنی کے لئے نہیں لایا گیا بلکہ "جب" (6) کے معنی میں آیا ہے۔ اس طرح مطلب یہ ہوا کہ "تم ضرور مسجد نبوی میں داخل ہو گے جب اللہ چاہے گا" مفسرین کریم فرماتے ہیں کہ "انشاء اللہ" لانے کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ مومنین کو یہ باور کروادیا جائے کہ مکہ مکرمہ میں داخلہ اور عمرہ کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی مرہون منت ہے۔ تم اپنے طور پر ہرگز یہ سعادت حاصل نہ کر پاتے۔ وہ طاغوتی قوتیں جن کے جبر واستبداد سے جانیں بچا کر تم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جا بسے ہو اور ہجرت کر کے چلے جانے کے باوجود وہ تمہیں کچلنے کے لئے تم پر بار بار حملہ آور ہوئیں وہ کس طرح تمہیں امن و سکون کے ساتھ عمرہ کرنے کی اجازت دے دیتیں۔ یہ تو مالک ارض و سمٰوات کا کرم ہے کہ تمہیں یہ سعادت نصیب ہونے والی ہے۔

(4) آیت مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا کہ تم اس حالت میں مکہ مکرمہ اور بیت اللہ شریف میں داخل ہو گے کہ تمہیں ہر طرح کا امن نصیب ہوگا اور کسی طرح کا کوئی خوف یا ڈر نہ ہوگا۔ اگر مسلمان زبردستی مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی کوشش کرتے یا پھر قریش ان کو بحالت مجبوری اجازت دیتے تو مسلمانوں کے دلوں میں وہ سکون اور قرار نہ ہوتا جو 7ھ میں ایک باقاعدہ معاہدہ اور صلح نامہ کے نتیجہ میں عمرہ کرنے سے ان کو حاصل تھا۔ مورخین اور سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے غلاموں کے ساتھ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو کفار مکہ کے سرغنے شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ اپنے طور پر وہ تو اس لئے گئے تھے کہ اپنی آنکھوں سے مومنین کے طواف و سعی کے ایمان افروز مناظر نہ دیکھنا پڑیں لیکن حقیقت یہ تھی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اطاعت شعار بندوں کو پورے سکون اور اطمینان کے ساتھ بیت اللہ کی زیارتوں سے بہرہ ور کرنا چاہتا تھا۔ رسول مقبول ﷺ اپنی ناقہ قصوی پر سوار تھے۔ اسلام کے متوالے اور رسول کریم ﷺ کے جانثار ہمرکاب چل رہے تھے۔ مکہ کی گلیاں آج

(6) ضیاء القرآن ج 4 ص 565

پھر ان قدوسیوں کے پاؤں کے تلووں کو چوم رہی تھیں جن کے لئے وہ برس ہا برس سے ترسی ہوئی تھیں۔ یہ نورانی منظر دیکھنے کے لئے مکہ کے بچے بوڑھے اور عورتیں مکانوں کی چھتوں پر بیٹھ گئے تھے۔ جن کو چھتوں پر جگہ نہ مل سکی وہ گلیوں میں نکل آئے تھے۔

(5) فرمایا "پس وہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے"۔

(ا) غلامان مصطفیٰ ﷺ کو بتایا جا رہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی مشیتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ تم صلح نامہ حدیبیہ کو اپنے خلاف سمجھ رہے تھے اور پریشان ہو رہے تھے۔ تمہیں اس بات کا دکھ تھا کہ تم عمرہ کئے بغیر واپس جا رہے ہو۔ نہ مکہ میں داخل ہو سکے نہ طواف کر سکے۔ اس صلح نامہ میں خدائے بزرگ و برتر کی بے شمار مصلحتیں تھیں جن پر صحابہؓ کی نظر نہ تھی۔ اگر صلح نامہ نہ ہوتا اور جنگ چھڑ جاتی تو مسلمان وطن سے دور تھے اور ان کی تعداد صرف چودہ سو تھی۔ ان کے پاس سامان جنگ نہیں تھا۔ مکہ مکرمہ میں جو ضعیف ایمان والے موجود تھے وہ مارے جاتے۔

(ب) صلح نامہ حدیبیہ کی ایک دفعہ یہ تھی کہ "قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر محمد (ﷺ) کے پاس جائے گا اسے واپس کرنا ہوگا"۔

صحابہ کرامؓ نے اس دفعہ کو مسلمانوں کے حقوق کے منافی سمجھا اور بے حد پریشان ہوئے۔ صلح نامہ ابھی تحریر کیا جا رہا تھا کہ ابو جندل اپنی بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے حدیبیہ پہنچ گئے۔ قریش کی طرف سے صلح نامہ مرتب کرنے کے لئے سہیل بن عمرو آیا تھا اور ابو جندل اس کا بیٹا تھا۔ ابو جندل نے حضور سے پناہ طلب کی۔ سہیل نے اسے معاہدہ کی خلاف ورزی قرار دیا اور مطالبہ کیا کہ ابو جندل کو اس کے حوالے کیا جائے۔ حضور ﷺ (7) نے سہیل کو فرمایا: اے سہیل! "تم اسے میری خاطر چھوڑ دو"

سہیل کہنے لگا: "میں اسے آپ کی خاطر بھی نہیں چھوڑ سکتا"

(7) مدارج النبوت ج 2 ص 265

حضور نے فرمایا: "نہیں نہیں! اتنا تو کر ہی دو"۔

سہیل کہنے لگا: "نہیں۔ میں ایسا نہیں کر سکتا"۔

اس کے بعد سہیل نے ابو جندل کے چہرے پر ایک چانٹا رسید کر دیا اور گریبان سے پکڑ کر گھسیٹنا شروع کر دیا۔

ابو جندل چیخ چیخ کر کہنے لگا: مسلمانو! کیا میں مشرکین کے طرف واپس کیا جاؤں گا کہ وہ مجھے میرے دین کے متعلق فتنہ میں ڈال دیں"۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ابو جندل! صبر کرو۔ اور اسے باعث ثواب سمجھو۔ اللہ تمہارے لئے اور تمہارے جیسے دوسرے کمزور مسلمانوں کے لئے کشادگی اور پناہ کی جگہ بنائے گا ہم نے قریش سے صلح کر لی ہے۔ ہم نے ان کو اللہ کا عہد دیا ہے اس کی خلاف ورزی اور بد عہدی نہیں کر سکتے۔

یہ منظر دیکھ کر صحابہ کو بے حد دکھ ہوا ہوگا لیکن ادب کا تقاضہ تھا وہ خاموش رہے حضرت عمر فاروقؓ (8) اچھل کر ابو جندل کے پاس جا پہنچے۔ وہ فرما رہے تھے ابو جندل! صبر کرو۔ یہ لوگ مشرک ہیں۔ ان کا خون تو بس کتے کا خون ہے۔ حضرت عمرؓ اپنی تلوار کا دستہ ابو جندل کے قریب کرتے جا رہے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ ابو جندل تلوار لے کر اپنے باپ سہیل کا سر قلم کر دیں لیکن ابو جندل نے ایسا نہ کیا اور اسے واپس لوٹا دیا گیا۔

ابو جندل کے بعد ابو بصیر کا واقعہ پیش آیا۔ وہ بھاگ مدینہ پہنچ گئے۔ قریش نے ان کو واپس لانے کے لئے دو آدمی بھیجے۔ حضور ﷺ نے عہد کی پابندی کرتے ہوئے ابو بصیر کو ان کے حوالہ کر دیا۔ جب وہ ابو بصیر کو مکہ لے جا رہے تھے انہوں نے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرا بھاگ کر حضور کی پناہ میں چلا آیا اور ابو بصیر بھاگ کر ساحل سمندر کی طرف نکل گئے۔

(8) مدارج النبوت ج2 ص266۔ الرحیق المختوم ص557

ابو جندل اور ابو بصیر کے واقعات کی وجہ سے صحابہ بے حد پریشان تھے اور وہ اس دفعہ کو مسلمانوں کے حقوق کے سخت خلاف سمجھتے تھے لیکن ارشاد ربانی کے مطابق ''جو اللہ جانتا تھا وہ نہیں جانتے تھے'' یہ دفعہ مشرکین مکہ (9) نے خود حضور کو کہہ کر ختم کرادی کیونکہ ابو جندل اور کئی دوسرے مسلمان مکہ سے فرار ہو کے ابو بصیر کے ساتھ جا ملے اور ایک مضبوط گروہ تیار ہو گیا جس نے قریش کے شام کی طرف جانے والے تجارتی قافلوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ وہ تجارتی قافلوں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ مشرکین مکہ نے اللہ اور قرابت کا واسطہ دے کر حضور ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپ ان کو مدینہ بلوالیں۔ اس طرح مکہ سے اسلام قبول کر کے مدینہ جانے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے راستہ کھول دیا۔

(ج) صلح نامہ حدیبیہ کی ایک دفعہ یہ تھی:

''جو محمد (ﷺ) کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکے گا اور جو قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے ہو سکے گا۔ جو قبیلہ کسی فریق میں شامل ہوگا اس فریق کا ایک جزو سمجھا جائے گا۔ لہٰذا ایسے کسی قبیلے پر زیادتی ہوئی تو خود اس فریق پر زیادتی متصور ہوگی''۔

صلح نامہ کی یہ دفعہ مکہ پاک کی فتح کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ صحابہ کرام کو تو علم نہیں تھا لیکن خالق کائنات اسباب کو حرکت دے رہا تھا بنو بکر نے جو قریش کے عہد و پیمان میں شامل ہوئے تھے بنو خزاعہ پر ظلم و ستم کیا جو کہ حضور ﷺ کے عہد و پیمان میں شامل تھا۔ قریش نے بنو بکر کو ہتھیار بھی فراہم کئے اور رات کی تاریکی میں مشرکین مکہ میں سے کچھ لوگ جنگ میں بھی شریک ہوئے۔ بنو خزاعہ کے متعدد افراد مارے گئے۔ بنو خزاعہ نے مدینہ منورہ جا کر حضور ﷺ کو اپنے اوپر ڈھائے جانے والے مظالم کی داستان سنادی۔ آپ نے قریش مکہ کو تین شرائط پیش کیں اول یہ کہ مقتولین کا خون بہا ادا کریں۔ دوم یہ کہ بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں سوم یہ کہ معاہدہ حدیبیہ کے خاتمہ کا اعلان کر دیں۔ قریش توازن تو کھو ہی

(9) فتح الباری۔ صحیح بخاری و مسلم

چکے تھے معاہدہ کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ اگرچہ بعد میں انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور ابوسفیان کو معاہدہ کی تجدید کے لئے مدینہ منورہ بھیجا لیکن اس کی پذیرائی نہ کی گئی۔ حضور ﷺ نے زبردست خفیہ جنگی تیاری کی اور دس ہزار کا لشکر جرار لے کر مکہ پہنچ گئے۔ مشرکین کو خبر ہی نہ ہوئی اور بغیر کشت وخون کے مکہ فتح ہو گیا۔

صلح نامہ حدیبیہ کی دفعات میں پوشیدہ حکمتیں اور مصلحتیں اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے (10) علم میں تو تھیں لیکن صحابہ کرام کی نگاہوں سے اوجھل تھیں اس لئے وہ پریشان ہو گئے تھے۔ اس سورہ کے نزول کے بعد ان کو مکمل سکون قلب نصیب ہو گیا۔

(6) آیت مبارکہ کے آخری حصہ میں دو فتوحات کا اشارہ دیا گیا ہے۔ فتح مبین جس کا ذکر سورہ فتح کی پہلی آیت میں کیا گیا ہے اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ اس آیت میں جس قریب کی فتح کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد فتح خیبر ہے۔ خیبر مدینہ منورہ کے شمال میں کم وبیش

---

(10) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ مکالمہ ہوا

حضرت عمرؓ: ''کیا آپ اللہ کے رسول برحق نہیں ہیں''؟

حضور ﷺ: ''میں نبی برحق ہوں''

حضرت عمرؓ: ''کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور مخالفین باطل پر نہیں ہیں''؟

حضور ﷺ: ''ہاں! تم حق پر ہو اور مخالفین باطل پر ہیں''

حضرت عمرؓ: ''پھر کس لئے ہم ایسی ذلت وحقارت برداشت کریں؟ اور ایسی صلح کی طرف لوٹیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے خطاب کے بیٹے! بلاشبہ میں خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور خدا کے حکم کے بغیر میں کچھ نہیں کرتا وہ میرا معین ومددگار ہے۔ وہ مجھے یونہی نہ چھوڑے گا''

اس مکالمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صلح نامہ حدیبیہ حضور ﷺ نے اپنی مرضی سے نہ کیا تھا بلکہ وحی الٰہی اور فرمان خداوندی کی روشنی میں کیا تھا اور آپ اس کے نتائج سے آگاہ ومطمئن تھے۔ حضرت عمرؓ کے آخری سوال کے جواب میں آپ کا یہ فرمانا کہ: ''تم غم نہ کرو ضرور خانہ کعبہ کی زیارت کرو گے اور طواف بجا لاؤ گے'' ایک بڑا ثبوت ہے کہ حضور ﷺ کو معاہدہ نامہ کی مصلحتوں کا بھرپور ادراک تھا۔

سو میل کے فاصلہ پر ایک بڑا شہر تھا۔ یہاں یہودی آباد تھے۔ خیبر سازشوں اور دیسہ کاریوں کا گڑھ تھا۔ خیبر کے یہودی ہی جنگ خندق میں مشرکوں کے تمام گرہوں کو مسلمانوں پر چڑھا لائے تھے۔ خیبر کے قرب و جوار میں یہودیوں کے کئی مضبوط قلعے تھے۔ صلح نامہ حدیبیہ نے خیبر کی فتح اور شر پسند یہودیوں کی بیخ کنی کا راستہ صاف کر دیا تھا کیونکہ صلح نامہ کی ایک دفعہ کے مطابق مشرکین مکہ کے ساتھ دس سال تک جنگ نہ کرنے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ اب حضور ﷺ پوری توجہ اور اطمینان کے ساتھ یہودیوں کی سازشوں اور شر و فساد کو ختم کر سکتے تھے۔ حضور کم و بیش چودہ (11) سو ان صحابہ کو ساتھ لے کر خیبر کی طرف روانہ ہوئے جنہوں نے حدیبیہ میں بیعت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیبر فتح ہوا اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا جس کا ذکر اس سورہ (12) میں موجود ہے۔

---

(11) مدارج النبوت ج اص 291۔ الرحیق المختوم ص 593

(12) آیت 20

(9) حضور ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا گیا

سورہ......الفتح...... آیت......28 (سورہ الفتح 9)

﴿اردو ترجمہ﴾

''وہ (اللہ) ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اور (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے''

﴿وضاحتیں﴾

(1) اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کی شان رسالت اور منصب عالیہ کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا کہ اس شان والے نبی کو بھیجنے والا میں ہوں۔

(2) یہاں ہدایت سے مراد قرآن بھی ہوسکتا ہے اور علم دین بھی۔ علم دین کا سرچشمہ قرآن مقدس ہی ہے۔ قرآن بلاشک وشبہ کتاب ہدایت ہے۔ یہ لوگوں کو کفر وشرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر توحید ورسالت کے اجالوں میں لے آتی ہے۔ یہ پاک کتاب فسق وفجور کی تاریکیوں سے نکال کر اخلاق عالیہ کے نور سے منور کرتی ہے۔

(ا) ایک فرانسیسی مفکر سورہ نور کی اس آیت سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا جس میں کفر وشرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کے وضاحت سمندر کی ایک اندھیری اور سیاہ رات سے کی گئی ہے جس میں انسان کو خود اپنا ہاتھ نظر نہیں آتا۔ ڈاکٹر غرینیہ نے قرآن مقدس کو بطور لٹریچر پڑھا تھا۔ اس نے یہ آیت پڑھی اس کے بعد اس نے ایک سمندری سفر کیا۔ ایک رات وہ اپنے کیبن سے باہر نکلا تو گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا اسے قرآن کی وہ آیت یاد آ گئی۔ وہ کہنے لگا مسلمانوں کے رسول نے

خوب سمندری سفر کیے ہونگے کیونکہ اس آیت میں بہت اچھی منظر کشی کی گئی ہے۔ پھر کہنے لگا واپس جا کر اس بات کی تحقیق کروں گا۔ جب اسے پتہ چلا کہ حضور علیہ نے تو سمندر کا کوئی سفر نہیں کیا تو وہ یہ کہہ کر ایمان لے آیا کہ قرآن بلا شبہ اللہ کا کلام ہے۔

(ب) ایک سکھ ڈاکٹر ماں کے پیٹ کے اندر بچے کی پرورش اور نشو ونما کے اس بیان سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا جس میں فرمایا گیا ہے کہ تین اندھیریوں میں تمہاری پرورش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر کہنے لگا طبی تحقیق سے یہ بات اب ثابت ہو چکی ہے کہ بچہ ایک جھلی میں لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ وہ جھلی رحم مادر میں بند ہوتی ہے اور رحم مادر پیٹ میں بند ہوتا ہے۔ قرآن مقدس نے یہ حقیقت چودہ سو سال پہلے بیان فرمادی اس لئے قرآن ضرور اللہ کا کلام ہے اور دین اسلام سچا دین ہے۔

(ج) حضرت امام حسنؓ یا حضرت امام حسینؓ کے بارے میں ایک بڑا دلچسپ۔ روح پرور اور ایمان افروز واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز دستر خوان پر کھانا کھا رہے تھے مہمان بھی موجود تھے۔ ایک لونڈی کے ہاتھ سے سالن کا بڑا پیالہ امام عالی مقام کے اوپر گر پڑا اور لباس شوربے میں لت پت ہو گیا فوری ردعمل کے طور پر آپ نے عالم غیظ و غضب میں لونڈی کی طرف دیکھا۔ لونڈی بھی بڑے گھرانے کی تھی بجائے گھبرانے کے کہنے لگی:

لونڈی: غضب پر قابو پانے والا (ترجمہ آیت قرآنی)

امام عالی مقامؓ: میں نے اپنے غصہ پر قابو پایا۔

لونڈی: ''لوگوں کو معاف کرنے والے'' (ترجمہ آیت)

امام عالی مقامؓ: میں نے تمہیں معاف کردیا

لونڈی: ''اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' (ترجمہ آیت)

امام عالی مقامؓ: میں نے تم پر احسان کیا اور آزاد کر دیا

دیکھا کس طرح آیت قرآنی نے امام عالی مقام کو غیظ و غضب کے اندھیروں سے نکال کر عفو و درگذر کی روشن راہ پر ڈال دیا۔

(3) حضور ﷺ کو جو دین دے کر بھیجا گیا وہ سچا ہے۔ دین اسلام جور و استبداد کی چکی میں پستے ہوئے مظلوموں کے لئے مسرتوں اور اخوتوں کا پیغام لے کر آیا۔ دین اسلام نے چمنستان انسانیت کی اس طرح آبیاری کی کہ اس میں بہاریں آ گئیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

وہ آ گئے ہیں بہاروں کی رونقیں لے کر — خزاں رسیدہ چمن میں گلاب کھلتے ہیں

زمانے والو میری بات کا یقیں کر لو — سکوں کے سانس در مصطفیٰ پہ ملتے ہیں

چشم زمانہ نے دیکھا کہ ظلم و ستم کے طوفانوں میں بلکتے اور تڑپتے ہوئے انسانوں کو اسلام کے دامن میں نسیم دلربا کے عطر بیز جھونکوں میں امن نصیب ہوا۔ دین اسلام نے ظلمت کدۂ عالم کو نور سے منور کر دیا۔

(4) خالق اکبر نے واضح الفاظ میں بتا دیا کہ جو دین اپنے پیارے حبیب کو عطا کر رہا ہوں تمام دینوں پر غالب ہو کر رہے گا۔ اس کے غلبہ کی وجہ تائید ایزدی کے علاوہ اس دین کی فطری توانائیاں ہیں۔ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ یہ انسانی زندگی کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کرتا۔ دین اسلام چند عبادات کے مجموعہ کا نام نہیں۔ یہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کی نشو و نما کی ضمانت دیتا ہے۔ اگر اس دین میں معاشرتی زندگی کی فلاح و بہبود کے اصول موجود ہیں تو اقتصادی اور سیاسی شعبوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ کمانے کے جائز طریقے بھی بتائے گئے ہیں اور خرچ کرنے کے بھی۔ اخلاقی زندگی پر تو بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

دین اسلام میں جمود نہیں یہ اپنے پیروکاروں کو آنکھیں بند کر کے غاروں میں چھپ بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتا یہ دین اپنے پیروکاروں کو خانقاہوں میں دبک کر بیٹھنے کے بجائے میدان کارزار میں جان کی بازی لگانے کا درس دیتا ہے۔ یہ دین زندگی کے ہنگاموں سے دامن بچا

کر عافیت کوشی کا درس نہیں دیتا علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

میآرا بزم بر ساحل کہ آں جا نوائے زندگانی نرم خیز است
بدریا غلط و باموجش در آویز حیات جاوداں اندر ستیز است

یہ دین اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کا ثمر شریں ہے کہ مومن کی گفتار پاکیزہ اور کردار شستہ ہے۔ ظالموں کے جبڑے توڑ دینے کی قوت بھی رکھتا ہے اور مظلوموں کی دلنوازی کی صلاحتیں بھی اس کے اندر موجود ہیں۔ وہ برستا ہے تو ویران کھیتوں کو سرسبز و شاداب کر دیتا ہے اور گرجتا ہے تو فولاد کی چٹانیں پاش پاش ہو جاتی ہیں۔

علامہ اقبال نے اسلام کے سچے پیروکار کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
جس سے جگر لالے میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور دین اسلام کو دوسرے ادیان پر غالب کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی دین اسلام کی حقانیت کو پورے عرب میں محسوس کیا جانے لگا۔ مشرکین مکہ اپنے باطل نظریات کو ترک کرنے پر مجبور ہو گئے جن پر انہیں بڑا فخر تھا۔ خلفائے راشدین کے مقدس دور میں اسلام کے مقابلہ میں ایرانیوں کی قدیم ترین تہذیب گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئی۔ مجوسیت اپنا منہ چھپانے لگی۔ حبشہ کے عیسائی بادشاہ نے ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کر دیا کہ اسلام ہی سچا دین ہے۔ اپنے پادریوں اور امرائے سلطنت کی پرواہ کئے بغیر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ روم کے بادشاہ قیصر کو جب

حضورﷺ کا گرامی نامہ موصول ہوا تو اس کا دل اسلام کی عظمت کے سامنے جھک گیا لیکن وہ امراء سلطنت اور پادریوں کے ڈر سے دولت ایمان سے محروم رہا۔ خلافت راشدہ کے دور میں ہی افریقہ اور ایشاء کے براعظموں میں کلمہ توحید کی روح پرور صدائیں گونجنے لگیں شرق و غرب میں یا تو اسلام کو قبول کرلیا گیا یا اسلام کی حقانیت اور اس کی برتری کا کھل کر اعتراف کیا جانے لگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔

(5) آیت کے آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ میری گواہی کافی ہے۔ آپﷺ کی رسالت پر اور ان کی تعلیمات کی پاکیزگی اور عظمت پر۔ اللہ تعالیٰ کی گواہی اور تصدیق کے بعد کسی دوسرے کی گواہی اور تصدیق کی ضرورت نہیں رہتی۔

پانچواں باب

سورہ حجرات تا سورہ قلم

(1) قول و فعل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسابقت نہ کرنے کی ہدایت

سورہ......الحجرات......آیت......ا

﴿اردو ترجمہ﴾

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھا کرو اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے"۔

﴿وضاحتیں﴾

(1) اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں سے خطاب فرمایا ہے۔ اور انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اپنے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قول اور فعل میں آگے نہ بڑھیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم کو بحال رکھنے کا حکم دیا ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ کے مخاطب صحابہ کرامؓ ہیں جو حضور کے اطاعت شعار اور جانثار تھے وہ تو اپنے آقا کے معمولی اشارہ پر نقد جان قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ ادب و احترام سے ان کی گردنیں جھکی رہتی تھیں۔ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ نہ ہمارا ایمان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی طرح پختہ ہے اور نہ ہم تقویٰ اور صبر و استقامت کے اس مقام پر فائز ہیں جس پر صحابہ کرام فائز تھے۔ ہمیں بے حد احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس آیت مقدسہ میں تمام مومنین کو ادب و احترام کے انداز سکھائے جا رہے ہیں۔ ادب ہو تو تعظیم دل میں پیدا ہو گی۔ تعظیم و تکریم سے اطاعت کی راہیں ہموار ہو جاتی ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ سے آگے بڑھنے سے مراد یہ ہے کہ اپنی رائے اور خیال کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان پر مقدم نہ سمجھے۔ اپنے معاملات میں آزادانہ رائے قائم نہ کرے تابع بنے۔

(3) رسول اکرم سے آگے بڑھنے سے بھی یہی مراد ہے کہ اہل ایمان کو اپنے معاملات میں خود فیصلے نہیں کر لینا چاہیں بلکہ اسوۂ رسول اور سنت مبارکہ کو پیش نظر رکھنا چاہئے سورہ احزاب کی آیت 36 میں تو یہ فرمایا گیا تھا کہ جس معاملہ میں رسول ﷺ فیصلہ فرما دیں اس میں کسی مومن کو چون و چرا کرنے کا ہرگز اختیار نہ ہے۔ کسی کے پاس ہرگز کوئی اختیار باقی نہیں رہتا کہ وہ اس معاملہ میں کوئی الگ فیصلہ کرے۔ اس آیت مبارکہ میں بات اس سے بھی آگے چلی گئی اور فرمایا گیا کہ اہل ایمان کو اپنے معاملات میں پیش قدمی کر کے بطور خود فیصلے نہیں کر لینے چاہئیں بلکہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

(4) یہ فرمان مومنین کی انفرادی زندگی کے معاملات تک محدود نہیں بلکہ یہ اسلامی دستور کا ایک بنیادی قاعدہ ہے اس لئے مسلمانوں کے اجتماعی معاملات پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

(1) حضرت معاذ بن جبل کو حضور ﷺ کی ہدایات

رسول مقبول ﷺ نے ایک جلیل القدر صحابی حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن کا والی بنا کر بھیجا۔ جب وہ روانہ ہونے لگے تو ان سے یہ فرمایا:

حضور ﷺ: ''اے معاذ! تم کس چیز کے مطابق فیصلے کرو گے؟''

حضرت معاذ بن جبل: ''اللہ کی کتاب کے مطابق''

حضور ﷺ: ''اگر کتاب اللہ سے کسی چیز کا حل نہ ملے تو پھر کیا کرو گے؟''

حضرت معاذ بن جبل: ''رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کروں گا''

حضور ﷺ نے فرمایا ''اگر اس میں سے بھی کچھ نہ ملے''؟

حضرت معاذ بن جبل: ''پھر میں خود اجتہاد کروں گا''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''شکر ہے اس خدا کا جس نے اپنے رسول کے نمائندے کو ایسا راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائی جو اس کے رسول کا پسندیدہ ہے''۔

(ب) حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دو آدمی حاضر ہوئے اور کہنے لگے ہمارے جھگڑا کا فیصلہ کر دیجئے ان میں سے ایک یہودی تھا اور دوسرا بظاہر مسلمان لیکن حقیقت میں منافق۔ یہودی نے بتا دیا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ پہلے آپ کے رسول کر چکے ہیں لیکن اس شخص نے اس کو قبول نہیں کیا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق اندر چلے گئے اور تلوار لا کر اس منافق کا سر یہ کہتے ہوئے قلم کر دیا کہ جو اللہ کے رسول ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے سے انکار کرے وہ گردن زدنی ہے۔

(ج) ثابت ہوا کہ قانون سازی کے لئے سب سے پہلا۔ اہم اور بے حد قابل اعتماد ماخذ قرآن مقدس ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اس کے بعد اجماع امت ہے۔ ایک مسلمان جج اور غیر مسلم جج کے درمیان فرق یہی ہے کہ مسلمان جج اپنے اجتہاد کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے تابع رکھتا ہے۔ حضرت عمر فاروق جب کسی کو قاضی کے عہدہ پر فائز کرتے تو اسے تحریری ہدایات جاری کرتے تھے۔ ان ہدایات میں قرآن وسنت کی بالادستی کی ہدایت شامل ہوتی تھی۔

(5) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس معاملہ میں خود مختاری اور خودسری کی روش کو ناپسند فرمایا ہے اور صاف صاف فرما دیا ہے کہ جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بے نیاز ہو کر خود مختاری کی روش اختیار کرتے ہوئے اپنے معاملات نمٹانے کی کوشش کرے گا اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ کی گرفت بڑی سخت ہے اس سے ڈرتے رہنا چاہیے پھر یہ کہ وہ سب کے اعمال پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

(2) حضور ﷺ سے آواز بلند نہ کرنے کی ہدایت

ایسا کرنے والے کے اعمال غارت ہو جائیں گے

سورہ......الحجرات......آیت......2

﴿اردو ترجمہ﴾

''اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نبی پاک کے ساتھ اونچی آواز میں اس طرح بات نہ کیا کرو جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال حبط کر لئے جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو''

﴿وضاحتیں﴾

(1) اس آیت مقدسہ میں اس ادب واحترام کا تذکرہ کیا گیا ہے جو حضور ﷺ کی محفل میں شریک ہونے والوں کو سکھایا گیا۔ اس سے آپ کی عظمت ورفعت شان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(2) فرمایا: تم اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔ جب تمہیں اللہ کے رسول سے گفتگو کا شرف حاصل ہو تو آپ کا انتہائی احترام ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی آوازیں پست رکھو۔

(3) اللہ کے رسول کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے یہ حقیقت فراموش نہ کر دیا کرو کہ تمہارے مخاطب اللہ کے رسول ہیں۔ تم کسی عام یا برابر والے انسان سے محو گفتگو نہیں ہو۔ تمہاری آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو اور اللہ کے رسول کے ساتھ گفتگو میں نمایاں فرق ہونا چاہئے۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تلخ

وترش باتیں کرلو یا تمہاری آوازیں بلند ہو جائیں تو اس سے اتنا فرق نہیں پڑتا جتنا اللہ کے رسول کی محفل میں اونچی آواز میں گفتگو سے فرق پڑتا ہے۔

(4) حضور علیہ السلام کے ساتھ گفتگو کرنے والا اگران آداب گفتگو کو ملحوظ خاطر نہ رکھے گا تو اس کے اعمال حبط کر لئے جائیں گے۔ ضبط اور حبط میں یہ فرق ہے کہ ضبط کی ہوئی چیز کے واپس مل جانے کا امکان ہوتا ہے لیکن حبط کی گئی چیز کی واپسی کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ گویا حبط کا مطلب بالکل غارت ہو جانا ہے۔

(5) تمہیں پتہ ہی نہ چلے گا کہ تمہارے اعمال برباد ہو گئے۔ تم یہ سمجھتے رہو گے کہ ہم بڑے نمازی ہیں ہمارے بڑے مدارج ہیں۔ ہم زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ ہمارے لئے بڑا اجر و ثواب ہے۔ ہم میدان جہاد میں جان کی بازی لگانے کے لئے تیار رہتے ہیں اس کا بڑا صلہ ملے گا لیکن ہوگا یہ کہ حبیب کبریا علیہ السلام کے ساتھ بے ادبی سے گفتگو کے نتیجہ میں یہ سارے اعمال برباد ہوتے جائیں گے۔

(ا) جب یہ آیت نازل ہوئی تو سیدنا صدیق اکبر نے رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی ''یارسول اللہ! مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ پر یہ قرآن نازل کیا۔ میں آخری سانسوں تک حضور سے آہستہ آہستہ بات کروں گا''۔ جب کوئی وفد حضور علیہ السلام سے ملاقات کے لئے مدینہ منورہ میں حاضر ہوتا تو سیدنا صدیق اکبر اپنا ایک خاص قاصد اس وفد کے پاس بھیجتے جو انہیں حاضری کے آداب سے روشناس کراتا اور ہر طرح سے ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھنے کی تلقین کرتا۔ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ نے اپنا معمول بنالیا تھا کہ وہ حضور کے سامنے آہستہ آہستہ کلام کرتے تھے۔

(ب) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ثابت بن قیس کے حق میں نازل ہوئی۔ وہ اونچا سنتے

تھے اور اونچا سننے والا فطری طور پر اونچا بولتا ہے۔ ان کی آواز حضور علیہ السلام کی موجودگی میں اونچی ہو جایا کرتی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ان پر رنج والم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ وہ روتے تھے اور کہتے تھے کہ میرے اعمال غارت چلے گئے۔ میں جہنمی ہو گیا۔ جب چند روز حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے تو آپ نے حضرت سعدؓ سے ان کے بارے میں استفسار فرمایا۔ انہوں نے عرض کی کہ ثابت تو کمرہ میں بند ہو کر رہ گئے ہیں اور دن رات رونے سے کام ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں بے ادبی کر کے جہنمی ہو گیا ہوں۔ حضور پر نور۔ شافع یوم نشور علیہ السلام نے فرمایا ان کو جا کر بتا دو کہ وہ جہنمی نہیں اہل جنت میں سے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کو بلوا بھیجا اور رونے کا سبب پوچھا۔ اطاعت شعار غلام عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! میری آواز اونچی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے میری تو عمر بھر کی کمائی غارت ہو گئی۔ اس دلنواز آقا نے تسلی دیتے ہوئے خوش خبری سنائی کہ وہ قابل فخر زندگی بسر کریں گے اور شہادت کی موت پائیں گے۔ حضرت ثابت بن قیس مسلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کے میدان میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

لمحہ فکریہ

یہ آیت مقدسہ دور حاضر کے ان بدنصیبوں کے لئے لمحہ فکریہ پیش کرتی ہے جو حضور علیہ السلام کی شان رفیع میں سوقیانہ باتیں کرتے ہیں حضور کے علم پر اعتراض کرتے ہیں۔ صاحب لولاک کے ادب واحترام کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتے۔ اپنے زور قلم اور زور بیان کو استعمال کر کے حضور علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر ثابت کرنے کی کوشش میں سرگرداں ہیں۔ کیا وہ اس امر پر غور نہیں کرتے کہ حضور علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات وہ ذات ہے جس سے خالق

کائنات کو پیار ہے جس کے دربار عالیہ میں صدیقؓ و فاروقؓ جیسے جلیل القدر صحابہ سر جھکا کر بیٹھا کرتے تھے۔ جنید و بایزید جیسے اولیاء کاملین "نفس گم کردہ" حاضری دیا کرتے تھے۔

(ج) ملحوظ خاطر رہے کہ بعض مواقع پر اونچی آواز سے بولنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کی اجازت تھی۔ حضرت بلالؓ حضور علیہ السلام کی موجودگی میں بلند آواز سے اذان پڑھا کرتے تھے۔ جنگ کے دوران صحابہؓ بلند آواز سے نعرے بلند کیا کرتے تھے۔ جنگ حنین میں ایک موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو اونچی آواز میں صحابہ کو بلانے کا حکم دیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کے موقعہ پر دارارقم میں صحابۂ کرامؓ نے اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا تھا کہ دارارقم کے در و دیوار گونجنے لگے تھے۔ حضرت حسان بن ثابت شاعر دربار مصطفویٰ اپنی نعتیں اور قصائد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔

(د) اس آیت مقدسہ کے مخاطب تو بلاشبہ صحابہ کرام تھے لیکن اس حکم کا اطلاق ہم سب پر اس طرح ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ ذکر ہو رہا ہو۔ احادیث مبارکہ بیان کی جا رہی ہوں۔ سیرت مقدسہ کا بیان ہو رہا ہو تو ایسے مواقع پر ادب کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔

(3) آوازیں پست رکھنے والوں پر انعام

سورہ......الحجرات......آیت......3

﴿اردو ترجمہ﴾

''جو لوگ رسول خدا کے حضور بات کرتے ہوئے آواز پست رکھتے ہیں۔ وہ درحقیقت وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے آزمالیا ہے۔ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے''

﴿وضاحتیں﴾

(1) اس آیت مبارکہ میں ان عشاق وغلامان مصطفیٰ ﷺ کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے انعامات کا ذکر کیا ہے جو ہمیشہ ادب واحترام کے تقاضوں کا خیال رکھتے ہوئے محسن انسانیت اللہ کے پاک رسول سے گفتگو کرتے وقت اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہاں تین انعامات کا ذکر کیا گیا ہے۔

(2) پہلا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے جانچ لیا ہے۔ یعنی ان کے دلوں کو تقویٰ کا اہل پا کر ان کو تقویٰ کی دولت سے مالا مال کر دیا ہے۔ان کے قلوب کو تقویٰ اور پرہیز گاری کے لئے وسعتیں عطا فرمادی ہیں۔اب تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہوئے نہ کوئی دقت محسوس ہوتی ہے اور نہ گھٹن۔ جب کوئی شخص مسلسل مشق سے کسی عمل میں مہارت حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس کی انجام دہی میں کسی قسم کے تساہل اور کمزوری کا مظاہرہ نہیں کرتا۔یاد رہے کہ جس شخص کے دل میں تقویٰ نہ ہوگا وہ رسول اکرم ﷺ کے احترام کے تقاضوں پر پورا نہ اتر سکے گا۔

(3) دوسرا انعام یہ عطا کیا جاتا ہے کہ اگر ان سے کوئی خطا سرزد ہو جاتی ہے تو اس کو معاف کر دیا جاتا ہے اور ان کا مواخذہ نہیں کیا جاتا۔

(4) تیسرا انعام یہ دیا جاتا ہے کہ ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ بہت بڑا اجر عطا فرماتے ہیں۔

(4) حجرات کے باہر کھڑے ہو کر حضور کو پکارنے والے نادان ہیں

سورہ......الحجرات......آیت......4

﴿اردو ترجمہ﴾

''(اے نبی) بے شک جو لوگ حجروں کے باہر کھڑے ہو کر آپ کو پکارتے ہیں وہ نادان ہیں''

﴿وضاحتیں﴾

(1) شان نزول:

کہا جاتا ہے کہ اس آیت مبارکہ میں نبی تمیم کے وفد کا ذکر کیا گیا ہے۔ نبی تمیم کا ایک وفد جو ستر یا اسی افراد پر مشتمل تھا ایک روز دوپہر کے وقت مدینہ منورہ پہنچا۔ اس وقت حضور آرام فرما رہے تھے۔ ان لوگوں نے بجائے انتظار کرنے کے حضور اقدس ﷺ کو پکارنا شروع کر دیا۔ اور پکار بھی حضور کا نام نامی اور اسم گرامی لے کر رہے تھے۔ کہہ رہے تھے ''یا محمد اخرج علینا'' ان کو نادان اس لئے بھی کہا گیا ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ ان کے بلانے پر باہر تشریف لائے تو وفد کے شرکاء شیخیاں بگھارنے لگے۔

(ا) وفد کے لوگ کہنے لگے ہم جس کی مدح کرتے ہیں اس کی شان کو چار چاند لگا دیتے ہیں اور جس کی مذمت کرتے ہیں اس کو عیب دار بنا دیتے ہیں۔ ہم عربوں میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

(ب) حضور ﷺ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی تعریف سے انسان کو عزت و توقیر حاصل ہوتی ہے۔ اور قابل مذمت وہ انسان ہے جو اپنے خالق و مالک کی تعریف نہیں کرتا۔ نیز آپ نے فرمایا حضرت یوسف علیہ السلام عزت و توقیر اور شرف میں تم سے بے حد بلند تر تھے۔

(ج) وفد کا خطیب عطارد ابن حاجب کھڑا ہو گیا اور اپنے قبیلہ کی تعریف و توصیف کرنے لگا۔ اس نے اپنے بیان میں فصاحت اور بلاغت کا خوب بڑھ چڑھ کر مظاہرہ کیا۔

(د) حضور علیہ السلام کے فرمان عالی شان کی تعمیل میں وفد والوں کو جواب دینے کے لئے حضرت ثابت ابن قیس کھڑے ہوئے اور فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے۔ اظہار حق اور پھر ایک مومن کی زبان سے' وفد والے مبہوت ہو کر رہ گئے۔

(ر) جب ان کے کچھ ہوش بحال ہوئے تو ان کا مشہور شاعر زبرقان بن بدر سامنے آیا اور اپنے قبیلہ کی تعریف و توصیف میں ایک قصیدہ پڑھا۔ اس کے جواب میں شاعر دربار رسالت حضرت حسانؓ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے فی البدیہہ اشعار کہے جن میں اسلام کی حقانیت اور اللہ کے رسول کی عظمت وصداقت کا ذکر ایسے موثر انداز میں کیا گیا تھا کہ وفد کے لوگ بغلیں جھانکنے لگے حضرت حسان بن ثابت نے ان کے چھکے چھڑا دیئے۔ ان کا زعم باطل مٹی میں مل گیا۔ فخر ومباہات کے دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے اپنی عظمتوں کے سر بفلک محل زمین بوس ہوتے نظر آئے۔ ان کا ایک سردار مرح کھڑا ہو گیا اور اپنی شکست کو تسلیم کر لیا۔ وہ کہنے لگا نہ ہمارا خطیب آپ کے خطیب کا ہم پلہ ہے اور نہ ہی ہمارا شاعر آپ کے شاعر کے بلند و برتر مقام تک رسائی حاصل کر سکتا ہے جب دلوں پر سے نسلی تفاخر کے پردے ہٹ گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت جوش میں آ گئی۔ ان پر ابر کرم برسا اور غرور وتکبر کے گرد وغبار کو بہا کر لے گیا۔ ان کے قلوب میں قبول حق کی بے پناہ صلاحیتیں بیدار ہو گئیں اسلام کے لئے ان کے دل کشادہ ہو گئے اور سب کے سب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ ان کے قلوب عشق کبریا سے معمور ہو

گئے۔ اسلام قبول کرنے پر حضور ﷺ نے ان کی خوب پذیرائی فرمائی۔ ان کو انعام واکرام سے مالا مال کر دیا۔

(س) اکثر سیرت نگاروں اور مفسرین نے خیال ظاہر کیا ہے کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے مزاج شناس بھی تھے اور معمولات سے بھی باخبر تھے۔ وہ ادب و احترام کے تقاضوں کو خوب سمجھتے تھے اور ملاقات کے لئے اسی وقت حاضر ہوتے جب آپ باہر تشریف فرما ہوتے اور اگر کبھی حضور ﷺ کو باہر تشریف فرما نہ پاتے تو انتظار کرتے کہ حضور ﷺ از خود کاشانۂ نبوی سے برآمد ہوں۔ شدید مجبوری کے بغیر ہرگز زحمت نہ دیتے البتہ اکثر اوقات ملاقات کے لئے ایسے لوگ آ جایا کرتے تھے جو شائستگی کے اعلیٰ معیار پر پورے نہ اترتے تھے۔ وہ کسی خادم کا انتظار کئے بغیر ہی ازواج مطہرات کے حجروں کے چکر کاٹنے لگتے اور حضور ﷺ کا نام لے کر پکارنے لگتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ طریقہ پسند نہ آیا۔

(2) اگلی آیت مبارکہ میں تعلیم دی کہ ان کے لئے بہتر تھا کہ وہ تمہارے باہر آنے کا انتظار کرتے اور صبر کا مظاہرہ کرتے۔

(5) معراج شریف (حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرش معلیٰ پر)

سورہ......النجم......آیات......1-14

﴿اردو ترجمہ﴾

آیت نمبر 1۔قسم ہے ستارے کی جب وہ نیچے اترا۔

آیت نمبر 2۔تمہارا ساتھی نہ بہکا نہ بھٹکا۔

آیت نمبر 3۔وہ کوئی بات اپنی مرضی سے نہیں کرتا۔

آیت نمبر 4۔یہ تو ایک وحی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے۔

آیت نمبر 5۔اسے سکھایا زبردست قوت والے نے۔

آیت نمبر 6۔پھر اس نے بلندیوں کا قصد کیا۔

آیت نمبر 7۔اور وہ افق کے بلند کنارہ پر تھا۔

آیت نمبر 8۔پھر وہ قریب ہوا۔اور قریب ہوا

آیت نمبر 9۔یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

آیت نمبر 10۔پس وحی کی اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی

آیت نمبر 11۔دل نے نہ جھٹلایا جو نظر نے دیکھا۔

آیت نمبر 12۔تو کیا تم ان کے دیکھے ہوئے سے ان سے جھگڑتے ہو؟

آیت نمبر 13۔اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا

آیت نمبر 14۔سدرۃ المنتہٰی کے پاس

﴿وضاحتیں﴾

(1) مفسرین کرام نے پہلی آیت مبارکہ کے لفظ ''نجم'' کے متعدد معنی بیان کئے ہیں مثلاً۔ستارہ۔ستاروں کا جھنڈ ثریا۔ایسی نباتات جو ساق نہیں رکھتی اور زمین پر پھیلی ہوتی

ہے۔قرآن مقدس۔حضرت محمد ﷺ ۔(1)

(3) اگر نجم سے مراد ستارہ لیا جائے تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ قسم ہے ستارے کی جب وہ طلوع ہورہا ہو یا ڈھل رہا ہو۔ان دونو حالتوں میں ستارہ وقت اور سمت کی تعین میں مددگار ہوتا ہے۔بنی آدم کے لئے ستارے کی اس صفت نفع رسانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی ہے۔

(4) جو مفسرین کرام نجم سے مراد حضور ﷺ کی ذات مقدسہ لیتے ہیں ان کے نزدیک اس آیت کا مفہوم یہ ہے: قسم ہے محمد (ﷺ) کے معراج سے واپس آنے کی حضرت امام جعفر صادق نجم سے یہی مراد لیتے تھے۔علامہ آلوسی حضرت سید نعیم الدین مرادآبادی۔احمد رضا بریلوی وغیرہ نے اسی مفہوم کو قبول کیا ہے۔

(5) جواب قسم یہ ہے کہ تمہاری زندگی بھر کا ساتھی ہرگز نہ بھولا اور نہ بھٹکا۔اہل مکہ کو سمجھایا جارہا ہے کہ جس مقدس انسان کی کتاب زیست کا ایک ایک ورق بلکہ ایک ایک حرف تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔جس کے قول پر کبھی کذب وافتراء کی گرد کو تم نے مشاہدہ نہ کیا۔جس کا فعل کبھی معیار شرافت سے نہ گرا جس کی امانت و دیانت کے تم خود گواہ ہو جس کا لڑکپن پاکیزہ اور جوانی بے داغ رہی کیا اب اس عمر میں صراط مستقیم سے روگردانی کرے گا؟ نادانو! تم اس مقدس ہستی کے عقائد پر طعنہ زنی کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں شرماتے جس کے اطوار و افعال اور سیرت و کردار سے اچھی طرح آگاہ ہو۔ان کی حیات طیبہ تو مہکتے ہوئے پھولوں سے زیادہ شگفتہ اور آفتاب عالم تاب کی کرنوں سے زیادہ روشن ہے۔

(6) تیسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوسری آیت کے مضمون کو تقویت بخشی ہے اور اس کی تائید کرتے ہوئے فرمایا ہے میرے محبوب کے لب تو میرے حکم سے حرکت میں آتے ہیں۔وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتے۔ان کے ہاں خواہش نفس کا دور دور تک

---

(1) حضرت امام جعفر صادق کا قول ہے کہ نجم سے مراد اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے معراج سے واپس زمین پر اترنے کی قسم کھائی ہے۔(روح المعانی)

نشان نہیں ملتا ہے۔ ان کا سلسلہ تو وحی الٰہی سے وابستہ ہے۔ جن باتوں پر تم معترض ہو وہ ان پر اپنے خالق کی طرف سے وحی کے ذریعہ نازل کی گئی ہیں۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ چوتھی آیت میں ھو کا مرجع قرآن کریم ہے جبکہ بعض دوسرے مفسرین کا خیال ہے کہ ھو سے مراد قرآن مقدس کے علاوہ ہر وہ بات ہے جو محسن انسانیت۔ ترجمان حقیقت سید عالم ﷺ کی زبان سے نکلتی ہے۔

ایک حدیث(2)

ایک حدیث کا مضمون ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص جو کچھ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے سنتے لکھ لیا کرتے تھے کچھ لوگوں نے ان پر اعتراض کرتے ہوئے مشورہ دیا کہ حضور کی ہر بات نہ لکھ لیا کرو۔ وہ کبھی غصہ میں ہوتے ہیں اور کچھ فرما دیا کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے لکھنا چھوڑ دیا۔ بعد میں جب اس کا ذکر حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں ہوا تو آپ نے فرمایا: ''اے عبداللہ! تم میری ہر بات لکھ لیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے ید قدرت میں میری جان ہے میری زبان سے کبھی کوئی بات حق کے سوا نہیں نکلی''۔

مولانا روم نے اسی حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(7) پانچویں آیت سے لے کر اٹھارویں آیت تک مفسرین کرام میں اختلاف رائے موجود ہے۔ احادیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس اختلاف رائے کو ہوا دینے کی ضرورت نہیں۔ اپنا مقصد تو حضور ﷺ کی شان بیان کرنا ہے۔

پہلے گروہ کے (3) مطابق حضور ﷺ کو قرآن زبردست قوتوں والے جبرئیل امین نے سکھایا جو حضور ﷺ کے فرمان پر اپنی اصلی شکل میں حضور کے سامنے نمودار ہوئے۔

---

(2) ضیاء القرآن ج 5 ص 11

(3) سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ ام المومنین۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ علامہ قرطبی۔ علامہ ابن حجر۔ مولانا مودودی۔

حضور ﷺ غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ جبرئیل امین مشرقی افق سے نمودار ہوئے۔ انہوں نے اپنے چھ سو پروں میں سے صرف دو پر کھولے تھے جس سے وہ آسمان کے مشرق و مغرب میں سما گئے۔ قرآن مقدس آپ کے پاک دل میں اس طرح قرار پکڑ گیا کہ اب اسے بھولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (آیات 7,6,5)

جبرئیل امین مشرقی افق سے نمودار ہوئے اور حضور ﷺ کے قریب آ گئے۔ بہت ہی قریب ہوئے کہ دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ باقی رہ گیا۔ پھر جبرائیل امین نے اللہ کے بندے کو اللہ کی وحی پہنچائی۔ حضور ﷺ نے جب جبرئیل امین کو دیکھا تو دل نے اس کی تصدیق کی کہ واقعی یہ اللہ کا فرشتہ جبرئیل امین ہی ہے۔ کفار کی بدبختی کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ تم اللہ کے رسول ﷺ کے مشاہدات کا انکار کرتے ہو۔ پھر فرمایا کہ تم اللہ کے رسول ﷺ کے ایک بار کے مشاہدہ کا انکار کر رہے ہو حالانکہ انہوں نے تو جبرئیل امین کو دو بار دیکھا ہے۔ دوسری مرتبہ انہوں نے جبرئیل کو سدرۃ المنتہیٰ کے قریب دیکھا جس کے قریب ہی جنتہ الماویٰ ہے۔ (آیات 8 تا 15)

اس وقت انوار و تجلیات نے سدرہ کو ڈھانپ لیا تھا۔ اس حسین و جمیل اور دلاویز منظر کی تصویر کشی کے لئے کسی انسان کے پاس الفاظ نہیں۔ نور و تجلیات کے ان مناظر کو دیکھ کر حضور کی نگاہ نہ تو درماندہ ہوئی اور نہ ہی حد سے تجاوز کیا۔ (آیات 16,17)

(8) اب دوسرے گروہ کی بیان کردہ تفسیر کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے۔ زبردست قوتوں والے خالق ارض و سمٰوات نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو قرآن کی تعلیم سے آراستہ کیا۔ اسی خیال کو سورہ الرحمٰن کی پہلی آیت میں بیان کرتے ہوئے فرمایا جب حضور نے معراج کا ارادہ فرمایا اور افق اعلیٰ تک پہنچے اور پھر مکان کی سرحدوں کو پار کر گئے اور لامکان تک جا پہنچے اپنے خالق و مالک رب انس و جاں کے قریب چلے گئے تو سجدہ میں گر پڑے۔ خالق دو جہاں نے کرم فرمایا اور اتنا قرب عطا فرمایا کہ فاصلہ دو کمانوں یا اس سے بھی کم رہ گیا۔ اس

مقام پر معبود عظیم المرتبت نے اپنے عبد کامل کو وحی کی صورت میں اپنی نوازشات سے مالا مال کر دیا۔ رب دو جہاں کی جن تجلیات کا مشاہدہ حضور ﷺ نے اپنی آنکھوں سے کیا تھا دل نے اس کی تصدیق کر دی۔ اے کفار! تم یہ کیا جھگڑا لے بیٹھے کہ یہ دیکھا اور وہ نہ دیکھا۔ کم دیکھا یا زیادہ دیکھا۔ دیکھا بھی یا نہ دیکھا سب بے سود ہے۔ دکھانے والے خالق کائنات نے جو دکھانا مقصود تھا دکھایا اور دیکھنے والے محبوب رب العلمین نے جو دیکھنا تھا وہ دیکھ لیا اور خوب دل کھول کر اور جی بھر کے دیکھ لیا۔ حضور ﷺ کو رب ارض وسموٰات کے دیدار کی نعمت ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ نصیب ہوئی۔ دوسری مرتبہ یہ کرم سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہوا جس کے قریب ہی جنت الماویٰ ہے۔

راقم نے دونو گروہوں کی آراء قارئین کے مشاہدہ و مطالعہ کے لئے پیش کر دی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی تردید یا قبولیت راقم کے بس کی بات نہیں (اپنے فہم وادراک کی رسائی پر) البتہ اس دور کے عظیم مفسر۔ مفکر اور سیرت نگار پیر محمد کرم شاہ صاحب نے جس طرح دلائل و براھین سے آراستہ ہو کر صحیح روایات کے حوالہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی ملاقات جبرئیل امین سے نہیں اپنے خالق سے ہو رہی ہے۔ روح پرور اور کیف انگیز انداز بیان جو اس ملاقات کے تذکرہ کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ اس سے عیاں ہے کہ ملاقات ایک بندے کی بندے سے نہیں ہو رہی بلکہ بندے کی ملاقات اپنے معبود سے ہو رہی ہے۔ (واللہ اعلم)

ملائکہ میں حضرت جبرئیل امین کو ایک بلند مرتبہ حاصل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ وہ حضور ﷺ کے پاس وحی لاتے ہیں۔ حضور سے ان کی ملاقات فوائد کی حامل ہوتی ہے، لیکن جو سعادتیں اور عظمتیں عابد کو معبود سے مل کر حاصل ہو سکتی ہیں ان کا لطف ہی کچھ اور ہے۔ اس سورہ کی پہلی پندرہ آیات میں اسی ملاقات کا ذکر ہے۔

کفار و مشرکین نے کبھی کھل کر اس امر پر اعتراض نہیں کیا تھا کہ جبرئیل سے آپ

کی ملاقات کب اور کہاں ہوئی۔ ان کا اعتراض تو یہ تھا کہ یہ کلام جو آپ ہمیں سناتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے یہ دراصل اللہ کا کلام نہیں بلکہ آپ خود یہ کلام تیار کرتے ہیں یا کوئی دوسرا شخص آپ کو کلام تیار کر کے دیتا ہے۔ اس کی تردید اس طرح ہونا چاہیئے تھی جس طرح اس سورۂ مقدسہ میں ہے کہ یہ کلام بڑے قوتوں والے حکیم و دانا کا ہے نہ یہ کلام انہوں نے خود گھڑا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے سے اس معاملہ میں مدد لی ہے۔

ان دلائل کے علاوہ صحیح احادیث بھی اس امر کی تصدیق کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کی اللہ تبارک وتعالیٰ سے ملاقات ہوئی۔ ایک حدیث وہ ہے جو ثابت البنانی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس حدیث کو قاضی عیاض نے بہت سراہا ہے اور اسے صحیح ترین قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں وہ حدیث جو حضرت ثابت نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے وہ سب سے زیادہ محفوظ اور اعلیٰ پایہ کی ہے۔ حدیث پاک (4) کا متن ملاحظہ ہو:

''پھر مجھے اور جبرئیل کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرئیل نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ آواز آئی کون ہے؟ کہا میں جبرئیل ہوں۔ پوچھا ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا! محمد (ﷺ) پھر پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے۔ جبرئیل نے کہا! ہاں۔ پس دروازہ کھلا۔ میں کیا دیکھتا ہوں حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں۔ بیت المعمور وہ مقدس مقام ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں لیکن دوبارہ انہیں یہ سعادت کبھی حاصل نہیں ہوتی۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی مانند اور پھل مٹکوں کی برابر ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر جب ڈھانپ لیا اس سدرہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس نے ڈھانپ لیا تو وہ اتنا خوبصورت ہو گیا کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے حسن و جمال کو بیان نہیں کر سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی میری طرف جو وحی فرمائی اور مجھ پر دن رات میں

(4) مسلم شریف ج 1 ص 91

پچاس نماز فرض فرمائیں۔ میں وہاں سے اتر کر موسیٰ کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا فرمایئے آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا۔ میں نے کہا: "پچاس نمازیں" موسیٰ نے کہا اپنے رب کی طرف واپس جایئے اور تخفیف کی التجا کیجئے آپ کی امت اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی میں نے بنو اسرائیل کو آزما کر دیکھا ہے۔ چنانچہ میں اپنے رب کی طرف لوٹا اور عرض کی اے پروردگار! میری امت پر تخفیف فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے پانچ کم کر دیں۔ چنانچہ میں بار بار اپنے رب اور موسیٰ کے درمیان آتا جاتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محبوب! یہ تعداد میں تو پانچ ہیں لیکن حقیقت میں پچاس ہیں۔ آپ کے امتیوں میں سے جس نے نیک کام کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس ارادہ پر عمل نہ کیا تو میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ دوں گا اور اگر اس پر عمل بھی کیا تو دس نیکیاں لکھوں گا اور جس نے برائی کا ارادہ کیا لیکن اس پر عمل نہ کیا تو کچھ بھی نہ لکھا جائے گا اور اگر اس نے برائی کو کیا تو اس کے بدلے ایک گناہ لکھا جائے گا۔ اس کے بعد میں اتر کر موسیٰ کے پاس آیا اور انہیں خبر دی۔ انہوں نے کہا پھر اپنے رب کے پاس جایئے اور تخفیف کے لئے عرض کیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کئی بار اپنے رب کے حضور حاضر ہوا ہوں۔ اب مجھے شرم آتی ہے"۔

اس حدیث پاک سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے اللہ سے ملاقات کی۔ جبرئیل تو سدرہ پر رہ گئے تھے آگے نہ جا سکتے تھے حضور کو اکیلے آگے لے جایا گیا۔ جس وقت حضور پر وحی کی گئی اس وقت جبرئیل وہاں تھے ہی نہیں۔ ثابت ہو گیا کہ وحی کرنے والی رب کائنات کی ذات ہے اور ملاقات بھی اللہ تعالیٰ سے ہوئی۔ موسیٰ نے واپس بھیجا تو جبرئیل کے پاس نہیں بھیجا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور بھیجا۔

دوسری حدیث کا حصہ ملاحظہ فرمایئے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا (5)

(5) مشکوٰۃ شریف و مسلم شریف ج 1 ص 93 (متفق علیہ)

''پھر میں ابراہیم کے پاس سے گزرا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے نبی صالح! مرحبا۔ اے فرزند ارجمند! خوش آمدید۔ میرے پوچھنے پر جبرئیل نے بتایا کہ یہ ابراہیم ہیں۔ (ابن شہاب کہتے ہیں مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس اور ابوحبہ انصاری کہا کرتے تھے کہ) حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہاں سے مجھے اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچ گیا جہاں سے مجھے اقلام تقدیر کے چلنے کی آواز سنائی دینے لگی۔

(ابن حزم اور انس بن مالک کہتے ہیں کہ) حضور علیہ السلام نے فرمایا: وہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ جب میں لوٹا اور موسیٰ کے پاس سے گزرا تو آپ نے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے بتایا ان پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں تو موسیٰ نے کہا اپنے رب کے پاس لوٹ کر جائیے آپ کی امت اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی۔ چنانچہ میں اپنے رب کے حضور میں لوٹ کر گیا اور کچھ حصہ معاف ہوا......''

اس متفق علیہ حدیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس مقام پر حضور علیہ السلام کی رسائی ہوئی اور پچاس نمازیں فرض کی گئیں وہاں تک جبرئیل کی رسائی ہی نہ ہوئی تھی۔ پس جس ملاقات کا ذکر ہے وہ جبرئیل سے نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ خالق ارض وسمٰوات سے ہوئی تھی۔

(9) جس گروہ مفسرین کا خیال ہے کہ ملاقات اللہ تعالیٰ سے ہوئی تھی اس میں صحابہ کرام بھی شامل ہیں اور دیگر مفسرین کرام بھی اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(I) حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہ (6) جو حضور علیہ السلام کے چچا زاد بھائی تھے جلیل القدر صحابی تھے اور علم وفضل میں بلند مرتبہ کے حامل تھے اس امر کے قائل تھے کہ حضور علیہ السلام کی ملاقات اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہوئی۔ ان کا قول ملاحظہ فرمائیے:

''حضرت ابن عباس نے فرمایا محمد رسول اللہ علیہ السلام نے اپنے رب کا دیدار کیا......''

---

(6) متعدد روایات مسلم شریف

(ب) (7) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت عبداللہ بن عباس کے سمجھانے سے اس حقیقت کے قائل ہو گئے۔ تھے کہ ملاقات خالق کائنات سے ہوئی۔

(ج) (8) دوسرے صحابہ میں سے حضرت انس بن مالک جیسے جلیل القدر صحابہ بھی شامل ہیں۔

(د) (9) حضرت خواجہ حسن بصری اس امر کے قائل ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ حضورﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا تو آپ نے یہ جملہ "ہاں! حضور نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا" اتنی مرتبہ دہرایا کہ ان کی سانس ٹوٹنے لگی۔

(ر) مشہور محدث اور سیرت نگار حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے کہ حضورﷺ نے اپنے خالق کا دیدار کیا۔

(س) علامہ سید محمود آلوسی بغدادی جو بلند پایا مفسر ہیں لکھتے ہیں کہ سرور عالمﷺ اپنے رب کریم کے دیدار سے مشرف ہوئے اور حضور کو قرب الٰہی نصیب ہوا"

(ص) (10) مشہور عالم قاضی عیاض اندلسی بھی اس حقیقت کو ماننے والوں میں سے تھے کہ حضورﷺ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا وہ فرماتے ہیں کہ جب عابد اپنے معبود کی کریمانہ عنائتوں اور شفقتوں سے سرشار ادب و احترام سے سر عبودیت خم کئے حاضر تھا تو فرمان جاری ہوا "سل" (مانگ لے جو کچھ مانگنا چاہتا ہے) (حبیب کبریا نے تمہید کے طور پر عرض کیا) اے میرے رب! تو نے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا۔ موسیٰؑ سے کلام فرمایا۔ داؤدؑ کو ملک عظیم عطا کیا اور پہاڑوں کو ان کے لئے مسخر کر دیا۔ سلیمانؑ کو بہت بڑا ملک دیا۔ موسیٰؑ کو تورایت اور عیسیٰؑ کو انجیل عطا فرمائی......

---

(7) اشعۃ اللمعات۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

(8) صحیح مسلم شریف متعدد روایات

(9) روح المعانی علامہ محمود آلوسی بغدادیؒ

(10) کتاب الشفا۔ ج 1 ص 240 مطبوعہ بیروت

یہ سن کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(1) میں نے تجھے اپنا حبیب بنایا۔ (2) تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ (3) تمہاری امت کو اول بھی بنایا اور آخر بھی۔ (4) تمہاری امت پر لازمی قرار دیا کہ اپنے خطبہ میں اقرار کریں کہ تو میرا بندہ بھی ہے اور رسول بھی۔ (5) تمام نبیوں سے پہلے تجھے پیدا فرمایا اور سب سے آخر مبعوث فرمایا۔ (6) تجھے سورہ فاتحہ عطا کی۔ (7) اپنے عرش کے خزانہ میں سے سورہ بقرہ کی آخری آیات تجھے عطا کیں۔ (8) تجھے فاتح بھی بنایا اور خاتم بھی۔

(ط) مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی اپنی تفسیر میں سورہ نجم کی آیات متعلقہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات اللہ سے ہوئی۔ اللہ نے خود وحی فرمائی۔

(ع) مولانا احمد رضا بریلوی بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

(ف) بیسویں صدی کے اعلیٰ مفکر۔ مفسر۔ سیرت نگار فارغ التحصیل جامع ازہر پیر محمد کرم شاہ صاحب نے اس مسئلہ پر اپنی کتب سیرت و تفسیر پر کھلے دل اور کھلے ذہن کے ساتھ بحث کی ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ سورہ النجم کی آیت معراج مصطفوی ﷺ سے متعلق ہیں نہ کہ جبرئیل امین سے حضور ﷺ کی ملاقات کے متعلق بھرپور مطالعہ کے لئے ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

جبرئیل امین کی اصلی شکل دیکھنے کی خواہش

رسول اکرم ﷺ نے جبرئیل امین کو ان کی اصلی ملکی حالت میں دیکھنے کی خواہش کی تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جبرئیل امین کو اپنی اصلی شکل میں حضور ﷺ کے سامنے ظاہر کر دیا۔ اس کا ذکر قرآن مقدس کی سورہ تکویر کی آیت 23 میں ہے۔ اس وقت حضور ﷺ نے جبرئیل کو آسمان کے افق پر دیکھا تھا۔ اس افق کو افق مبین کہا گیا ہے۔ اس سے مراد وہ مقام ہے جہاں زمین اور آسمان ملتے نظر آتے ہیں یا جہاں سورج طلوع ہوتا نظر آتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے استفسار کیا اور

حضور نے فرمایا کہ وہ جبرئیل ہیں وہ اس رویت کے بارے میں تھا جس کا ذکر سورہ تکویر میں کیا گیا ہے۔ سورہ نجم میں افق مبین کے بجائے افق اعلیٰ فرمایا گیا ہے۔ یہ لازمی امر ہے کہ افق اعلیٰ وہ ہوگا جو تمام آفاق سے بلندتر ہوگا اسے فلک الافلاک کا کنارہ کہا جانا چاہیئے۔ مسلم شریف کے شارح حضرت امام نودی کا یہی قول ہے۔ اس طرح وہ اس بات کے قائل ہیں کہ افق اعلیٰ پر حضور ﷺ کی ملاقات خالق ارض و سموٰات سے ہوئی اور افق المبین پر ملاقات حضرت جبرئیل امین سے ہوئی۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ سورہ تکویر اور سورہ النجم میں ایک واقعہ کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ایک جگہ افق مبین کہا گیا اور دوسری جگہ افق اعلیٰ۔

واقعہ معراج

واقعہ معراج حضور ﷺ کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ واقعہ طائف کے بعد ایک روز اللہ کے رسول ﷺ حطیم میں سوئے تھے کہ جبرئیل امین ایک سواری براق لے کر حاضر ہوئے حضور کو بیدار کیا اور براق پر سوار کرا کے مسجد اقصیٰ میں لے گئے تمام انبیاء وہاں پہلے موجود تھے۔ حضور نے امامت کے فرائض انجام دیئے اور جملہ انبیاء نے ان کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ اب آسمانی سفر شروع ہوا تو سواری بھی تبدیل کر دی گئی۔ مختلف آسمانوں پر مختلف انبیاء نے آپ کا استقبال کیا۔ چھٹے آسمان پر موسیٰ اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ آگے بڑھے تو سدرۃ المنتہیٰ مقام پر جا پہنچے۔ جبرئیل امین آگے نہیں جا سکتے تھے۔ حضور ﷺ نے وجہ پوچھی تو بقول شاعر عرض کرنے لگے:

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

حضور ﷺ آگے تشریف لے گئے۔ اپنے خالق کا قرب نصیب ہوا۔ اپنے اللہ کا دیدار نصیب ہوا۔ پچاس نمازیں فرض ہوئیں بعد میں تخفیف کر کے پانچ کر دی گئیں۔ معبود نے اپنے عابد پر وحی کی۔ کیا کیا عنایات ہوئیں اللہ جانے اور اللہ کا رسول۔ جنت اور دوزخ کے مشاہدات فرمائے۔ پھر واپس تشریف لے آئے۔ ان سارے معاملات پر

رات کا ایک معمولی حصہ صرف ہوا۔

اگلی صبح حضور نے اپنے سفر معراج کا اعلان کر دیا۔ مشرکین نے خوب اعتراضات وارد کیئے۔ بیت المقدس اور مسجد اقصٰی کے بارے میں سوالات پوچھے جن کے جوابات حضور ﷺ نے دیئے۔ شام کی طرف جانے اور شام سے واپس مکہ آنے والے اپنے قافلوں کے بارے میں پوچھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان قافلوں کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ اس کے باوجود بدنصیب دولت ایمان سے محروم رہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے واقعۂ معراج کی تصدیق کر کے اپنے رب کریم سے صدیق کا خطاب پالیا لیکن ابوجہل اور اس کے حواری انکار کر کے راندۂ درگاہ رب غیور قرار دیئے گئے۔

معراج اور دور حاضر

دور حاضر میں معراج کے حوالہ سے بھی لوگوں کے کئی فرقے ہیں۔

(1) منکرین معراج: مشرکین و کفار کا وہ فرقہ جو ہمارے آقا سید عالم ﷺ کی رسالت و نبوت کا ہی اقرار نہیں کرتا وہ بھلا معراج کی عظمتوں کا اقرار کس طرح کرے گا۔

(2) معراج کو خواب قرار دینے والے۔ اس عقیدہ کے حامل کہتے ہیں کہ معراج عالم خواب کا ایک واقعہ ہے۔ عالم بیداری میں جسم کے ساتھ معراج نہیں ہوا۔

(3) ایک طبقہ معراج کا قائل ہے۔ اس بات کا بھی قائل ہے کہ یہ خواب کا معاملہ نہیں بلکہ حضور ﷺ کو اپنے جسم اطہر کے ساتھ معراج کے لئے لے جایا گیا لیکن اللہ رب العزت کا دیدار اپنی جسمانی آنکھوں سے نہیں ہوا۔

(4) ایک طبقہ جسمانی معراج کا بھی قائل ہے اور اس امر پر بھی یقین رکھتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے خالق کے حضور حاضر ہوئے۔ اپنے آنکھوں سے اپنے رب کا دیدار کیا۔ احکامات حاصل کیے۔ جنت اور دوزخ کے مختلف واقعات کا مشاہدہ فرمایا اور واپس تشریف لائے۔

(6) حضور ﷺ کو اللہ نے علم بھی خود سکھایا اور فن خطابت سے بھی نوازا

سورہ......الرحمٰن...... آیات......1 تا 4

﴿اردو ترجمہ﴾

''رحمٰن نے سکھایا ہے قرآن (اپنے حبیب کو) انسان کو پیدا فرمایا
اسے (قرآن کا) بیان سکھایا''۔

﴿وضاحتیں﴾

(1) جب قرآن مقدس کا نزول شروع ہوا تو مشرکین مکہ نے اسے اللہ تعالیٰ کا کلام ماننے سے انکار کر دیا اور طرح طرح کی خیال آرائیاں کرنے لگے کبھی کہتے کہ یہ تو محمد (ﷺ) کا اپنا کلام ہے۔ کبھی کہتے کہ ان کا اپنا کلام تو نہیں کوئی دوسرا بشر ان کو سکھاتا ہے۔ کم عقل ایک غلام کا نام لیا کرتے تھے جو عجمی تھا عربی زبان جانتا ہی نہ تھا۔ ان کے طرح طرح کے اعتراضات پر اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ یہ کلام تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے جو رحمٰن ہے اور وہ ہی اپنے پاک رسول کو سکھاتا ہے۔

(2) جب اس مقدس آیت کا نزول ہوا جس میں رحمٰن کو سجدہ کرنے کا حکم تھا تو مشرکین مکہ کہنے لگے ہم تو کسی رحمٰن کو نہیں جانتے اس پر یہ سورہ نازل ہوئی اور اعلان کیا گیا کہ رحمٰن وہ ہے جس نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو قرآن سکھایا۔

(3) الرحمٰن مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے حد سے زیادہ رحمت کرنے والی ذات۔ رحمٰن کا دست کرم اتنا کشادہ ہے کہ کسی کو بھی محروم نہیں رہنے دیتا۔ اپنے بے گانے سب اس کے در سے استفادہ کر رہے ہیں۔ مطیع و منکر سب اس کے دستر خوان پر پل رہے ہیں۔ ہر کوئی اس کے احسانات میں دبا ہوا ہے۔ تخلیق کرنا اس کا احسان ہے راہ ہدایت پر گامزن کرنا اس کی عنایت ہے۔ حشر کے دن بخشنا اس کا کام ہے۔

(4) قرآن صحیفہ رشد ہدایت ہے۔قرآن ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔قرآن ہی ہے جس کے نور سے کفر وشرک کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں اور توحید ورسالت کی عطر بیز ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔ ہر طرف ہدایت کی روشنیاں جگمگانے لگتی ہیں۔قرآن مقدس بندے کو اللہ سے ملا دیتا ہے۔انسان کا خالق سے ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑ دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس سورہ میں سب سے پہلے اسی احسان کو ذکر کیا ہے۔

(5) اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کو قرآن کی تعلیم دی۔ اگرچہ اس فعل کا فاعل اور ایک مفعول تو موجود ہے لیکن علم کا دوسرا مفعول موجود نہیں ہے۔سکھانے والا تو رحمٰن ہے۔کیا سکھایا؟ اس کا ذکر بھی موجود ہے۔کس کو سکھایا؟ اس کا ذکر نہیں ہے لیکن اس سے کچھ فرق نہیں پڑا کیونکہ دوسرا مفعول اس قدر نمایاں اور عیاں ہے کہ کسی کو بھی یہ سمجھنے میں تردد نہیں ہوتا تاکہ یہاں مراد آمنہ کے لال ہیں۔عبداللہ کے در یتیم ہیں۔قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کو سکھایا گیا ہے۔

(6) حضور ﷺ کے اوصاف عالیہ میں سے ایک وصف امی ہونا ہے اور امی کے معنی ناخواندہ یا انپڑھ کے ہرگز نہیں ہیں۔ان آیات مقدسہ کی موجودگی میں کوئی جاہل ہی یہ معنی مراد لے سکتا ہے۔امی کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے دنیا کے کسی معلم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔جس کا معلم رب عرش وفرش ہو۔جس کو تعلیم دینے والا علام الغیوب ہو اسے دنیا کے کسی معلم کی احتیاج ہرگز نہیں ہوتی۔

(7) حضور ﷺ کو قرآن سکھانے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بطور فاعل اپنا جو صفاتی نام رحمٰن استعمال فرمایا ہے اس سے ان شفقتوں اور چاہتوں کا پتہ چلتا ہے جو خالق ارض وسمٰوات کو اپنے عبد کامل کے ساتھ تھیں۔کیسے کیسے محبت بھرے انداز سے سکھایا ہوگا! دنیا بھر کے معلمین کے لئے یہاں سبق موجود ہے کہ درس وتدریس کے لئے معلم کا شفیق اور ہمدرد ہونا ضروری ہے۔

(8) تیسری آیت میں جس انسان کی تخلیق کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ انسان کامل ہے۔ مفسرین کا قول ہے کہ یہاں مراد اللہ تعالیٰ کے پاک (1) رسول ﷺ ہیں۔

(9) چوتھی آیت میں یہ فرمایا کہ اپنے پیارے حبیب کو بیان کی تعلیم دی۔ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینے کی صلاحیتیں عطا کیں ایسی تربیت فرمائی کہ ذہن مقدس سے قرآن کی جو بات نکلتی ہے وہ سیدھی دل میں جا گھر کرتی ہے۔ لوگوں کو خبردار کیا جارہا ہے کہ نزول قرآن بھی اللہ کی طرف سے ہے اور جس موثر اور دل نشین انداز سے اسے لوگوں کے قلوب میں اتارا جارہا ہے وہ بھی قادر مطلق کا عطا کردہ ہے۔

مدارس میں تعلیم دینے کے لئے اساتذہ کو تیار کیا جاتا ہے۔ پہلے انہیں تعلیم دی جاتی ہے اور پھر تربیت۔ معلم انسانیت و شرافت کو تعلیم بھی خالق ارض و سموات نے دی اور تربیت بھی۔

(1) مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی۔ مولانا پانی پتی حضرت ابن عباس رض

(7) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت

سورہ......الصّف......آیت......6

﴿اردو ترجمہ﴾

”......اور خوش خبری دینے والا ہوں اپنے بعد آنے والے ایک نبی کی جس کا نام گرامی احمد ہوگا۔ پس جب وہ (احمد) ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ تو کھلا جادو ہے“

﴿وضاحتیں﴾

(1) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ کا نام نامی اور اسم گرامی ”احمد“ بیان کر کے آپ کی آمد کی گواہی دی۔

(ا) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم رسول مقبول ﷺ کی اجازت سے ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی عیسائی تھا۔ وہ کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہی رسول ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔ اگر امور سلطنت کی پابندیاں نہ ہوتیں تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کفش برداری کی خدمت بجالاتا۔

(ب) حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے استفسار کیا:

یا روح اللہ! کیا ہمارے بعد کوئی اور امت بھی ہے؟

فرمایا: ہاں! احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت۔ وہ لوگ حکماء، علماء۔ ابرار و اتقیا ہیں اور فقہ میں نائب انبیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے تھوڑے رزق پر راضی اور اللہ تعالیٰ ان سے تھوڑے عمل پر راضی۔

(ج) یہ امر ہر طرح پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ حضور ﷺ کا ایک اسم پاک احمد بھی ہے۔

حضور ﷺ کی ایک حدیث پاک حضرت جبیر بن مطعم نے روائت کی ہے حضور نے ارشاد فرمایا:

''میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں ۔ میں الحاشر ہوں۔لوگوں کا حشر میرے قدموں میں ہوگا۔

(د) حضرت حسان بن ثابت شاعر دربار مصطفوی ہیں۔ انہوں نے حضور ﷺ کی نعتیں کہی ہیں۔ان کے ایک شعر کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔فرماتے ہیں:۔

''اللہ تعالیٰ۔ حاملین عرش اور تمام پاکیزہ لوگ اس مبارک ہستی پر درود و سلام بھیجیں جس کا اسم گرامی احمد ہے'' احمد کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں۔ایک معنی ہیں'' وہ شخص جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والا ہو''۔ دوسرے معنی ہیں'' وہ شخص جس کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی ہو۔

عرب کے لٹریچر میں حضور ﷺ سے قبل کسی شخص کا نام احمد نہیں گذرا۔حضور ﷺ کے بعد لاکھوں انسانوں کے نام احمد یا غلام احمد رکھے گئے اور آج تک رکھے جارہے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے آج تک یہ نام معروف ومشہور رہا ہے۔

ثابت ہوا کہ احمد حضور ﷺ کا اسم مبارک ہے اور اس سلسلہ میں دشمنان دین کا پروپگنڈہ قطعاً بے بنیاد ہے اور کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔

(2) جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی کے مطابق تشریف لے آئے اور روشن معجزات کے ذریعے اپنی صداقتوں اور رفعتوں کے شواہد فراہم کر دیئے تو ان ظالموں نے آپ کو اللہ تعالیٰ کا فرستادہ رسول ماننے سے انکار کر دیا اور طرح طرح کے حیلے بہانے کرنے لگے۔ حضور ﷺ کے شاندار معجزات کو جادو قرار دینے لگے۔

بعض مفسرین نے یہاں ''سحر مبین'' سے مراد کھلا جادو کے بجائے کھلا فریب اور دھوکہ لیا ہے۔عربی لغت میں سحر کے معنی جادو کے علاوہ فریب اور دھوکہ کے بھی بیان ہوئے

ہیں۔ اس لحاظ سے آیت کے معنی یہ ہوئے کہ جب وہ پاک نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے مطابق بین نشانیوں کے ساتھ تشریف لائے تو انہوں نے (عیسائیوں نے) حضور ﷺ کے دعوائے نبوت کو فریب قرار دے کر ماننے سے انکار کر دیا۔

حضور ﷺ کے حق میں بشارتیں

حدیث

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ وہ مقوقس بادشاہ کے پاس گئے اس نے ان سے کہا محمد (ﷺ) نبی اور رسول ہیں۔ اگر وہ قبط (مصر) یا روم میں ہوتے تو سب ان کی پیروی کرتے۔ مغیرہ کہتے ہیں اس کے بعد میں نے سکندریہ میں اقامت اختیار کر لی اور کوئی کنسیہ ایسا نہ چھوڑا جہاں میں نہ گیا ہوں۔ میں قبط اور روم کے تمام اسقفوں کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ جو کچھ تم نے اپنی کتابوں میں حضور اکرم ﷺ کی صفتیں پائی ہیں بیان کرو۔ وہاں ان کا ایک بڑا مذہبی پیشوا تھا۔ لوگ اس کے پاس اپنے بیماروں کو دعا کے لئے لاتے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا۔ انبیاء میں سے کوئی نبی آنے والا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ وہ آخری نبی ہیں۔ ان کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ بلاشبہ عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں ان کے اتباع کا حکم دیا ہے۔ وہ نبی عربی امی ہے۔ اس کا نام احمد ہے۔ نہ دراز قد ہے نہ کوتاہ قد۔ اس کی دونو آنکھوں میں سرخی ہے نہ سفید رنگ ہے نہ سیاہ رنگ۔ اس کے بال گچھے دار ہیں۔ وہ سخت اور کھردرا لباس پہنتا ہے اور کھانے میں جو مل جائے اس پر قناعت کرتا ہے۔ اس کے کندھے پر تلوار ہے اور جو بھی اس کے مقابل آئے اس سے وہ خوف نہیں کرتا۔ قتال میں وہ پہل نہیں کرتا۔ اس کے اصحاب ہوں گے جو اپنے آپ کو اس پر فدا کریں گے۔ وہ اپنے آباء و فرزندوں سے کہیں زیادہ اس سے محبت کریں گے۔ ان کا ظہور اس مقام پر ہو گا جہاں "سلم" کے درخت ہیں۔ وہ ایک حرم

سے نکل کر دوسرے حرم کی طرف ہجرت کریں گے۔ وہ زمین شور سے نخلستان کی طرف ہجرت کریں گے۔ وہ تہبند پہنے گا۔ وہ اعضاء کے کناروں کو دھوئے گا (مراد وضو ہے) اس میں ایسی خاص صفتیں ہوں گی جو کسی نبی میں نہیں ہیں۔ ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوا ہے مگر وہ سارے جہان کے لئے مبعوث ہوں گے اور ساری زمین اس کے لئے سجدہ گاہ بنا دی جائے گی اور زمین کو پاک کرنے والا جہاں بھی نماز کا وقت آئے وہیں مٹی سے تیمم کر کے نماز ادا کرے گا (اگر پانی دستیاب نہ ہو)۔ جب حضرت مغیرہ اس سفر سے واپس آئے تو اسلام لے آئے اور جو کچھ سن کر آئے تھے اس کی خبر حضور ﷺ اور صحابہ کو دی۔

حدیث: حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ جب اللہ کے رسول نے اعلان نبوت فرمایا اور مکہ میں اس کی مشہوری ہوئی میں شام کی طرف چلا گیا۔ میں بصریٰ پہنچا تو نصاریٰ کی ایک جماعت مجھے ملی اور پوچھا۔ ''کیا تم حرم مکہ سے آئے ہو''؟ میں نے کہا ''ہاں'' وہ کہنے لگے: ''کیا تم اس شخص کی صورت پہچانتے ہو جس نے تم میں سے نبوت کا دعویٰ کیا ہے''؟

میں نے کہا: ''ہاں! میں پہچانتا ہوں''۔

انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک ایسے عبادت خانہ میں لے گئے جس میں بے شمار تصویریں اور تمثیلیں آویزاں تھیں۔

انہوں نے پوچھا: ''غور سے دیکھ کر بتاؤ کیا ان میں اس کی شبیہ ہے جس نے تم میں سے دعویٰ کیا ہے''؟

ان تصاویر میں سے مجھے کوئی ایسی تصویر نظر نہ آئی پھر وہ مجھے ایک اور بڑے عبادت خانے میں لے گئے جس میں پہلے سے زیادہ تصاویر آویزاں تھیں۔

وہ کہنے لگے: ''ان تصاویر کو غور سے دیکھ کر بتاؤ۔ کیا ان میں سے کسی میں وہ نظر آتے ہیں؟''

میں نے غور سے دیکھا تو دو تصویروں میں مجھے حضور اور ابوبکر صدیق کے نقوش واضح نظر آنے لگے۔ حضرت ابوبکر حضور کا زانوے مبارک پکڑے ہوئے تھے۔ میں نے یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ کیا کہتے ہیں فوری طور پر تصاویر کی نشان دہی نہ کی میں حضور کے بارے میں ان کے تاثرات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ جب انہوں نے حضور علیہ کی خوب تعریف کی تو میں نے نشان دہی کر دی۔

پھر انہوں نے پوچھا: ''بتاؤ ان کے زانو کے ساتھ یہ کون شخص ہے''؟

میں نے کہا: ''یہ ان کے ساتھی ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ قریش ان کو قتل کر دیں گے''۔

وہ کہنے لگے: ''خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ وہ ہرگز انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ وہ نبی آخرالزماں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں سب پر غالب کرے گا''۔

حدیث: سیدہ عائشہ طیبہ طاہرہ کے حوالہ سے ہشام بن عروہ روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی تجارت کی غرض سے مکہ مکرمہ میں مقیم تھا۔ حضور علیہ کی ولادت کی رات وہ قریش کی محفل میں جا کر بیٹھا اور پوچھا کیا آج کی رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ قریش نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ وہ کہنے لگا: ''اے قریشیو! تلاش کرو۔ جیسا میں کہہ رہا ہوں وہ آج پیدا ہوا ہے۔ اس کا نام احمد ہے وہ اس امت کا نبی ہے اور اس کے دونو شانوں کے درمیان ایک نشان ہے جس میں بال ہیں''۔

قریش یہودی کی بات پر تعجب کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے وہ اپنے گھروں میں آئے تو پتہ چلا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ وہ یہودی کے پاس واپس آئے اور اطلاع دی کہ ہمارے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ یہودی کے کہنے پر وہ اسے حضرت عبداللہ کے گھر لے گئے۔ یہودی کے پاس جب حضور کو لایا گیا تو وہ پشت پر مہر نبوت دیکھ کر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو قریش نے وجہ دریافت کی اور بے ہوش ہو جانے پر اظہار افسوس کیا۔ یہودی کہنے لگا اب بنو اسرائیل سے نبوت جاتی رہی اور

ان کے ہاتھوں سے کتاب نکل گئی۔ یہ مولود انہیں مارے گا اور ان کے احبار و علماء کو قتل کرے گا۔ اب عرب نے نبوت کو پالیا۔ اے معشر قریش تمہیں خوشی مبارک ہو۔ آگاہ رہو مشرق سے مغرب تک تمہار اغلبہ اور دبدبہ ہوگا۔

حدیث: حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب امہاۃ المومنین میں سے ہیں۔ ان کے والد یہودی قبیلہ کے سردار تھے۔ فرماتی ہیں: ''جب حضور ﷺ نے قدم رنجہ فرمایا اور قبا میں قیام کیا تو میرے باپ حیی بن اخطب اور چچا یاسر بن اخطب حضور ﷺ کو رات کے اندھیرے میں دیکھنے کے لئے گئے۔ رات گئے گھر لوٹے۔ میں نے دیکھا وہ انتہائی بوجھل۔ کسل مند اور حد درجہ غم واندوہ میں تھے جس کا میں اندازہ نہیں کر سکتی۔ وہ گھر میں آ کر پڑ گئے۔ میں چونکہ ان کے نزدیک اولاد میں سب زیادہ عزیز اور پیاری تھی تو اپنی دیرینہ عادت کے مطابق ان کے پاس چلی گئی مگر وہ غم واندوہ کے بوجھ تلے اتنے شکستہ اور مخزون تھے کہ انہیں اتنی فرصت اور طاقت نہ ہوئی کہ وہ میرے طرف التفات کر سکتے۔ اسی حالت کے دوران میرے چچا نے میرے باپ سے پوچھا: ''کیا یہ وہی نہیں۔ کیا یہ وہی آخرالزمان نبی ہیں جن کی توصیف ہم توریت میں پڑھتے آئے ہیں؟''

میرے باپ نے کہا یہ وہی ہیں۔ خدا کی قسم یہ وہی ہیں''۔

چچا نے پھر پوچھا: کیا تم یقین سے جانتے ہو کہ وہی ہیں؟''

میرے باپ نے کہا: خدا کی قسم یقین سے جانتا ہوں کہ وہی ہیں''

چچا نے پوچھا: ''اپنے دل میں اس کے بارے میں کیا پاتے ہو؟'' محبت یا عداوت؟

باپ نے کہا: عداوت۔ واللہ جب تک میں زندہ ہوں اس کی عداوت میں کوشاں رہوں گا۔''

اس طرح یہ دونو حضور اکرم ﷺ کی عداوت میں شقی ازلی اور گرفتار وبال ابدی ہو گئے۔

تبع بادشاہ کا محل

طائف کے ایک بادشاہ تبع کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے آیا۔ اس کے ساتھ تورات کے چار سو علماء تھے۔ یہودیوں کے ایک بڑے عالم سامول نے اسے بتایا کہ یہ شہر بے حد متبرک ہے اور نبی آخرالزماں کی ہجرت گاہ ہے۔ وہ نبی مکہ سے ہجرت کر کے یہاں آئے گا۔ یہ واقعات سن کر اس کے ساتھ آئے ہوئے چار سو علماء نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ تبع بہت زیادہ متاثر ہوا۔ تبع حضور ﷺ کی بعثت سے سینکڑوں سال قبل ہی آپ پر ایمان لے آیا۔ اس نے اپنے چار سو علماء کو نہ صرف مدینہ میں رہائش کی اجازت دے دی بلکہ ان کے لئے چار سو مکانات تعمیر کروائے ایک محل حضور ﷺ کے لئے تعمیر کروایا۔ اس نے حضور ﷺ کے نام ایک عریضہ بھی تحریر کیا اور اسے ایک سنہری ڈبیہ میں بند کر کے اپنے بڑے پادری کے سپرد کر دیا۔ واپس جاتے وقت اسے ہدایت کی کہ اگر اس کی زندگی میں حضور تشریف لے آئیں تو خود یہ عریضہ پیش کرے ورنہ اس کے بارے میں وصیت کر جائے۔ تبع نے اس خط میں اپنے ایمان کا اظہار کیا۔ حضور ﷺ کی محبت کا اقرار کیا اور چند اشعار تحریر فرمائے۔

حضور ﷺ کی ہجرت کے وقت تک وہ مکان جو اس نے تعمیر کروایا تھا وہ کسی نہ کسی شکل میں موجود تھا اور اس میں حضرت ابوایوب انصاری قیام پذیر تھے خط بھی ان کے قبضہ میں تھا جو انہوں نے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔

(8) عزت ساری اللہ اور اس کے رسول کی ہے

سورہ......المنافقون......آیت......8

﴿اردو ترجمہ﴾

''منافقوں کا کہنا ہے کہ اگر ہم مدینہ واپس گئے تو عزت والے وہاں سے ذلیلوں کو نکال دیں گے۔ اور عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے۔ اس کے رسول کے لئے ہے اور ایمان والوں کے لئے ہے''

﴿وضاحتیں﴾

(1) تاریخی پس منظر (شان نزول)

بنی (1) مصطلق کو شکست دینے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ ابھی مریسیع نامی کنوئیں پر قیام فرماتے کہ وہاں ایک واقعہ پیش آیا۔ کنوئیں میں سے پانی نکالنے پر وہاں دو آدمیوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ ان میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ملازم تھا اور دوسرا شخص قبیلہ خزرج کا حلیف تھا۔ زبانی تلخ کلامی کے بعد نوبت لڑائی اور مار کٹائی تک جا پہنچی۔ فاروق اعظم کے غلام نے دوسرے آدمی کو زدوکوب کیا۔ اس نے انصار کی دہائی مچا دی۔ انصار بھاگے چلے آئے۔ دوسرے نے مہاجرین کو مدد کے لئے پکارا۔ وہ بھی موقعۂ واردات پر پہنچ گئے۔ اس موقعہ پر عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین نے کھل کر اہل اسلام کی مخالفت کی اور انصار کو خوب بھڑکایا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ انصار و مہاجرین جن کو حضور ﷺ نے اخوت کے رشتہ میں منسلک کر دیا تھا ان میں تلواریں چل جائیں تاکہ مسلمانوں کا اتفاق واتحاد پارہ پارہ ہو جائے۔ قوی امکان تھا کہ عبداللہ ابن ابی کی چال کامیاب ہو جاتی کہ اللہ کے رسول ﷺ شور سن کر وہاں تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟

تم لوگ کہاں اور یہ جاہلیت کی پکار کہاں!

چھوڑ دو۔ یہ بڑی گندی چیز ہے۔

---

(1) بعض مفسرین نے اس واقعہ کو غزوہ تبوک سے متعلق بیان کیا ہے۔ لیکن اکثر سیرت نگار اسے غزوہ بنو مصطلق سے متعلق ہی قرار دیتے ہیں (مدارج النبوت۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

یہ سن کر مسلمانوں کو ہوش آ گیا۔ جہالت کا غلبہ جب ان سے دور ہو گیا تو دونو لڑنے والوں کی آپس میں صلح کرادی اور سنان نے جہجاہ (2) کو معاف کر دیا۔

اس واقعہ کے فوراً بعد وہ لوگ جن کے دلوں میں منافقت کا ذرا بھر بھی اثر تھا عبداللہ ابن ابی کے پاس جمع ہوئے۔ لوگوں نے اسے کہا ہمارا خیال تھا کہ مدافعت پر ڈٹے ہوئے ہو لیکن آج کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ تم بھی ان ''بھیک منگوں'' کے خیر خواہ بن گئے ہو۔ وہ لعین تو پہلے ہی بھرا بیٹھا تھا۔ ان کی طعنہ زنی سن کر بھڑک اٹھا اور کہنے لگا۔ ''یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہی کیا دھرا ہے۔ تم نے ان لوگوں کو اپنے ملک میں جگہ دی۔ ان پر اپنے مال تقسیم کئے یہاں تک کہ اب یہ لوگ پھل پھول کر خود ہمارے ہی حریف بن بیٹھے ہیں۔ ان پر تو یہ مثل ثابت آتی ہے کہ اپنے کتے کو کھلا پلا کر موٹا کرتا کہ تجھے ہی پھاڑ کھائے تم لوگ ان سے ہاتھ روک لو تو یہ چلتے پھرتے نظر آئیں۔ خدا کی قسم مدینے واپس پہنچ کر ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو نکال دے گا''۔

یہ واقعہ ایک نوعمر صحابی حضرت زید بن ارقم نے خود سنا اور جا کر سچ سچ حضور علیہ وسلم کو بیان کر دیا۔ آپ نے عبداللہ ابن ابی کو بلوا کر پوچھا تو وہ صاف مکر گیا اور بدنصیب کہنے لگا میں نے ہرگز ایسی کوئی نہیں کی۔ قسمیں کھا کھا کر یقین دلانے کی کوشش کرتا رہا۔ حضور علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ حضرت فاروق اعظمؓ بار بار اجازت طلب کرتے رہے کہ مجھے اس منافق کی گردن کاٹنے دیجئے۔ حضور نے منع فرما دیا۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی مشورہ دیا کہ اگر مجھے اجازت دینا مناسب خیال نہیں فرماتے تو انصار میں سے کسی مخلص مومن معاذؓ بن جبل۔ سعد بن معاذؓ یا محمد بن مسلمہ کو حکم دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دیں۔ حضور نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو۔ لوگ کہیں گے محمد اپنے ہی ساتھیوں کی گردنیں کاٹنے لگا ہے''۔

---

(2) اگرچہ جھگڑے والے مہاجر اور انصاری صحابی کے ناموں میں اختلاف موجود ہے لیکن اکثر مفسرین اور سیرت نگاروں نے یہی نام سنان اور جہجاہ ہی لکھے ہیں (ضیاء النبی ج 3 ص 636)

حضور ﷺ انسانی نفسیات کو خوب جانتے تھے۔ اس بات کا قوی امکان تھا کہ جذبات پھر بھڑک اٹھیں۔ آپ نے کوچ کا حکم صادر کر دیا۔ اور مسلسل ایک شب و روز سفر جاری رکھا۔ جب پڑاؤ کا حکم صادر فرمایا تو تھکے ماندے لوگ زمین پر لیٹتے ہی سو گئے اور کئی گھنٹوں تک سوتے رہے۔ جب بیدار ہوئے تو اس واقعہ کے اثرات کافی حد تک ذہنوں سے محو ہو چکے تھے۔ اس کوچ کے بارے میں لوگوں کو تعجب تھا۔ انصار کے مشہور سردار نے تو اس کا اظہار بھی حضور کے سامنے کر دیا۔ کہنے لگے:

اسید بن حضیر: یا رسول اللہ! آج آپ نے ایسے وقت کوچ کا حکم دیا جو سفر کے لئے موزوں نہ تھا اور آپ کبھی ایسے وقت میں سفر کا حکم نہیں دیا کرتے تھے؟

حضور نے فرمایا: تم نے سنا نہیں کہ تمہارے اس صاحب نے کیا کہا ہے؟

اسید بن حضیر: ''کون صاحب؟''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''عبداللہ ابن ابی نے''

اسید بن حضیر: ''اس نے کیا کہا ہے؟''

حضور ﷺ: ''وہ کہتا ہے کہ مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلیل کو نکال باہر کرے گا''

اسید بن حضیر: ''یا رسول اللہ! خدا کی قسم عزت والے تو آپ ہیں اور ذلیل وہ ہے۔ آپ جب چاہیں اسے مدینہ سے نکال سکتے ہیں'' جب یہ بات پختہ ایمان رکھنے والے انصار صحابہ میں عام ہو گئی تو انہوں نے عبداللہ ابن ابی کو مجبور کرنا شروع کر دیا کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے جرم کا اعتراف کرے اور معذرت طلب کرے۔ یہ سن کر وہ تیرہ باطن بھڑک اٹھا اور کہنے لگا: واہ! یہ خوب رہی۔ تم نے مجھے کہا ان پر ایمان لاؤ میں ایمان لے آیا۔ تم نے کہا زکوٰۃ ادا کرو میں نے زکوٰۃ ادا کی۔ اب یہ کسر رہ گئی ہے کہ میں محمد کو سجدہ کروں۔

حضور ﷺ کے عشق و محبت میں سرشاری کا ایک نادر نمونہ ملاحظہ ہو۔ جب لشکر مدینہ طیبہ میں داخل ہونے لگا تو اس رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ تلوار سونت کے اس کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: خدا کی قسم! آپ مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک اللہ کے رسول اس کی اجازت نہ دیں۔ آپ نے کہا تھا کہ مدینہ

پہنچ کر عزت والا ذلیل کو نکال دے گا۔ اب آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ عزت آپ کی ہے یا اللہ اور اس کے رسول کی"۔

یہ سن کر عبداللہ ابن ابی حیران و ششدر رہ گیا۔ اسے اپنے بیٹے کی طرف سے ایسے اقدام کی ہرگز توقع نہ تھی کیونکہ وہ بے حد مودب اور نیک فطرت تھے۔ وہ اسی عالم اضطراب میں چیخ چیخ کر لوگوں کو کہنے لگا۔ لوگو! دیکھو۔ یہ میرا بیٹا ہے اور مجھے مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے رہا"۔ لوگوں نے حضور ﷺ کو جا کر بتایا۔ آپ نے فرمایا عبداللہ کو کہو اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے سے نہ روکے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ نے اپنے باپ کو مدینہ میں داخلہ کی اجازت دے دی۔

غزوہ (3) سے واپسی پر آیت مبارکہ نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ساری عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔

(2) مشرکین اور منافقین یہ سمجھتے تھے کہ انسان کی عزت اس امر میں ہے کہ اس کی رہائش کے لئے عالیشان محلات ہوں۔ اس کے جسم پر زرق برق لباس ہو۔ اس کے دستر خوان پر طرح طرح کے لذیذ کھانے موجود ہوں۔ وہ شان و شوکت اور کروفر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے عشرت کدہ سے برآمد ہو تو خوشامد کرنے والے جھک جھک کر سلام کریں اور کورنش بجالاتے ہوئے اس بات کا اعلان کریں کہ "ہمچو ما دیگرے نیست"۔ وہ بد بخت اس گھٹیا سوچ کی بنا پر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر زبان طعن دراز کرتے تھے کہ ان کے پاس محلات تو کیا سر چھپانے کے لئے چھت موجود نہ تھی۔ لباس فاخرہ کا تو ذکر ہی کیا

---

(3) بعض سیرت نگاروں نے اس غزوہ کا نام کنویں کے نام کی وجہ مریسیع بھی لکھا ہے۔ یہ غزوہ ماہ شعبان 5ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ (حضرت قتادہ)

عبداللہ ابن ابی بدبخت کے قسم کھانے سے حضور ﷺ نے اس سے درگذر فرمایا تو حضرت زید بن ارقم بہت پریشان ہوئے۔ وہ اپنے دل میں یہ سمجھنے لگے کہ حضور انہیں غلط نہ سمجھتے ہوں۔ وہ صدمے کی وجہ سے خانہ نشین ہو گئے۔ سورہ منافقون نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے ان کو بلوایا اور حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی ہے۔ (بخاری شریف۔ ابن ہشام)

اکثر تن ڈھانپنے کے لئے ان کے پاس پورا لباس نہیں ہوتا تھا۔ وہ انواع و اقسام کے کھانوں کے بجائے روٹی کے خشک ٹکڑے پانی میں بھگو کر بھی پیٹ بھر لیا کرتے تھے۔

وہ بد بخت یہ نہیں جانتے تھے کہ انسان کی عزت و وقار کا دارومدار اعلیٰ اخلاق پر ہے عمدہ لباس پر نہیں بے داغ سیرت پر ہے ظاہری کروفر اور شان و شوکت پر نہیں۔ پاکیزہ اصولوں کے اپنانے پر ہے مکروفریب کاری پر نہیں۔ قرطاس زمانہ پر لکھا پڑا ہے اور چشم زمانہ نے اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ قیصر روم کے زرق و برق لباس میں ملبوس قاصد سیدنا عمر ابن خطاب کے سامنے کھڑے لرزہ براندام نظر آتے تھے جبکہ ان کے لباس پر ایک نہیں کئی پیوند ہوا کرتے تھے۔

(3) عبداللہ ابن ابی انصار کے قبیلہ خزرج کا سردار تھا۔ یثرب والے اسے اپنا سردار تصور کرتے تھے اور اسے اپنا بادشاہ بنانے والے تھے۔ اس کے لئے تاج تیار کیا جا رہا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ کو یثرب بنا ڈالا۔ عبداللہ کی بادشاہی کے خواب خاک میں مل گئے۔ اس نے خلوص سے ایمان قبول کرنے کے بجائے منافقت کی راہ اپنا لی اور منافقین کا ایک گروہ تیار کر لیا۔ حضور ﷺ کے سامنے اپنے ایمان کا اظہار کرتے تھے لیکن درپردہ اسلام اور صاحب قرآن کے سخت دشمن تھے۔ عبداللہ ابن ابی بدنصیب کی ساری زندگی اسی منافقت کی نذر ہو گئی اور اسے ہدائت نصیب نہ ہوئی۔ اسلام دشمنی میں ہمیشہ پیش پیش رہا۔ یہود۔ قریش اور دوسرے اسلام دشمن عرب قبائل کے ساتھ مل کر اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتا۔ حضور ﷺ نے اس کے معاملہ میں بے مثال صبر و ضبط کا مظاہرہ فرمایا۔ حد یہ کہ اس کے دفن کے لئے اپنا کرتہ عطا فرمایا کیونکہ اس نے آپ کے چچا حضرت امیر حمزہ (4) کے لئے اپنا کرتہ دیا تھا منافقین کے خلاف حضور ﷺ کے صبر و تحمل کا اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ صلہ عطا فرمایا کہ ہمیشہ ان کے مکروفریب سے مسلمانوں کو محفوظ رکھا اور ان میں سے ایک ایک کے نفاق کا پردہ چاک کر دیا۔

عبداللہ ابن ابی غزوہ بنو مصطلق کے بعد ناکام و نامراد اپنے گناہوں کا بوجھ اپنے سر پر اٹھائے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

(4) بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ غزوہ بدر کے بعد حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے جسم پر کرتہ نہ تھا۔ ان کا قد بہت بڑا تھا۔ کسی صحابی کا کرتہ انہیں پورا نہ بیٹھتا تھا۔ عبداللہ ابن ابی کا قد بڑا تھا اس نے اپنا کرتہ دیا تھا۔

(9) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق کی تصدیق

سورہ......القلم......آیات 1 تا 4

﴿اردو ترجمہ﴾

''ن قلم اور اس کی تحریر کی قسم۔ تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہو اور بلاشبہ آپ کے لئے لامحدود ثواب ہے اور بلاشبہ آپ کا خلق بہت عظیم ہے''

﴿وضاحتیں﴾

(1) اس سورہ کے آغاز میں حروف مقطعات میں سے ایک حرف ''ن'' ہے۔ پہلے وضاحت کی جاچکی ہے کہ حروف مقطعات کے معنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ''ن'' سے مراد دوات بھی بیان کیا گیا۔ قلم اور دوات کا چونکہ باہمی واسطہ اور تعلق ہے اس لئے یہاں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوات کی سیاہی سے جو بھی الفاظ حیطۂ تحریر میں لائے جاسکتے ہیں وہ اجمالی طور پر دوات میں موجود ہوتے ہیں اس لئے ''ن'' سے مراد علم اجمالی ہے۔

(2) واؤ قسم کے لئے آتا ہے۔

(3) القلم سے مراد وہ قلم ہے جس نے لوح محفوظ پر تحریر کیا ہے۔ کائنات کی ہر ہر چیز کی قسمت کا حال فرمان خداوندی کے مطابق قلم نے ہی لوح محفوظ پر تحریر کیا ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس قلم کی ماہیت کیا ہے البتہ اس کی عظمت و منزلت کی کوئی حد نہیں۔ اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ القلم سے مراد جنس قلم ہے جس کو دینی دینوی مصالح وفوائد کی تحریر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ علوم وفنون کی عظمتوں کی ترویج میں بلاشبہ زبان و بیان کا بہت بڑا حصہ ہے لیکن قلم کو بھی اس سلسلہ میں نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ قلم ہی علماء۔ حکماء۔ فضلاء اور فقہاء کے خیالات اور تعلیمات کو دنیا کے گوشے گوشے میں لے جاکر متعارف کراتا ہے پس

قلم ایک ایسا آلہ ہے جس کی منفعت بخش حیثیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

(4) اور جو کچھ قلم نے لکھا اس کی قسم بھی کھائی جا رہی ہے۔ قلم نے کیا کچھ نہیں لکھا! قرآن۔ حدیث۔ فقہ۔ سیرت۔ شریعت۔ طریقت۔ اخلاقیات۔ علم کے ان سب جواہر پاروں کی بھی قسم کھائی جا رہی ہے۔

(5) اتنی عظیم الشان قسمیں کھا کر خالق ارض وسمٰوات نے کس حقیقت کو بیان کیا اس کی عظمتوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ جواب قسم یہ ہے کہ آپ (حضرت محمد ﷺ) اللہ کے فضل و کرم سے مجنون نہیں ہیں۔ مشرکین مکہ حضور ﷺ کو مجنون قرار دیا کرتے تھے اور تعلیمات قرآنی کو اس جنون کا نتیجہ قرار دیا کرتے تھے۔ وہ اس بات کی خوب تشہیر کیا کرتے تھے تاکہ لوگ متنفر اور خوف زدہ ہو کر حضور سے ملاقات کرنے سے باز رہیں۔ ضماد ازدی کا واقعہ گذر چکا ہے اس کو انہوں نے یہی بتایا تھا اور اس نے از راہ ہمدردی جب حضور سے دم کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اسے قرآن پاک سنا دیا جسے سن کر وہ ایمان لے آیا۔ ویسے تو تمام کفار مشرکین طرح طرح سے ستایا کرتے تھے اور آپ کو مجنون قرار دیا کرتے تھے لیکن ان میں سے بعض بدنصیبی میں بہت آگے تھے اور بہت زیادہ دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ خاص طور پر ولید بن مغیرہ۔ اسود بن عبد یغوث اور اخنس بن شریق بڑھ بڑھ کر باتیں بنایا کرتے تھے۔ اسی سورت کی اگلی آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی دس برائیوں کا ذکر کیا ہے جن کا ذکر اگلے صفحات میں کیا جائے گا ان کا ذکر اس لئے ضروری ہے کہ دور حاضر کے گستاخوں کو پتہ چل جائے کہ خالق ارض وسمٰوات کو ان لوگوں سے سخت نفرت ہے جو اس کے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کی عزت و مرتبہ کو کم کرنے کے لئے ہر وقت ادھر ادھر حوالے تلاش کرنے کے لئے سرگرداں نظر آتے ہیں۔ جن بدبختوں نے آپ کو مجنون قرار دیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ:

(1) کثرت سے جھوٹی قسمیں کھانے والے۔ (2) حقیر اور ذلیل آدمی۔ (3) عیب جو۔

(4) نکتہ چین۔(5) کثرت سے چغلی کھانے والے۔(6) حد سے تجاوز کرنے والے۔
(7) سخت بدکار۔(8) اکھڑ مزاج۔(9) بھلائی سے روکنے والے۔(10) بدنسل

(6) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کے لئے بے حدو بے حساب اور ہمیشہ جاری رہنے والے اجرو ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ جب تک توحید و رسالت کے روح پرور نغمے بلند ہوتے رہیں گے اور فضاؤں کو منور و معطر کرتے رہیں گے اور نسل انسانی ان سے اکتساب فیض کرتی رہے گی حضور ﷺ کے لئے اس کا اجر و ثواب جاری رہے گا کیونکہ آپ نے ان پاکیزہ تعلیمات کو جاری کرنے کے لئے زبردست استقامت و ہزیمت کا مظاہرہ کیا۔ کفار کے جور و استبداد کا مقابلہ کیا۔ پتھر کھائے۔ بھوک اور پیاس برداشت کی۔ معاشی و معاشرتی مقاطعہ کا سامنا کیا۔ ان جگر سوز مظالم سے آپ کے پائے استقامت میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ اس کا بھرپور صلہ جنت کی طرح طرح کی نعمتوں کی صورت میں ملے گا اور ہمیشہ جاری رہے گا۔

(7) کفار کے جھوٹے دعووں کی تردید کرتے ہوئے خالق انس و جان نے فرمایا کہ آپ تو عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔ علماء کرام نے اس آیت مقدسہ کو خوب کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ اس آیت کے ایک ایک لفظ میں معانی و مطالب کی جو دنیائیں آباد ہیں ان کو آشکارہ کیا ہے۔ حضور ﷺ کے پاکیزہ کردار کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ امام فخر الدین رازی ''خلق'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خلق نفس کی اس اہلیت کا نام ہے جس کے ذریعے اوصاف حمیدہ کا اختیار کرنا قطعاً دشوار نہیں رہتا ہے۔ اعمال پسندیدہ اور خصال حمیدہ از خود انجام پاتے چلے جاتے ہیں ان کے لئے کسی تکلف و تردد کی ضرورت نہیں ہوتی''

پیر محمد کرم شاہ صاحب نے اس کی مثال پیش کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ بالکل اس طرح جس طرح آنکھ دیکھتی ہے۔ کان سنتے ہیں اور زبان بولتی ہے اور ان اعمال کی انجام

دہی کے لئے کسی تکلف یا پیش از وقت ذہنی و جسمانی تیاری کی ضرورت نہیں اس طرح سخاوت۔ شجاعت۔ حق گوئی۔ حیا۔ عفوودرگذر ایفائے عہد کا صدور ہونے لگے اور کسی توقف وتردد کے بغیر یہ اعمال انجام پانے لگیں تو اسے خلق کہا جائے گا۔

(ا) آنکھیں کھول کر سیرت مقدسہ کا مطالعہ کیجئے آپ کو پتہ چلے گا کہ مکہ کے فاتح نے۔ صاحب خلق عظیم نے کس طرح بلاتردد عفوودرگذر کے دریا بہاتے ہوئے مشرکین مکہ کو "لاتغریب علیکم الیوم" کہتے ہوئے معاف کردیا۔

(ب) دشمن کے حملہ کی خبر پاکر صاحب خلق عظیم گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوکر رات کی تاریکی میں مدینہ منورہ سے کافی دور چلے جاتے ہیں اور جب غلامان مصطفیٰ خبر پاکر تیار ہوکر نکلتے ہیں تو شجاعت کا پیکر اللہ کا رسول مراجعت فرمارہا ہوتا ہے اور اپنے غلاموں کو آرام وسکون کی نیند سو جانے کا مشورہ دیتا ہے کیونکہ قرب وجوار میں کہیں دشمن کا نام ونشان نہیں ملا۔

(ج) صاحب خلق عظیم کے صبر واستقامت کو یہ عالم ہے کہ احد وحنین کے معرکوں میں حالت انتشار میں میدان کارزار میں تنہا کھڑے رہ جاتے ہیں۔ دشمن یلغار کرتے نظر آتے ہیں لیکن پائے استقامت میں ذرہ بھر لغزش نہیں آتی زبان پر خالق ارض وسموات کی قدوسیت کے ترانے ہیں اور اپنی نبوت کا اعلان فرمارہے ہیں:
میں اللہ کا نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔

(د) ایک صحابی عرض کرتے ہیں حضور یہاں انتظار فرمایئے میں ابھی گھر سے رقم لے کر حاضر ہوتا ہوں۔ حضور ﷺ انتظار کا وعدہ فرمالیتے ہیں۔ غلام کو بات یاد نہیں رہتی آقا اس مقام پر کھڑے تین روز انتظار کرتے رہتے ہیں صاحب خلق عظیم کو کسی وقت بھی اپنا عہد توڑ کر وہاں سے چلے جانے کا خیال نہ آیا۔ آخر اس صحابی کو خود

یاد آ گیا حاضر ہوا۔ آقا کو محوانتظار پایا۔ شرمندگی اور خجالت کا اظہار کیا لیکن کریم آقا نے صرف یہ کہہ کر بات کو ختم کر دیا کہ تم نے مجھے سخت مشقت میں مبتلا کیا۔

(ر) ام المومنین سیدہ عائشہ کا فرمان

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور ﷺ کے خلق کے بارے میں استفسار کیا گیا تو فرمایا: ''حضور کا خلق قرآن تھا'' مطلب یہ تھا کہ قرآن مقدس میں جن اخلاق۔ محاسن اوصاف اور اطوار جمیلہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب حضور کی ذات مقدسہ میں موجود تھے۔ دوسرے آدمی نے یہی سوال کیا تو فرمایا سورہ مومنون کی پہلی دس آیات کا غور کے ساتھ مطالعہ کر لو تمہیں حضور کے اخلاق حسنہ کا پتہ چل جائے گا۔

(س) بڑے لوگ جب گھروں سے باہر نکلتے ہیں تو ہونٹوں پر مسکراہٹیں سجا لیتے ہیں۔ گھروں کے اندران کے رویے مختلف ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کی گھریلو زندگی بھی شاندار اور اعلیٰ اخلاق کا نمونہ تھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے خادم تھے۔ کم وبیش دس سال تک حضور کی خدمت کے مزے لوٹتے رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے کبھی نہیں جھڑکا۔ جو کام میں کرتا اس کے بارے میں کبھی نہ فرمایا کہ ایسا کیوں کیا اور جو کام میں نہ کر پاتا اس کے بارے میں کبھی نہ فرمایا کہ ایسا کیوں نہ کیا۔

(ص) سخاوت بہت بڑی خوبی ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ خود فقیرانہ زندگی بسر فرماتے تھے لیکن دست کرم اس قدر کشادہ تھا کہ مانگنے والے کو تنگی داماں کی شکایت ہو جاتی تھی۔ سوالی کو کبھی اپنے در سے خالی نہ لوٹاتے۔ کچھ پاس نہ ہوتا تو اپنے خادم خاص حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی

معرفت ادھار لے کر ضرورت مند کی ضرورت پوری فرما دیا کرتے تھے۔
رمضان المبارک میں فیاضیوں کا عجب عالم دیکھنے میں آتا تھا۔لوگ دست کرم کی جولانیاں دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔

(8) رسول اکرم ﷺ کے خلق عظیم اور اسوۂ حسنہ کی شان کو بلند کرنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں مختلف انداز اختیار کئے ہیں۔

(ا) آیت کے آغاز میں انا کے استعمال سے اگلے بیان کو ہر شک وشبہ سے بالاقرار دیا گیا ہے۔''انا'' بے شک کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(ب) علیٰ کے معنی حاوی ہو جانے اور چھا جانے کے ہیں۔قابو پا لینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔علیٰ کے استعمال سے معنی میں زیادہ وسعت اور زور پیدا ہو گیا ہے۔اب اس کا مطلب یہ ہو گا کہ''اخلاق حمیدہ اور اطوار جمیلہ پر آپ کو کلی اختیار حاصل ہے''۔گویا آپ حاکم ہیں اور یہ محکوم ہیں آپ کو ان پر اقتدار حاصل ہو گیا ہے۔محسن انسانیت کی ذات گرامی سراج منیرا ہیں جس سے خلق عظیم کی کرنیں پھوٹ پھوٹ کر عالم کو منور کر رہی ہیں۔

(ج) خلق کے ساتھ لفظ عظیم کے اضافہ سے خالق کائنات نے اپنے پیارے حبیب کی عظمتوں کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔عظیم کے لفظی معنی ہیں۔''بہت بڑا''۔مفسرین کرام عظیم کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مخلوق میں سے وہ عظیم ہو گا جس کی رفتار بہت تیز ہو کوئی اس کی گرد راہ کو نہ پا سکے اس کے عزائم اتنے بلند ہوں کہ کوئی دوسرا ان پر پورا نہ اتر سکے۔

(د) علیٰ پر ل وارد کیا گیا ہے۔ل تاکید کے لئے لایا جاتا ہے۔اس سے بھی آیت کے معانی میں زور پیدا ہوتا ہے۔

چھٹا باب

سورہ المزمل تا سورہ الکوثر

(1) محبوب کی ہر ادا محبوب ہو کرتی ہے

سورہ......المزمل......آیت...... 1

﴿اردو ترجمہ﴾

''اے چادر لپیٹنے والے''

﴿وضاحتیں﴾

(1) محبوب کی ہر ادا محبوب ہوا کرتی ہے۔ دل میں عشق کی شمع روشن ہو تو محبوب کی ادائیں دل کے لئے سامان راحت فراہم کرتی ہیں محبوب کا اٹھنا۔ بیٹھنا۔ چلنا۔ پھرنا۔ اوڑھنا اور بچھونا دل کو بھاتا ہے عاشق اپنے محبوب کو طرح طرح سے مخاطب کر کے خوش ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی اپنے پیارے حبیب کو مختلف ناموں سے مخاطب فرمایا ہے۔ کبھی محبوب کے چہرہ کی تعریف کی۔ کبھی محبوب کی زلفوں کا ذکر کیا۔

(2) اس آیت میں اپنے محبوب کو تہجد کی نماز کا تحفہ عطا کرنے کے لئے یوں خطاب فرمایا ''اے چادر لپیٹنے والے'' عرب میں رواج تھا کہ جب کسی کے ساتھ محبت و یگانگت کا اظہار کرنا ہوتا تو محبوب اس وقت جس حالت میں ہوتا اسی حالت کا ذکر کر کے اسے خطاب کیا جاتا۔ اس آیت میں حضور علیہ السلام کو اس طرح مخاطب کرنے کی مختلف توجیہات مفسرین کرام نے کی ہیں۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرب کے دستور کے مطابق اپنے پیار کا اظہار کرتے ہوئے حضور کو اس طرح کے خطاب سے نوازا ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام لباس زیب تن کر کے تیار ہو رہے تھے کہ یہ کہا گیا۔

حضرت عکرمہ اس سے مراد لیتے ہیں "اے نبوت کا بھاری بوجھ اٹھانے والے"

حضرت یعقوب چرخی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس خطاب سے مراد ہے "اے نبوت کا لباس فاخرہ سجانے والے"

(3) اللہ کے رسول ﷺ جو اپنے جانثار اور اطاعت شعار صحابہ کی قدر دانی میں کبھی کمی نہیں کرتے تھے جب کسی صحابی کو ایک خاص حالت میں دیکھ کر خوش ہوتے اور آپ کے قلب اطہر میں محبت موجزن ہوتی تو عام الفاظ میں اظہار خوشنودی نہ فرماتے بلکہ اس کی موجودہ حالت اور کیفیت کا ذکر فرماتے۔ حوالہ کے لئے چند واقعات ملاحظہ فرمایئے۔

(ا) سیدنا علی ابن ابی طالب حضور ﷺ کے چچا زاد بھی تھے اور داماد بھی۔ ایک روز اپنی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کسی بات پر رنجیدہ ہو کر گھر سے چلے آئے اور مسجد نبوی کے خاک آلودہ فرش پر لیٹ گئے۔ فرش کی خاک آپ کے جسم سے چمٹ گئی حضور ﷺ کو پتہ چلا تو تلاش کرتے ہوئے مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ دیکھا تو علیؓ فرش پر لیٹے ہوئے تھے اور جسم خاک میں اٹا ہوا تھا۔ حضور ﷺ کے دل میں علی کے لئے بے پناہ محبت جوش مارنے لگی۔ اپنی محبت کا اظہار عامیانہ اور روائتی انداز میں نہیں کیا بلکہ الفت میں سرشار ہو کر فرمایا "قم یا ابا تراب" (اے مٹی کے باپ اٹھو!)

(ب) حضور ﷺ کے ایک صحابی بڑے تومند اور قد وکاٹھ کے مالک تھے۔ وہ منوں وزن اپنے سر پر اٹھا کر سہولت کے ساتھ چل پڑتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو اللہ کے رسول ﷺ مشاہدہ فرما رہے تھے۔ دیکھا تو خوش ہو گئے روائتی انداز میں ان کی تعریف کر کے اپنی محبت کا اظہار کرنے کے بجائے فرمایا "ءانت سفینہ" کیا تو جہاز تو نہیں ہے" غلام اپنے آقا کی محبت اور قدر شناسی سے اس قدر خوش ہوا کہ اعلان کر دیا کہ آئندہ مجھے اسی نام سے پکارا جائے چنانچہ وہ

تاریخ اسلام میں سفینہ کے نام سے ہی جانے پہچانے جاتے ہیں۔

(ج) احادیث نبوی کے بہت بڑے راوی اور اصحاب صفہ میں سے ایک سرکردہ صحابی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ابوھریرہ تو نہیں تھا۔ یہ تو ان کا خطاب تھا۔ ہریرہ عربی زبان میں بلی کو کہتے ہیں۔ حضرت ابوھریرہ نے کوئی بلی پال رکھی تھی یا بلیوں کا بہت خیال رکھا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کو ان کی یہ ادا بہت پسند آ گئی اور ان کو ابوھریرہ کہہ دیا۔ اس خطاب کو اس قدر شہرت اور پذیرائی ملی کہ ماں باپ کا دیا ہوا نام لوگوں کو بھول گیا۔ دو اشعار ملاحظہ ہوں:۔

ے ہے کلام پاک ربی تیرے پیار کا ترانہ
کبھی ایھا المدثر کبھی ایھا المزمل
ے مازاغ کا قصہ ہو والیل کی باتیں ہوں
یہ پیار کی باتیں ہیں سو بار دسنائیں گے۔

(2) حضور ﷺ کا علم غیب

سورہ......الجن......آیات......26تا28

﴿اردو ترجمہ﴾

"(اللہ تعالیٰ) غیب کو جاننے والا۔ پس وہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا سوائے ان رسولوں کے جن کو اس نے پسند فرمالیا۔ پھر ان کے آگے اور پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے۔ تاکہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے......"

﴿وضاحتیں﴾

(1) وہ علم یا چیز جس تک ہماری رسائی اپنے عقل و شعور اور فراست و قیاس کے بل بوتے پر نہ ہو سکے غیب کہلاتی ہے۔ ہم اپنے حواس میں سے کسی ایک یا سب کی مدد سے جس چیز کو معلوم کر لیں وہ غیب شمار نہ ہوگی۔

(2) علم غیب کا مالک اللہ ہے۔ کوئی انسان اپنے فہم و ادراک اور اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں اور لاجواب قوت مشاہدہ کا مالک ہو کر بھی علم غیب نہیں جان سکتا۔

(3) اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ رسولوں میں سے سب سے اعلیٰ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام علوم عطا فرمائے ہیں۔ اس آیت مقدسہ کے حوالہ سے رسولوں کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے درجہ بدرجہ علم غیب عطا ہونا ثابت ہوتا ہے صحاح کی معتبر احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

احادیث

(1) حضرت (۱) حزیفہ بن یمان بیان کرتے ہیں کہ ایک روز اللہ کے رسول ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں قیامت تک وقوع پذیر ہونے والی ہر بات بیان فرمادی۔

---

(1) مدارج النبوت ج1 ص281 شیخ عبدالحق محدث دہلوی

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ اس میں سے کسی کو کچھ یاد رہا اور کچھ بھول گیا۔ جو بھول گیا وہ دانستہ نہیں بھلایا گیا بلکہ اسے بھلا دیا گیا حضور ﷺ نے قیامت تک اٹھنے والے تمام فتنوں سے ہمیں آگاہ کر دیا تھا یہاں تک کہ فتنہ گروں کے نام بھی بتا دیئے تھے۔

(2) حضرت ابوذر رضی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمارے سامنے سب کچھ بیان فرما دیا۔ کوئی بات بھی نہ چھوڑی آسمان میں پروں کو پھیلا کر اڑنے والے پرندے کا ذکر بھی ہمارے سامنے بیان فرما دیا۔

(3) حضرت عبداللہ ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ مسلمانوں کو دجال کے باب میں دس سواروں کا ایک رسالہ پہنچے گا۔ ان کے ناموں اور ان کے باپوں کے ناموں کو بھی بیان فرمایا گیا نیز ان کے گھوڑوں کے رنگوں کا ذکر بھی کیا اور فرمایا کہ وہ روئے زمین پر بہترین گھوڑ سوار ہونگے۔

رسول اکرم ﷺ نے وقت اور فاصلہ دونو کے حوالہ سے غیب کے علوم کا ذکر فرمایا ہے۔ وقت کے حوالہ سے مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا ذکر کیا ہے اور فاصلہ کے حوالہ سے دور دراز کے مقامات پر پیش آنے والے حالات و واقعات کی خبریں دی ہیں۔

مستقبل کی خبریں

(1) اللہ کے رسول ﷺ اپنے وفادار اور جانثار دوست حضرت ابوبکر صدیق کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ سفر ہجرت پر تشریف لے جا رہے تھے کہ کفار مکہ نے ان کو گرفتار کرنے والے کے لئے سو سرخ اونٹوں کے انعام کا اعلان کر دیا۔ قسمت آزمانے والوں میں سراقہ ابن مالک بھی شامل تھے۔ سراقہ جب گھوڑا دوڑاتا ہوا قریب پہنچا تو اس نے حملہ کرنے کے ارادہ سے نیزہ تان رکھا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسے دیکھ کر پریشان

ہو گئے لیکن اللہ کے رسول ﷺ کو کسی قسم کی پریشانی لاحق نہ ہوئی اور حضرت ابو بکر صدیق کو فرمایا فکر کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے پھر حضور ﷺ نے دعا فرمائی (ترجمہ)

''اے اللہ! جیسے تو چاہے ہمیں دشمن سے محفوظ فرما'' دعا کے الفاظ مقدس ترین ہونٹوں سے نکلنے کی دیر تھی کہ سنگلاخ زمین نے گھوڑے کو جکڑ لیا اور اس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ دور جہالت میں عرب بات بات پر فال نکالا کرتے تھے اور اس مقصد کے لئے فال کے تیر اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔ سراقہ نے فال نکالی تو الٹی پڑی۔ سمجھ گیا کہ میرے لئے یہ کام مناسب نہیں حضور سے معافی کا خواستگار ہوا۔ آپ نے معاف فرما دیا۔ سواریوں اور زادِ راہ کی پیش کش کی حضور ﷺ نے قبول نہ فرمائی اور کہا:

''مجھے نہ تمہارے اونٹوں کی احتیاج ہے نہ بھیڑ بکریوں کی'' حضور ﷺ نے اس سے صرف یہ مطالبہ کیا کہ ہمارا راز فاش نہ کرنا۔ سراقہ نے وعدہ کر لیا اور پوری طرح اس کی پابندی کی۔ سراقہ جب واپس جانے لگا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''اے (2) سراقہ! اس وقت تیری کیا شان ہوگی جب کسریٰ کے کنگن تجھے پہنائے جائیں گے۔ سراقہ حیران ہو کر کہنے لگا: کسریٰ ابن ہرمز کے کنگن! حضور نے فرمایا: ہاں!''

سیدنا فاروق اعظم کے دور خلافت میں ایران میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو مال غنیمت میں کسریٰ کے کنگن موجود تھے۔ فاروق اعظم نے خود اپنے ہاتھوں سے کسریٰ کے وہ سونے کے کنگن سراقہ کو پہنائے اس طرح حضور ﷺ کا فرمان کئی سالوں بعد پورا ہو کر رہا۔

لطف کی بات یہ ہے کہ جس وقت حضور ﷺ نے یہ پیش گوئی فرمائی کسریٰ کا اقتدار اپنے جوبن پر تھا اور اللہ کے رسول مشرکین مکہ کی ایذا رسانیوں سے مجبور ہو کر رات کی تاریکی میں چھپ کر اپنے شہر سے ہجرت فرما رہے تھے۔

(2) حضور ﷺ نے حضرت عثمان ذوالنورین کی شہادت کی خبر دی۔ فرمایا کہ عثمان اس طرح شہید ہونگے کہ وہ تلاوت قرآن میں مشغول ہونگے۔ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری

(2) ضیاء النبی ج 3 ص 94 پیر محمد کرم شاہ صاحب

ہوئی اور جب بلوائیوں نے حضرت عثمان پر قاتلانہ حملہ کیا وہ قرآن مقدس کی تلاوت کر رہے تھے اوران کا خون قرآن مقدس پر گرا۔ یہ بھی فرمایا کہ عثمان ظلماً شہید کیے جائیں گے۔ حضرت عثمان غنیؓ کو بلاقصور کوفہ۔ بصرہ اور مصر کے باغیوں نے شہید کیا۔ حضور علیہ ﷺ نے فرمایا کہ عثمان غنی کو اللہ تبارک وتعالیٰ ایک قمیض پہنائے گا لوگ چاہیں گے کہ وہ اس قمیض کو اپنے پاک جسم سے اتار دیں۔ ایک حدیث میں اس طرح بھی وارد ہوا ہے کہ حضور نے ان کو فرمایا حق تعالیٰ تمہیں ایک قمیض پہنائے گا تم اسے لوگوں کے کہنے پر نہ اتارنا۔ جب بلوائیوں نے خلافت سے دست برداری کا مطالبہ کیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کا انکار کر دیا کہ میرے آقا سید عالم ﷺ نے مجھے اس سے منع کر دیا تھا۔ حضور کی قمیض سے مراد خلافت ہی تھی۔ حضرت عثمان غنی نے جان دے دی لیکن اس عہد وفا پر حرف نہ آنے دیا جو اپنے آقا سے باندھا تھا۔

دور دراز کے مقامات کے بارے میں خبریں

(1) میدان بدر میں مشرکین مکہ کو ذلت وخواری کا منہ دیکھنا پڑا۔ انہیں شکست فاش ہوئی ستر قریش مارے گئے اور ستر ہی قیدی بنا لئے گئے۔ اس عبرتناک شکست کی خبر جب مکہ پہنچی تو گھر گھر میں صف ماتم بچھ گئی اور شہر کی گلیوں میں کہرام برپا ہو گیا۔ سرداران قریش نے ایک مجلس مشاورت میں فیصلہ کیا کہ کسی کو رونے اور ماتم کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ لوگ چھپ چھپ کر اپنے عزیزوں پر روتے اور آنسو بہاتے تھے۔ ایک روز صفوان بن امیہ اور عمیر ابن وہب جن کی باہم گہری دوستی تھی مکہ کی ایک گھاٹی میں اکٹھے ہوئے۔ دونو کے دلوں میں پرستاران رب جلیل کے خلاف غصہ ونفرت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ صفوان کا باپ امیہ میدان بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا اور عمیر کا بیٹا قیدی بنا لیا گیا۔ دل میں بغض وعداوت کی بھڑکتی ہوئی آگ نے جو پھپھولے بنا دیئے تھے ان کو حجر کے مقام پر بیٹھے پھوڑنے لگے۔

عمیر کہنے لگا میں عیالدار بھی ہوں اور مقروض بھی۔ اگر میرا ہاتھ تنگ نہ ہوتا اور کچھ پس انداز کی ہوئی رقم ہوتی تو اخراجات کے لئے اہل خانہ کو دے کر مدینہ کی طرف نکل جاتا اور دل میں بھڑکتی ہوئی آتش انتقام کو سرد کرنے کے لئے محمد (ﷺ) کو قتل کر دیتا۔

صفوان جس کا باپ۔ بھائی اور چچا میدان بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جا چکے تھے آتش انتقام میں بری طرح جھلس رہا تھا اس کا شمار مکہ کی امراء میں ہوتا تھا۔ عمیر کی بات سن کر کہنے لگا اگر تم اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے میں مخلص ہو تو دیر نہ کرو جلد از جلد مدینہ روانہ ہو جاؤ نہ اپنے گھر والوں کی فکر کرو اور نہ قرض خواہوں کی۔ میں تمہارے قرض کی ادائیگی کا ذمہ لیتا ہوں اور تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے اہل وعیال کی ضروریات کا بھی پورا پورا خیال رکھوں گا۔ معاہدہ طے پا جانے کے بعد عمیر زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر فوراً مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا اور منزلیں مارتا ہوا وہاں پہنچا۔ اس نے اپنا اونٹ مسجد نبوی کے سامنے بٹھایا اور مسجد نبوی میں داخل ہونے کے لئے مناسب موقعہ کا انتظار کرنے لگا۔ فاروق اعظم نے اسے دیکھ لیا۔ وہ تو تھے ہی ''فاروق'' فوراً خطرے کو بھانپ گئے اور بلا خوف وخطر لپک کر گریبان کو اپنے فولادی پنجے میں اس طرح جکڑ لیا کہ تلوار کے ساتھ بندھا ہوا پٹا بھی قابو میں آ گیا۔ گھسیٹ کر حضور ﷺ کے سامنے جا کھڑا کیا اور عرض کرنے لگے یہ عمیر ابن وہب ہے۔ یہ دشمن اسلام۔ غدار اور دھوکہ باز ہے۔ اس سے محتاط رہنا ضروری ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے میرے سامنے لے آؤ۔ عمیر کو آپ کے سامنے لے جایا گیا۔

عمیر کہنے لگا ''انعموا صباحا'' (تمہاری صبح خوشی ہو)

حضور ﷺ: ہمیں اللہ تعالیٰ نے جو دعائیہ کلمہ عطا فرمایا ہے وہ تمہارے اس کلمہ سے بہتر ہے اور وہ ہے السلام علیکم اور یہی اہل جنت کا دعائیہ کلمہ ہے'' عمیر! تم کیوں آئے ہو؟

عمیر: ''اپنے اسیر بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں تا کہ اس کا فدیہ ادا کر کے اس کو آزاد کروا لوں''

حضور ﷺ: ''تمہیں اس تلوار کی کیا ضرورت تھی''؟

عمیر: ان تلواروں کا بیڑہ غرق ہو۔ ہمیں ان سے پہلے کون سا فائدہ پہنچا ہے! ۔ دراصل میں جلدی سے سواری سے اترا اور اس تلوار کا خیال ہی نہ رہا۔

حضور ﷺ: "مجھے سچ سچ بتاؤ کس لئے آئے ہو"؟

عمیر: میں عرض کر چکا ہوں کہ اپنے قیدی بیٹے کو رہا کرانے کے لئے آیا ہوں"۔

حضور ﷺ: "تم نے صفوان بن امیہ کے ساتھ حجر میں بیٹھ کر کیا شرائط طے کی تھیں"؟ خود ہی وضاحت فرما دی۔ تم نے مجھے اس شرط پر قتل کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے کہ صفوان تمہارا قرض بھی چکائے گا اور تمہارے بچوں کے اخراجات بھی پورے کرے گا۔۔ اے عمیر! سن لے میرے اور تیرے درمیان اللہ حائل ہے"۔

حضور ﷺ کا فرمان عالی شان سن کر عمیر کی عیاری اور چالاکی دھری کی دھری رہ گئی۔ سارے دعوے خاک میں مل گئے اور کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ حضور ﷺ نے چار سو کلومیٹر کے فاصلہ پر ہونے والے واقعہ کی خبر دے دی۔ بعد مکانی حائل نہ ہو سکا۔

(2) حضور پرنور شافع یوم نشور ﷺ نے مختلف سربراہان مملکت کو جو خطوط لکھے ان میں سے ایک خسرو پرویز والیٔ ایران کو بھی لکھا تھا۔ بدنصیب خسرو نے گرامی نامہ کو چاک کر دیا اور حضور کے نامہ بر کو دربار سے نکال دیا۔ اسی پر بس نہیں کیا یمن میں اپنے گورنر باذان کو لکھا کہ یہ شخص جو حجاز میں ہے اس کے پاس اپنے دو طاقتور آدمی بھیج دو تا کہ وہ اسے میرے پاس حاضر کر دیں۔ باذان نے اپنے خط کے ساتھ دو آدمی مدینہ منورہ بھیج دیئے۔ وہ جب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شاہ فارس کا حکم اور یمن کے گورنر کا خط دیا اور دھمکی آمیز گفتگو بھی کی۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ کل ملیں۔

مدینہ منورہ میں جب خسرو کے آدمی حضور سے ملاقات کر رہے تھے خسرو پرویز کے گھر میں سخت بغاوت برپا ہو گئی۔ رات خسرو کے بیٹے شیرویہ نے اس کو قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ یہ واقعہ 10 جمادی الاول 7ھ (3) کو بروز منگل وارد وقوع پذیر ہوا۔

(3) فتح الباری۔ 127/8

صبح ہوئی تو دونو فارسی نمائندے پھر حاضر ہوئے اور اپنا مدعا بیان کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم کس خسرو کی بات کرتے ہو اسے تو رات اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے۔ خسرو کے نمائندے سخت غصہ کے عالم کہنے لگے آپ عجیب بات کر رہے ہیں۔ یہاں بیٹھے بیٹھے ہزاروں میل دور کی بات اتنے اعتماد سے کر رہے ہیں اگر یہ بات غلط ہوئی تو ہمارا بادشاہ تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم جاؤ اور تحقیق کر لو۔ وہ واپس یمن پہنچے اور تمام حالات سے باذان کو باخبر کیا۔ وہ بھی حیران رہ گیا۔ کچھ دن بعد شیرویہ کا خط باذان کو پہنچ گیا اور واقعات کے تصدیق ہوگئی۔ شیرویہ نے یہ بھی لکھا کہ عرب کے جس شخص کے بارے میں میرے باپ نے لکھا تھا اس کو برانگیختہ نہ کیا جائے۔

اس واقعہ سے متاثر ہو کر باذان اور اس کے کئی دوسرے ساتھی مسلمان ہو گئے اس طرح یمن میں اسلام پھیلنے لگا۔

(3) حضور ﷺ غیب بتانے سے بخل نہیں کرتے

سورہ......التکویر......آیات 22 تا 24

اردو ترجمہ

''اور تمہارا یہ ساتھی کوئی مجنون تو نہیں۔ بلا شبہ اس نے اس قاصد کو افق مبین پر دیکھا۔ اور یہ نبی غیب بتانے میں ذرا بخیل نہیں ہے''

وضاحتیں

(1) اللہ تبارک وتعالیٰ نے بار بار بدنصیب مشرکین مکہ کے جھوٹے دعووں کی تردید فرمائی جن میں وہ حضور کو مجنون اور شاعر کہا کرتے تھے۔ اس سورہ کی آیت 22 میں پھر تردید فرمائی اور ''تمہارا یہ ساتھی'' کہہ کر مشرکین مکہ کو یاد دلایا کہ میرے حبیب پاک نے تو بعثت سے قبل چالیس سال تمہارے ساتھ بسر کیے۔ تم ان کی امانت۔ دیانت اور اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کے معترف تھے۔ تم نے ان کو زندگی کی مختلف منزلوں سے گزرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ان کا پاکیزہ لڑکپن تمہاری نظروں کے سامنے ہے۔ ان کی بے داغ جوانی تم میں بسر ہوئی تمہیں ان کی صلاحیتوں پر اس قدر اعتبار رہا ہے کہ اپنی امانتیں ان کے پاس رکھا کرتے ہو۔ کیا حجرِ اسود کا قضیہ چکانے کے لئے تم نے ان کی اعلیٰ بصیرت پر اعتماد نہیں کیا تھا۔ اس وقت تمہیں پتہ نہ چلا کہ (نعوذ باللہ) یہ مجنون ہیں تم ان کی اولوالعزمی اور دانائی کے معترف ہوتے ہوئے ہرگز اس کو مجنون نہیں کہہ سکتے اور اگر کہتے ہو تو اس کی وجہ تمہارا اپنا عقلی دیوالیہ پن ہے۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے حبیب کی شان اور قدر و منزلت کو خوب جانتا ہے۔ اس کے پاس اپنا قاصد پیغامات دے کر بھیجتا ہے۔ بلا شبہ آپ نے افق مبین پر اللہ کے اس قاصد کو اس کی اصلی صورت میں دیکھا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت جبرئیل امین کو ان کی اصلی ملکی صورت میں دیکھنے کی خواہش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین

کو افق مبین پر اپنے پیارے حبیب کے مشاہدہ کے لئے ظاہر ہونے کا حکم دیا۔ آیت 23 میں اسی کا ذکر کیا گیا ہے۔

(3) بدنصیبو! تم انہیں کاہن کہتے ہو۔ کاہن کے پاس تو قطعی اور پختہ علم ہوتا ہی نہیں۔ وہ تو قیاس آرائیوں سے لوگوں کے ساتھ فریب کاری کرتے ہیں۔ ان کا گذارا تو ظن وتخمین پر ہوتا ہے۔ ان کی تو سو میں سے کوئی ایک بات سچی ہوتی ہے۔ پھر کاہن تو لوگوں سے بھاری معاوضے طلب کرتے ہیں۔ اس کے بغیر کسی کے ساتھ بات ہی نہیں کرتے۔ ان کو تو اپنی تجوریاں بھرنے کی فکر ہوتی ہے کسی کی فلاح و بہبود سے انہیں کوئی غرض نہیں ہوتی۔ کاہن تو بخیل ہوتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کو تو زر و جواہرات سے کوئی غرض نہیں۔ ان کے پاس زر و جواہر کے خزانے نہیں ہوتے علوم غیبیہ کے خزانے ہوتے ہیں جن کو بتانے میں ہرگز بخل سے کام نہیں لیتے۔ نبی کے علم کی مثال تو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی سی ہے جو کشتیاں ڈبویا نہیں کرتا پار لگایا کرتا ہے۔ کتنا کھلا تفاوت ہے جس کو تم کوتاہ بین سمجھ نہیں پائے یا پھر دانستہ حق و صداقت کے اظہار کے بجائے مکر و فریب کا دامن تھامے ہوئے ہو۔ اس آیت مقدسہ کا مفہوم ایک مشہور مفسر قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے۔ ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء صفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخیلی نہیں کرتا۔"

(4) حضور ﷺ کے شہر کی قسم

سورہ......البلد......آیات......1 تا 2

اردو ترجمہ

''میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی۔ جس میں کہ اے محبوب آپ قیام پذیر ہیں۔''

وضاحتیں

(1) اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی قسم کھائی ہے۔ مکہ مکرمہ بڑی عظمتوں والا شہر ہے۔ اسے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد نے آباد کیا۔ مکہ میں اللہ تعالیٰ کا گھر بیت اللہ شریف ہے جو مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ بلاشبہ یہ شہر گوناگوں خوبیوں سے متصف ہے۔ ان سب خوبیوں سے بڑھ کر اسے یہ خوبی نصیب ہوئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کی جائے ولادت کے طور پر پسند کیا۔ عبداللہ کا دریتیم اس شہر میں جلوہ گر ہوا۔ اس شہر کی گلیوں نے 53 سال تک اس کے قدم چومے۔ اس شہر نے اللہ کے رسول کا پاکیزہ لڑکپن دیکھا۔ بے داغ جوانی دیکھی اور عظمتوں والا بے مثال بڑھاپا دیکھا۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس شہر کی قسم کھائی اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ اے پیارے محبوب تم اس شہر میں قیام پذیر ہو اس لئے اس شہر کی قسم کھا رہا ہوں۔ اس شہر کے باسیوں پر اظہار افسوس اور تعجب بھی کیا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بناتے ہیں جبکہ وہ خلوص نیت سے ان کا ہمدرد اور بہی خواہ ہے۔ اس شہر میں سب کے لئے امن ہے اگر ان کے باپ کا قاتل بھی حرم میں پناہ لے لے تو اس پر دست درازی نہیں کرتے لیکن افسوس اللہ کے رسول ﷺ پر دست تعدی دراز کرنے سے باز نہیں آتے۔

دوسری آیت کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ کے لئے شہر مکہ حلال کر دیا گیا ہے اور آپ کو اختیار دیا گیا ہے کہ آپ اس شہر میں کفار کو سزا دے سکتے ہیں اور اگر کوئی واجب القتل ہو تو قتل بھی کر سکتے ہیں۔

---

(1) تفسیر مظہری علامہ پانی پتی

(5) آپ کا رب آپ کو نعمتوں سے مالا مال کر دے گا اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے

سورہ......الضحیٰ......آیات......1 تا 11

﴿اردو ترجمہ﴾

''چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے کہ تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا نہ ناراض ہوا۔ ہر آنے والا وقت آپ کے پہلے وقت سے کہیں بہتر ہے۔ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ کیا اس نے تمہیں یتیم پایا اور سہارا نہ دیا۔ اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی اور تمہیں حاجت مند پایا اور غنی کر دیا۔ پس یتیم پر دباؤ نہ ڈالو اور سوالی کو نہ جھڑکو اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔''

﴿وضاحتیں﴾

(1) یہ پوری سورت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب حضرت محمد ﷺ کی دلجوئی۔ حوصلہ افزائی بندہ نوازی اور اظہار محبت وشفقت کے لئے نازل فرمائی اس کے ایک ایک جملہ سے خالق وقادر مطلق کی اپنے بندے کے لئے بے پناہ محبت ظاہر ہوئی ہے۔ اس کا شان نزول کیا ہے؟ اس کے بارے میں متعدد آراء پیش کی گئی ہیں۔

شان نزول

(1) حضور سید عالم محسن انسانیت ﷺ ایک مرتبہ علیل ہو گئے اور علالت کے ان چند ایام میں رات کی عبادت کے لئے نہ اٹھ سکے۔ ایک دریدہ دہن بدنصیب (1)

---

(1) یہ بدنصیب عورت ابولہب کی بیوی ام جمیل تھی جو حضور کی سخت دشمن تھی۔

(روایت......شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

عورت نے حضور علیہ السلام کا نام لے کر کہا معلوم ہوتا ہے تمہارا شیطان تمہیں چھوڑ گیا ہے۔ ہم نے دو تین روز سے اسے تمہارے پاس نہیں پایا۔ بد بخت عورت کی اس ہرزہ سرائی کے جواب میں یہ سورہ نازل ہوئی۔

(ب) ایک (2) مرتبہ یوں ہوا کہ کچھ وقت کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے سید عالم علیہ السلام کو وحی کا نزول معطل رہا۔ حضور کی طبیعت بے چین ہوگئی۔ مزید برآں کفار نے طعنہ زنی شروع کر دی کہ محمد (علیہ السلام) کو اس کا خدا چھوڑ گیا ہے اور ناراض ہو گیا ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور کو یہ سورہ عطا فرمائی۔

(2) چاشت کا وقت وہ ہوتا ہے جب آفتاب عالمتاب پوری آب و تاب سے چمکنا شروع کر دیتا ہے۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ قسم میں چونکہ یہ لفظ رات کے مقابلہ میں استعمال کیا گیا ہے اس لئے اس سے مراد پورا دن لیا جائے گا۔ اس طرح قسم کے الفاظ کا مدعا یہ ہوگا کہ چمکتے ہوئے روشن دن (جس میں کاروبار زندگی میں مصروف رہ کر منافع کماتے ہو) اور رات (جس میں سکون کی نیند لے کر اگلے دن کے کاروبار کے لئے تر و تازہ ہو جاتے ہو) دونو کی قسم۔ مفسرین کرام نے اپنی محبت اور جولانیٔ طبع کے مطابق ضحیٰ اور لیل کے مختلف اور متعدد معانی و مفہوم پیش کیے ہیں ان کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

(ا) ضحیٰ سے مراد حضور علیہ السلام کے میلاد کا دن لیا ہے اور لیل سے مراد معراج کی رات۔

(ب) ضحیٰ سے مراد حضور علیہ السلام کا رخ تاباں لیا ہے اور لیل سے مراد حبیب کبریا کی معطر سیاہ زلفیں لی ہیں۔

(ج) ضحیٰ سے مراد حضور علیہ السلام کا نور اور علم لیا ہے اور لیل سے مراد حضور کا عفو و درگذر اور خلق بے مثال لیا ہے جو لوگوں کے عیبوں کا ڈھانپ لیتا ہے۔

(د) ضحیٰ سے مراد حضور علیہ السلام کے احوال ظاہرہ ہیں اور لیل سے مراد حضور کے احوال باطن ہیں۔

---

(2) تفسیر حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی۔

(3) اللہ تبارک وتعالیٰ نے قسم کھانے کے بعد جس روشن اور پاکیزہ ترین حقیقت کو بیان فرمایا وہ یہ ہے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا ساتھ چھوڑا ہے اور نہ ہی وہ ان سے ناراض ہوا ہے۔ انقطاع وحی کی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ بے حد پریشان رہنے لگے تھے پھر اس پر مستزاد یہ کہ کفار نے طرح طرح کی باتیں بنانا شروع کر دی تھیں اور طعن وتشنیع کی تیر چلانے شروع کر دیئے تھے۔ خاص طور پر آپ کے قریب ترین پڑوسی اور حقیقی چچا ابولہب اور اس کی بدفطرت بیوی ام جمیل بہت برا سلوک روا رکھتے تھے۔ قریبی رشتہ اور پڑوس کے دوہرے حقوق کی بھی پروانہ کرتے تھے۔ نزول وانقطاع وحی میں اللہ تعالیٰ کی اپنی مصلحتیں اور حکمتیں مضمر ہوتی تھیں۔

(4) اگلی آیت میں خالق ارض وسموات نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کی انتہائی روح پرور انداز میں حوصلہ افزائی فرمائی۔ فرمایا ان کفار کی باتوں کی فکر نہ کریں آپ کبھی روبہ زوال نہ ہوں گے۔ آپ دن بدن ترقی کرتے جائیں گے۔ ہر آنے والا دن آپ کے لئے عظمتوں اور رفعتوں کی بشارتیں لے کر آئے گا۔ لطف واحسان کم نہیں ہوگا بڑھتا ہی جائے گا۔ ہر آنے والی ساعت گزرنے والی ساعت کے مقابلہ میں اعلیٰ وارفع اور بلند وبرتر مدارج لے کے آئے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس فرمان کی روشنی میں سیرت مصطفوی اور حیات طیبہ کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آتی ہے کہ فرمان خداوندی بدرجہ اتم پورا ہو کر رہا۔ ایک وقت تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے چند رفقاء کے ساتھ دار ارقم میں چھپ کر اللہ کا نام لیتے تھے پھر وہ وقت بھی آیا کہ حجۃ الوداع میں صحابہ کرام رضوان علیہم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آپ کے ساتھ تھا۔ بعض سیرت نگاروں نے ان کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار بیان کی ہے۔ گلشن توحید ورسالت بتدریج پھلتا پھولتا چلا گیا۔ کون جانتا تھا کہ رات کی تاریکی میں مکہ سے راہ فرار اختیار کرنے والے جب واپس آئینگے تو ان کے ساتھ دس ہزار قدسیوں کا لشکر ہوگا۔ اور وہ مشرکین مکہ جو ظلم وستم کا بے دریغ نشانہ بنایا کرتے تھے سر جھکائے اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے لئے حبیب کبریا کے حضور کھڑے ہونگے۔

(5) اگلی آیت میں فرمایا اللہ تعالیٰ آپ پر عنایات کی باران رحمت اس طرح برسائے گا کہ آپ کا دامن بھر جائے گا اور آپ راضی ہو جائیں گے۔ حضور علیہ السلام کو اپنی امت سے بے حد محبت تھی ہر وقت ان کی بخشش و مغفرت کا خیال دل کو بے چین رکھتا تھا۔ وقت کا ایک ایک لمحہ اضطراب میں بسر ہوتا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے حضور کے تفکرات کو دور کر دیا۔ وعدہ فرمایا تو ایسا مضبوط اور ٹھوس کہ کچھ کمی نہ چھوڑی۔ فرمایا اتنا عطا فرمایا جائے گا کہ آپ راضی و مطمعن ہو جائیں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس وعدہ میں دین و دنیا، عالم امکان اور عالم آخرت کے سارے انعامات شامل ہیں۔ دین کا غلبہ اسلام کی سر بلندی و سرفرازی۔ وسیع فتوحات سب اس میں شامل ہیں اور عالم آخرت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے جو انعامات ہونگے ان کا احاطہ اور تذکرہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔

احادیث مبارکہ

(ا) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا میں اپنی امت کی مغفرت کے لئے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا پروردگار مجھے آواز دے کر استفسار فرمائے گا اے محمد! ''کیا آپ راضی ہیں''۔

میں عرض کروں گا: ''ہاں! میرے پروردگار میں راضی ہو گیا''۔

(ب) حضرت (3) ابن عمرؓ فرماتے ہیں ایک روز حضور علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی جس میں حضرت ابراہیم کا ارشاد ہے۔

(ترجمہ) جس نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ میں سے ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی (ترجمہ) اے اللہ! اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ پھر اپنے دونو ہاتھوں کو دعا کے لئے بلند فرمایا اور عرض کرنے

---

(3) صحیح مسلم شریف

لگے۔ الٰہی! میری امت۔ میری امت۔ پھر حضور ﷺ زار و قطار رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حکم دیا کہ میرے حبیب کے پاس جاؤ اور اسے جا کر یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم آپ کو امت کے معاملہ میں راضی کریں گے اور کبھی آپ کو پریشان نہیں کریں گے۔

(6) مستقبل میں کئے جانے والے انعامات کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے تین سابقہ احسانات کا ذکر تین آیات میں کیا ہے۔

(ا) حضور ﷺ ابھی اپنی والدہ سیدہ آمنہ کے بطن مبارک میں ہی تھے کہ آپ کے والد گرامی حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ دور جہالت کے عرب میں یتیم کے حالات انتہائی ناگفتہ بہ تھے۔ وہ سر پرستوں کے رحم وکرم پر ہوتا تھا جو اس کی جائیداد پر قابض ہو جایا کرتے تھے اور طرح طرح کے مظالم کا نشانہ بنایا کرتے تھے۔ رسول اکرم پیدا ہوئے تو یتیم تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی پرورش کے لئے ایسے سازگار حالات اور پر سکون ماحول فراہم کیا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ 8 سال کی عمر تک دادا عبدالمطلب نے انتہائی محبت اور شفقت کے ساتھ پرورش کی اور داعیٔ اجل کو لبیک کہنے سے قبل ان کی پرورش کی ذمہ داری اپنے بیٹے ابو طالب کو سونپ دی۔ حضرت ابو طالب نے بھی اس فریضہ کو تادم واپسیں حسن وخوبی سے انجام دیا۔

(ب) سابقہ احسانات میں سے آیت 7 میں جس احسان کا ذکر کیا گیا ہے اس کی تفسیر کئی طرح سے کی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ''ضالا'' کے مختلف معانی ہیں۔ اس کے وہ معنی لینا ضروری ہے جو حضور ﷺ کے شان وعظمت کے مطابق ہوں یہ ضلالت سے اسم فاعل ہے اور ضلالت کے معنی ''گمراہ ہونا'' کے کئے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیاء ہر قسم کی گمراہی سے پاک ہوتے ہیں اور پھر امام الانبیاء تو بدرجہ اتم ضلالت سے پاک تھے۔ اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد

بھی۔عرب کے جاہلانہ اور مشرکانہ معاشرہ میں جہاں قدم قدم پر بھٹک جانے کے امکانات موجود تھے اللہ کے پاک رسول ﷺ ہر طرح کی فکری و عملی گمراہی سے پاک اور منزہ رہے۔اس صورت میں ہرگز ہرگز یہ معنی لینا مناسب نہیں۔

اس آیت کی چند تفاسیر درج ذیل ہیں۔

(1) آپ (4) قرآن اور احکام شرعیہ سے پہلے آگاہ نہیں تھے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس کی بھرپور تعلیمات اور احکام شرعیہ سے بہرہ ور فرمایا۔

(2) آپ (5) مشرکین و کفار مکہ کے کفر و شرک میں گھرے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے ذریعے آپ کو غالب کر دیا۔

(3) یہاں حضور سے خطاب نہیں بلکہ قوم سے خطاب ہے جو گمراہ تھی اور اللہ تعالیٰ نے اسے حضور ﷺ کے ذریعے ہدایت عطا فرمائی یہ عام قاعدہ ہے کہ کسی قوم کو مخاطب کرنے کے لئے قوم کے سردار کو خطاب کیا جاتا ہے۔(6)

(4) اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو قرآن کے معانی و مطالب اور بیان میں حیران پایا تو آپ کو اس کے معانی و مطالب اور بیان کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی۔

(5) اللہ تعالیٰ (7) نے آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو محبوب کے وصال کی طرف رہنمائی فرمائی۔

(ج) تیسرا احسان یہ بیان فرمایا کہ "آپ کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا" اس میں شک نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ نکاح کے بعد بے پناہ مالی وسائل اپنے حبیب کے حوالہ کر دیئے کیونکہ نکاح کے بعد سیدہ خدیجہ طیبہ طاہرہؓ نے اپنی بے پناہ دولت حضور کے قدموں میں ڈھیر کر دی تھی اور ان کا اختیار دے دیا تھا کہ وہ جس طرح

---

(4) قرطبی (5) ابن کثیر

(6) حضرت جنید (7) امام رازی

چاہیں اس دولت کو خرچ کریں۔اس سے بھی بڑھ کر حقیقی تونگری دل کی ہے۔دولت قناعت حاصل ہو جائے تو حقیقی تونگری حاصل ہو جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے نفس پاک کو زرو جواہر سے بے نیاز کر دیا تھا۔لاکھوں آتے تھے اور آپ کے ہاتھوں غربا و مساکین میں تقسیم ہو جاتے تھے حالانکہ گھر میں باقاعدہ چولہا گرم نہ ہوتا تھا۔کئی کئی روز فاقہ میں کٹ جاتے تھے۔غزوہ خندق کے موقعہ پر ایک صحابی نے شدید گرسنگی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے پتھر کا ذکر کیا تو حضور نے فرمایا کہ میں نے بھی پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔جس روز حضور ﷺ کا وصال ہوا گھر میں چراغ میں ڈالنے کے لئے تیل موجود نہ تھا سیدہ عائشہ طیبہ طاہرہ نے پڑوسیوں سے تیل مانگ کر چراغ روشن کیا۔ایک روز رسول اکرم ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں تشریف لے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ مسلسل فاقہ کی وجہ سے حضور کا شکم پاک کمر کے ساتھ جالگا تھا۔ام المومنین عرض کرنے لگیں اے اللہ کے رسول اپنے اللہ سے اتنا تو مانگ لیا کریں کہ یہ نوبت تو نہ آئے۔یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا۔اے عائشہ! اگر میں خواہش کروں تو یہ تمام پہاڑ سونے کے بن جائیں اور ساتھ چلنے لگیں۔حضور کا فقر اختیاری تھا۔

(7) آخری تین آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان نعمتوں کا شکرادا کرنے کے لئے بعض اعمال کی ترغیب دلائی ہے۔یہاں بھی خطاب حضور ﷺ سے ہے دراصل تعلیم امت کے لئے ہے۔

(۱) یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا۔یتیموں سے بے اعتنائی کرنے سے منع فرمایا۔ان کے لئے محبت وشفقت کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھنے کی ہدایت کی۔حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ اس امر پر شاہد ہے کہ آپ یتیموں کے ساتھ پیار بھرا سلوک فرماتے تھے۔ایک دفعہ عید کی نماز ادا کرنے کے لئے جاتے ہوئے ایک یتیم کو پریشان حال دیکھ کر گھر لوٹ آئے۔اسے اچھا لباس عطا فرمایا

اور اپنے ساتھ عیدگاہ لے گئے۔ ایک آدمی نے اپنی سنگدلی کی شکایت کی تو فرمایا یتیم کے سر پر دست شفقت رکھا کرو تمہاری سنگدلی جاتی رہے گی۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا بہشت میں ساتھ ساتھ ہوں گے۔ یہ کہہ کر حضور نے اپنی درمیانی اور شہادت والی انگلی ملا کر ان کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا حضور کا ارشاد ہے کہ یتیم کے رونے سے رب کریم کا عرش لرزنے لگتا ہے۔

(ب) دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ "سائل کو نہ جھڑکا جائے"۔

رسول اکرم ﷺ نے اس ہدایت ربانی پر خود بھی عمل کیا اور مسلمانوں کو بھی اس پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی۔ سیرت کی کتب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور دل کھول کر سوالیوں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ اگر کسی وقت پاس کچھ نہ ہوتا تو ادھار لے کر بھی سائل کو عطا فرما دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ بحرین (8) سے ہزاروں دراہم مدینہ آئے۔ آپ نے ان کو مسجد نبوی میں ایک چٹائی پر بکھیر دیا۔ نماز ظہر سے قبل اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ جب سب کچھ تقسیم ہو چکا تو ایک سوالی آ گیا۔ حضور ﷺ نے اسے فرمایا کہ کسی دوکاندار کے پاس چلے جاؤ اور میرے نام پر جو کچھ چاہیے لے لو۔ حضرت عمر فاروقؓ وہاں موجود تھے انہوں نے عرض کیا حضور! آپ یہ زحمت کیوں اٹھاتے ہیں۔ آپ کو یہ بات پسند نہ آئی اور ناگواری کا اثر روئے تاباں پر ظاہر ہو گیا۔ اس وقت ایک انصاری صحابی وہاں موجود تھے انہوں نے حالات کی نزاکت کا اندازہ کر کے فرمایا: اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! جتنا چاہیے دل کھول کر خرچ کیجئے اور اپنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کمی کا ڈر دل میں نہ لائیے۔ یہ سن کر حضور ﷺ کا روئے تاباں دمک اٹھا۔

---

(8) ترمذی شریف

(ج) تیسرا حکم یہ صادر فرمایا کہ "اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر کرتے رہا کیجئے" اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا زبان سے ذکر کرنا بھی ایک طرح سے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے مترادف ہے۔ ہر نعمت کا شکر واجب ہے۔ اور شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا بار بار ذکر کیا جائے اور اس نعمت کو منعم کی رضا کے مطابق خرچ کیا جائے۔ صحت اللہ تعالیٰ کی انسان کے لئے بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کا تشکر یہ ہو گا کہ انسان اپنی قوت کو اللہ کی رضا کے لئے استعمال کرے اسے اللہ کی کمزور مخلوق کے تحفظ کے لئے استعمال کرے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی جن نعمتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان میں وہ نعمتیں بھی شامل ہیں جن کا ذکر اس سورت میں کیا گیا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ان ان گنت نعمتوں کا بھی ذکر ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب اور ان کے امت پر کی ہیں اور جو عالم آخرت میں جنت کی لازوال نعمتوں کی صورت میں کرنے والا ہے۔

(6) ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے

سورہ......الانشراح......آیات...... 1 تا 4

﴿اردو ترجمہ﴾

''کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کر دیا۔ اور تم پر سے تمہارہ وہ بوجھ اتار دیا۔ جس نے تمہاری پیٹھ کو بوجھل کر دیا تھا۔ اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔''

﴿وضاحتیں﴾

(1) انشرح کے مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں مثلاً کشادہ کرنا طمانیت حاصل ہونا۔ قلبی مسرت حاصل ہونا۔ نفس کو انوار خداوندی سے فراخ وغیرہ۔

ان معانی کے لحاظ سے پہلی آیت کی تشریح یہ ہوگی کہ اے پیارے حبیب ہم نے آپ کا قلب کشادہ کر دیا ہے اور اس میں ایسی وسعت پیدا کر دی ہے کہ اس میں معانی و مطالب کی ایک دنیا سما سکتی ہے۔ اس میں عالم شہادت وغیب سما سکتے ہیں ایک طرف آپ کا تعلق عالم امکان کے ساتھ اور دوسری طرف آپ کا واسطہ عالم قدس سے ہے۔ آپ کے سینہ میں ایسی وسعت پیدا کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ آپ کا تعلق معرفت الٰہی کے ساتھ آپ کے استغراق پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تشریح یوں کرتے ہیں ''آپ کے سینہ میں علوم و معارف کی سمندر اتار دیئے گئے ہیں اور وسیع حوصلہ دیا ہے تاکہ آپ فرائض رسالت اور لوازم نبوت کو برداشت کرنے کے قابل ہو جائیں''

امام ابو بصیری قصیدہ بردہ کے ایک شعر میں اس آیت کی یوں وضاحت کرتے ہیں (اردو ترجمہ)

''دنیا و آخرت دونو آپ کے جود و کرم کے مظہر ہیں۔

(2) مفسرین کرام کا اس بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ اس آیت کا اشارہ حضور علیہ ﷺ کے شق صدر کی طرف ہے جو کم از کم حیات مقدسہ میں تین مرتبہ ہوا۔ پہلی دفعہ بچپن میں جب آپ قبیلہ بنو سعد میں موجود تھے۔ دوسری مرتبہ آغاز نزول وحی کے وقت اور تیسری مرتبہ معراج مقدس کے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے۔ اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ حضرت جبرئیل امین آپ کا سینہ مبارک چاک کرتے تھے اور قلب پاک کو نکال کر زریں طشت میں آب زمزم سے غسل دیتے تھے۔ پھر نور و حکمت سے بھر کر اس کو سینے میں رکھ دیتے تھے۔ یہ سب کام چشم زدن میں انجام پا جاتا تھا۔

(3) ''ہم نے آپ کا بوجھ اتار دیا ہے'' اس آیت مبارکہ میں بوجھ سے مراد غم ہے۔ آپ کو دو طرح کا غم تھا۔

(ا) آپ کو لوگوں کی کھلی گمراہی کا غم تھا۔ آپ تبلیغ دین حق میں سر توڑ کوشش کرتے تھے لیکن لوگ متوجہ نہ ہوتے تھے۔ وہ اپنے فسق و فجور پر سختی سے کاربند تھے اور اپنے آبا و اجداد کے مشرکانہ طریقوں کو ترک کرنے پر تیار نہ تھے۔ وہ ایک خالق ارض و سمٰوات کے لئے اپنے سینکڑوں معبودوں کا خیر باد کہنے کو تیار نہ تھے۔ ان کے کفر و شرک کے علاوہ باہمی جنگ و جدل اور اخلاقی پستی کو دیکھ کر بھی حضور علیہ ﷺ کو بہت دکھ ہوتا تھا۔ اس تمام صورت حال کو بدل ڈالنے کے لئے آپ بے چین رہتے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ لوگ باہمی محبت و اخوت کے رشتہ میں منسلک ہو جائیں سیاسی ابتری اور غارت گری ختم ہو جائے۔ لوگ خالق ارض و سمٰوات کی ربوبیت کا دم بھرنے لگیں۔

(ب) دوسرا غم آپ کو اپنی امت کا تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ امت کی مغفرت ہو جائے۔ جہنم کے عذابوں سے بچ جائے اور جنت کی حقدار قرار دی جائے۔ یہ غم

بھی بہت گہرا تھا۔قرآن مقدس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرمی ہے(اردو ترجمہ)

''تحقیق آئے تمہارے پاس وہ رسول تم میں سے جن کے لئے گراں ہے تمہارا مشکل میں گرفتار ہونا۔تمہاری فلاح کے خواہاں مسلمانوں کے ساتھ بہت مہربانی اور رحمت کرنے والے''۔

حضور ﷺ رو رو کر امت کی مغفرت کیلئے دعائیں کیا کرتے تھے۔ایک دفعہ ایک غار میں جا کر بہت لمبا سجدہ کیا اور رو رو کر امت کی مغفرت کی دعائیں کرتے رہے۔صحابہ کرام اور اہل بیت کرام پریشان ہو گئے اور تلاش میں سرگردان ہو گئے۔بڑی دیر بعد تلاش کرنے میں کامیاب ہوئے۔

حضور فرمایا کرتے تھے کہ تم لپک لپک کر جہنم کی آگ کی طرف جاتے ہو جس طرح پروانے شمع کی طرف جاتے ہیں اور میں تمہیں پکڑ پکڑ کر اس سے بچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ معراج میں امت کی مغفرت۔حجۃ الوداع میں امت کی مغفرت وصال کے وقت امت کی فکر۔ حیات طیبہ کا کونسا وقت تھا جب آپ اپنی امت کی مغفرت کے فکر سے غافل ہوئے ہوں۔

(4) فرمایا خالق ارض وسموات نے ''یہ بوجھ (غم) ایسا تھا جس نے آپ کو تھکا دیا تھا''

تکدر اور تفکر کا اندازہ وہ لوگ کر سکتے ہیں جنھوں نے غور سے بے مثال صبر وتحمل اور لازوال عزم واستقلال والے پاک نبی کی حیات طیبہ کا مطالعہ کیا۔ظلم وستم کا وہ کونسا طریقہ تھا جو مشرکین مکہ نے اختیار نہ کیا۔جبر واستبداد کی وہ کونسی طرز تھی جو کفار نے روا نہ رکھی۔آپ کی راہ میں کانٹے بچھا دیئے جاتے۔نماز کی حالت میں گردن پر اونٹ کی گندی اوجھ ڈال دی جاتی۔آستانہ عالیہ کے سامنے غلاظت کے ڈھیر لگا دیئے جاتے۔جسمانی تشدد کے ساتھ ساتھ ذہنی اذیت پہنچانے کے بھی کوششیں کی گئیں آپ کو جادوگر شاعر۔دیوانہ اور مجنون قرار دیا جاتا۔قتل کی سازشیں کی جاتیں۔ان جان لیوا مظالم اور تفکرات سے اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے پیارے حبیب کو بچایا اس کا ذکر درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیے۔

(5) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کو ان جان لیوا مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے خصوصی عزم واستقلال عطا فرمایا طبع مبارکہ میں بجائے اضطراب کے صبر وتحمل پیدا کردیا۔ حشر میں مقام شفاعت اور انعامات جنت عطا فرما کے بھی حضورعلیہ السلام کا بوجھ کم کردیا۔

(6) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کا ذکر بلند کردیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے پیارے حبیب پر کتنا احسان ہے کہ جہاں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہاں رسول اللہ کا ذکر بھی ہوتا ہے۔

حضرت ابو سعید خذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا کہ آپ کا رب کریم پوچھتا ہے کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے کس طرح آپ کا ذکر بلند کیا ہے۔ میں نے جواب دیا اس حقیقت کو خداوند تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کے رفع ذکر کی کیفیت یہ ہے کہ جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں آپ کا بھی میرے ساتھ ذکر کیا جائے گا''۔

اس حوالہ سے چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

(ا) ہم کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں۔ اس کے دو اجزاء ہیں۔ ایک جزو اللہ کی توحید پر مشتمل ہے اور دوسرا حضورعلیہ السلام کی رسالت پر۔ جو اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے کا اعلان کرتا ہے وہ ساتھ ہی نبی اکرم علیہ السلام کی رسالت کی بھی گواہی دیتا ہے۔

(ب) نماز کا حوالہ لے لیجئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر کے ساتھ اس کے پیارے محبوب حضرت محمد علیہ السلام کا ذکر بھی چلتا ہے۔ اقامت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ترانے گائے جاتے ہیں تو قعدہ میں رسول اکرم پر درود وسلام کے تحائف پیش کئے جاتے ہیں۔

(ج) قرآن مقدس میں خالق ارض وسمٰوات نے اپنے ''رب العالمین'' ہونے کا اعلان کیا ہے تو اپنے حبیب کے ''رحمتہ للعالمین'' ہونے کا اعلان بھی فرمایا ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کا اس کائنات میں رب العالمین ہونے کا تذکرہ ہوتا ہے اس کے حبیب پاک کے رحمتہ للعالمین ہونے کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔

(د) قرآن مقدس میں جگہ جگہ پر اطاعت باری تعالیٰ کا حکم ہے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کا بھی فرمان ہے حد یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور کی اطاعت کو اپنی (1) اطاعت قرار دیا ہے۔

(ر) اذان کے کلمات پر غور کیجئے اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت ہے تو اللہ کے رسول ﷺ کی رسالت کی بھی گواہی موجود ہے۔

(6) اذان کے ذریعے آپ کا ذکر بلند کیا

(ا) اس موضوع پر راقم کی کتاب ''اذان ہر لمحہ ہر آن'' کا مطالعہ بہت مفید ثابت ہو گا۔ ہر آباد مسجد میں دن میں پانچ مرتبہ اذان اور پانچ مرتبہ اقامت کہی جاتی ہے۔ ہر اقامت اور اذان میں حضور ﷺ کی رسالت کی دو مرتبہ گواہی دی جاتی ہے اس طرح ایک مسجد میں شب و روز میں بیس مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کی رسالت کو گواہی ہواؤں کو معطر اور فضاؤں میں بلند ہو رہی ہے۔ ایک سروے کے مطابق دنیا میں کم و بیش 20 لاکھ مساجد کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ اس طرح شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں اللہ کے رسول ﷺ کی رسالت کی شہادت 4 کروڑ مرتبہ بلند ہو رہی ہے۔

(ب) شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں ایک لمحہ (2) بھی ایسا نہیں آتا جب کہ اس سطح ارضی کے کسی نہ کسی حصہ میں اذان کی مقدس آواز توحید و رسالت کے نغمے نہ بکھیر رہی ہو۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ایک ہی وقت میں ہزاروں مساجد سے یہ سرمدی نغمہ سنائی دیتا ہے۔

---

(1) قرآن مقدس کی سورہ النساء آیت 80

(2) ''اذان ہر لمحہ ہر آن۔ ابو العرفان فتح محمد نسیم

(ج) چاند پر اذان

نیل آرم سٹرانگ مشہور خلانورد جس نے چاند پر قدم رکھے اس نے چاند پر اذان کی آواز (3) سنی۔

(7) سیرت وسوانح کی کتب

اللہ کے کسی نبی۔ ریفارمر۔ فاتح اور بادشاہ پر اتنی کتابیں نہیں لکھی گئیں جتنی اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت اور سوانح پر لکھی گئی بلکہ راقم کا تو یہ خیال ہے کہ ان لوگوں پر مجموعی طور پر بھی اتنی کتب نہ لکھی گئی ہونگی جتنی تنہا آقا سید عالم ﷺ پر لکھی گئیں۔ دنیا کے ہر ملک میں اور ہر زبان میں حضور ﷺ کی سیرت پر کتابیں مل جائیں گی۔ اعلیٰ پایہ کے مفکرین اور علماء نے حضور نبیٔ کریم ﷺ کا ذکر پاک بلند کرنے کے لئے زندگیاں وقف کر دیں۔ نثر کے علاوہ نظم اور نظم کی مختلف اصناف میں حضور کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔

(8) ذکر بذریعہ درود پاک

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنی نص کے ذریعے مسلمانوں پر اپنے آقا سید عالم ﷺ پر درود پڑھنا (4) لازم قرار دیا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد کم وبیش ایک ارب ہے۔ ایسے عشاق رسول ﷺ بھی ہو گذرے ہیں اور اب بھی کوئی کمی نہیں ہے جو شب و روز میں ہزار۔ دو ہزار پانچ ہزار تک درود پڑھتے ہیں۔ بعض عشاق رسول نے تو اپنی زندگیاں ہی اس مقصد کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔

---

(3) نیل آرام سٹرانگ چاند پر اترنے والے خلانوردوں میں سے ایک تھا۔ جب اس نے چاند پر قدم رکھے تو اذان کی آواز سنی۔ واپس آ کر اس نے ایک اخباری بیان میں اس امر کی تصدیق کی۔

(4) قرآن مقدس سورہ الاحزاب آیت 56 ترجمہ آیت۔
"بے شک اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر سلام بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور سلام پیش کیا کرو۔

ان ذاکرین خصوصی کو چھوڑ کر اگر ایک ارب مسلمانوں میں سے پچاس کروڑ بھی دن میں صرف دو مرتبہ درود پڑھیں تو تعداد ایک ارب ہو جاتی ہے۔ نماز کے قعدہ میں بھی درود ہے۔ نماز پڑھنے والا ایک آدمی جو دن میں پانچوں نمازیں ادا کرتا ہے صرف فرض اور سنت میں بیس مرتبہ درود پڑھتا ہے۔ اس گئے گذرے دور میں بھی مساجد میں نمازیوں کی کمی نہیں۔ ایک ارب میں سے اگر پانچ کروڑ بھی نماز ادا کرتے ہوں تو نماز میں پڑھے جانے والے درود کی تعداد ایک ارب ہو جاتی ہے۔

(ب) اللہ کے ملائکہ جن کی تعداد کا شمار ہی نہیں وہ بھی بحکم باری تعالیٰ اللہ کے رسول ﷺ پر درود پڑھتے ہیں۔

(ج) سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنی شان اور عظمتوں کے مطابق اپنے پیارے حبیب پر درود بھیجتا ہے۔

راقم تو بس اظہار عجز ہی کر سکتا ہے کیونکہ شماریات ساتھ نہیں دیتے۔ اللہ جانے اس کے پیارے محبوب پر کس تعداد میں اور کس کس انداز میں درود وسلام پڑھا جا رہا ہے۔

(9) قرآن مقدس میں ذکر پاک کی بلندی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مقدس میں اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کا ذکر بلند کیا ہے۔ آپ کو طرح طرح کے معزز اور پیارے القاب سے یاد کیا کبھی یٰس۔ کبھی یایھا المدثر کبھی یایھا المزمل اور کبھی رحمتہ للعالمین فرمایا۔ مومنوں پر آپ کی اطاعت واجب کیا۔ آپ کے اسوۂ حسنہ اور اخلاق عالیہ کی تعریف فرمائی۔ قرآن مقدس سے علاوہ دوسری الہامی کتابوں اور صحیفوں میں آپ کا ذکر خیر فرمایا۔

(10) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ایک لاکھ اور چوبیس ہزار انبیا میں اپنے پیارے حبیب کا ذکر فرمایا۔ اول تو ان کی ارواح کو جمع کر کے ان (5) سے عہد لیا کہ رسول اللہ ﷺ

---

(5) قرآن مقدس سورہ آل عمران آیت 81

پر ایمان لائیں گے۔ اطاعت کریں گے اور نصرت کریں گے۔ پھر معراج کے موقع پر سب کو مسجد اقصاء میں جمع کیا اور اپنے پیارے رسول ﷺ کا مقتدی بنا دیا۔ اس سے بڑھ کر حضور کے ذکر کی بلندی کا اور کیا انداز ہو سکتا ہے۔

(11) براعظم ایشاء ہو یا افریقہ۔ عرش ہو یا فرش زمین ہو یا آسمان۔ بحر ہو یا بر۔

ہر جگہ...... ہر آن......

اللہ کے رسول ﷺ کا ذکر بلند ہو رہا ہے اور ہمیشہ بلند ہوتا رہے گا۔ عالم امکان میں بھی اور میدان حشر میں بھی۔

(12) قابل غور امر یہ ہے کہ یہ سورہ مکی ہے۔ یہ سورہ اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کفار و مشرکین مکہ نے چاروں طرف سے یلغار کر رکھی تھی۔ چراغ مصطفوی کو گل کرنے کے لئے بدنصیب ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ جب کھلے بندوں کلمہ حق کہنے کا یارا نہ تھا۔

قربان جائیں خالق ارض و سموات کی عظمتوں اور قدرتوں کے کہ ان حوصلہ شکن اور روح فرسا حالات میں اعلان ہوتا ہے کہ ''ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا'' جب گلی گلی اور کوچہ کوچہ میں سرور دیں کو مجنون اور دیوانہ قرار دے کر ان کی کردار کشی کی مضموم کوششیں کی جا رہی تھیں۔ مشیت ربانی مشرکین کی ریشہ دوانیوں پر مسکرا رہی ہو گی۔

شعراء اپنے اپنے انداز میں کہہ رہے تھے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اور (6)

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

---

(6) امام اہل سنت احمد رضا بریلوی

(7) سجدہ کیجئے اور ہم سے قریب ہو جائیے

سورہ......العلق......آیات...... 1 تا 3

﴿اردو ترجمہ﴾

''آپ پڑھئے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا انسان کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے۔''

﴿وضاحتیں﴾

(1) تاریخی پس منظر

اللہ کے رسول ﷺ غور و فکر کے لئے مکہ پاک سے تھوڑے سے فاصلہ پر واقعہ جبل نور پر تشریف لے جایا کرتے تھے وہاں غار حرا میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ اس دوران غور و فکر اور عبادت میں مصروف رہتے۔ بعض دفعہ کئی کئی (1) روز غار میں ہی قیام فرماتے کھانے پینے کے لئے کچھ ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ اس دوران آپ نے سچے (2) خواب دیکھنا شروع کر دیئے تھے۔ اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ رات کو جو خواب دیکھتے دن کو اس کی ہو بہو وہی تعبیر سامنے آ جاتی۔

(2) کافی عرصہ یہی معمول رہا۔ ایک رات آپ غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل امین آپ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا اقراء (پڑھیئے) حضور نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبرئیل امین نے آپ کو سینے سے لگا کر خوب بھینچا پھر کہا پڑھیئے۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا جبرئیل امین نے پھر آپ کو سینے سے لگا کر بھینچا۔ اس طرح تین مرتبہ جبرئیل امین نے بھینچا اور تیسری مرتبہ جب کہا پڑھیئے تو حضور ﷺ پڑھنے لگے۔ حضور نے پانچ آیات تلاوت فرمائیں۔ پہلی وحی میں یہ پانچ آیات ہی نازل کی گئیں۔

---

(1) السیرۃ النبویہ ج 1 ص 163 (رمضان کا پورا مہینہ غار میں بسر کرتے تھے)

(2) علامہ ابن حجر۔ امام بیہقی سچے خواب دیکھنے کی مدت 6 ماہ بیان کی گئی ہے۔

(3) تیسری مرتبہ جب جبرئیل امین نے یہ کہا کہ "پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا" تو آپ فوراً پڑھنے لگے۔ یہ اللہ کے نام کی برکت تھی کہ حضور کا نہ پڑھنے کا عذر جاتا رہا اور آپ پڑھنے کے قابل ہو گئے۔ جب اللہ اپنے مقدس نام سے آغاز کر کے پڑھنے کا حکم دے تو قلب مقدس علوم و معارف کے خزانوں سے بھرپور کیوں نہ ہو جائے زبان کو گویائی کیوں نہ مل جائے۔ اجر و ثواب کے لئے بھی اور امت کی تعلیم (3) و تبلیغ کے لئے بھی۔

(5) پہلی آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مقدس کی تلاوت کی ابتداء اللہ کے نام سے کرنی چاہیے۔

(6) تیسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے لئے کریم کے بجائے اکرم کا لفظ استعمال فرمایا کیونکہ یہ کریم سے بھی زیادہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ ذات جو دے اور حد سے بڑھ کر دے اور بلا غرض دے۔ اتنا دے کہ اس کے کیف و سرور اور حد و حساب کا شمار ہی نہ ہو سکے اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے شمار فضل و کرم ہے۔ ایک لمحہ میں خواندہ اور علوم و معارف کا خزانہ بنا دینا اس کے کرم کا ہی مظاہرہ ہے۔

(7) یہ پہلی وحی تھی۔ غار حرا پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام نازل ہوا تھا۔ جلال طاری تھا۔ حضور ﷺ پر اس کا اثر ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام کی عظمتوں اور جلال خداوندی سے دل دہشت سے کانپ اٹھا۔ گھر تشریف لے گئے۔ ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ کو فرمایا مجھے کمبل (4) اوڑھا دو۔ کچھ دیر کے بعد یہ کیفیت دور ہو گئی تو غم خوار اور اطاعت شعار خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے دہشت زدگی کی وجہ پوچھی تو آپ نے تمام واقعہ ان کو سنا دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدہ خدیجہ طیبہ طاہرہ کو حضور کی بے پناہ محبت کے ساتھ ساتھ فہم و فراست اور عقل و دانش سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے اپنے شوہر نامدار سید الابرار کو عرض کیا آپ غم نہ کھایئے اور خوش رہیے اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ اچھائی کرے گا۔ آپ لوگوں کی مدد کرتے ہیں ان کی برائی سے عذر کرتے ہیں۔ یتیموں کو پناہ دیتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں اور امانتیں ادا کرتے ہیں سیدہ خدیجہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باتوں کا بہت خوش گوار

---

(3) حاشیہ قرآن عظیم اور مولانا نعیم الدین مراد آبادی ص 956

(4) مدارج النبوت (اردو ترجمہ) ص 50

اثر ہوا۔ پھر سیدہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جنہوں نے مشرکین مکہ کے طور طریقے اختیار نہ کیے تھے۔ وہ انجیل کے عالم تھے۔ ورقہ بن نوفل نے تمام واقعات سن کر کہا کہ یہ وہ ناموس ہے جو موسیٰ پر نازل ہوتا تھا۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق بھی کی اور گواہی بھی دی۔ انہوں نے کہا حضرت عیسیٰ کا فرمان ہے "میرے بعد ایک رسول مبعوث ہوگا جس کا نام احمد ہوگا"۔

(8) یہاں ایک اعتراض واشتباہ کا ازالہ ضروری ہے۔ کیا سیدہ طاہرہ آپ کو کسی شک وشبہ کے ازالہ یا حقیقی علم ویقین حاصل کرنے کے لئے لے گئی تھیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں تھا کہ سیدہ کو حضور کے بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ ہو کیونکہ وہ حضور کو تمام شکوک وشبہات سے بلند وبرتر سمجھتی تھیں۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ حضور کو ان کی دلجوئی کے لئے اور اپنے علم ویقین کی پختگی کے لئے لے گئی ہوں۔ جہاں تک حضور علیہ السلام کی اپنی ذات مبارکہ کا تعلق ہے انہوں نے یہ مطالبہ نہیں کیا تھا کہ ان کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے جایا جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے جلال اور خشیت کی وجہ سے حضور ہیبت زدہ ضرور ہو گئے تھے لیکن یہ بات قطعاً قابل قبول نہیں کہ حضور کو علم ہی نہ تھا کہ میرے ساتھ کیا پیش آ گیا ہے۔ حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ کے دوران متعدد بار آپ کو نبوّت کے اشارے مل چکے تھے۔ بارہ سال کی عمر میں تو بحیریٰ راہب نے صاف صاف بتا دیا تھا کہ آپ اللہ کے آخری رسول ہیں۔ بحیریٰ کے بعد نسطورا راہب نے گواہی دی تھی۔ مکہ مکرمہ کے پتھر آپ کو یارسول اللہ کہہ کر سلام کیا کرتے تھے۔ اعلان نبوت سے قبل حضرت اسرافیل (5) اور حضرت میکائیل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ جس روز حضور پر پہلی وحی نازل ہوئی غار حرا میں داخل ہونے سے قبل آپ نے محمد۔ یارسول اللہ کی آوازیں سماعت فرمائی تھیں۔

جہاں تک وحی کے نزول سے حضور علیہ السلام کے خوف وخشیت میں مبتلا ہو جانے کا تعلق ہے۔ اس کا جواب قرآن مقدس میں موجود ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "اگر (6) ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے"۔

---

(5) جامع الاصول۔ کتاب الوفا۔ (6) سورہ الحشر آیت۔ 21

(8) (پیارے ہم سے) قریب ہو جایئے!

سورہ......العلق......آیات......9 تا 19

﴿اردو ترجمہ﴾

''بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے۔ بندے کو جب وہ نماز پڑھے بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا یا پرہیزگاری کی بات کرتا تو کیا اچھا ہوتا۔ بھلا دیکھو تو اگر جھٹلایا اور منہ پھیرا کیا نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہاں۔ ہاں! اگر باز نہ آیا تو ہم پیشانی کے بالوں سے پکڑیں گے۔ کیسی پیشانی؟ جھوٹی بدکار۔ اب پکارے اپنے مددگاروں کو۔ (مجلس کو) ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں۔ ہاں۔ ہاں! اس کی نہ سنو اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔''

﴿وضاحتیں﴾

(1) تاریخی پس منظر

ابوجہل بدنصیب حضور علیہ السلام کا بدترین دشمن تھا وہ حضور کو تنگ کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا آپ کو محو عبادت دیکھ کر اس کے سینے پر سانپ لوٹنے لگتے تھے۔ ایک روز کفار کے ایک گروہ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ حضور کا ذکر چھڑ گیا۔ بدنصیب کہنے لگا میں نے قسم کھائی ہے کہ کل جب وہ نماز پڑھنے کے لئے آئیں گے تو ایک (1) بھاری پتھر اٹھا کر لے جاؤں گا اور عین سجدے کی حالت میں ان کا سر کچل دوں گا۔ اس کے بعد مجھے پرواہ نہیں تم مجھے ان لوگوں کے حوالے کر دو یا مجھے بچانے کی کوشش کرو۔ مشرکین نے ہر طرح تعاون کا یقین دلاتے ہوئے اپنے فیصلہ پر قائم رہنے کے لئے خوب اکسایا۔

(1) سیرۃ ابن ہشام ج 1 ص 318

دوسرے روز وہ تیرہ باطن ایک بھاری پتھر لے کر آ گیا اور حضور ﷺ کا انتظار کرنے لگا۔ اللہ کے رسول تشریف لے آئے اور بیت اللہ شریف کے قریب جا کر عبادت میں مصروف ہو گئے۔ فتنہ پرور ابو جہل تاک میں لگا ہوا تھا جب محسن انسانیت اپنے خالق کے سامنے سجدہ ریز ہوئے تو وہ تیزی سے ان کی طرف لپکا تا کہ اپنے مزموم عزائم کو عمل جامہ پہنائے۔ جب پتھر حضور کے سر میں مارنے کے لئے بلند کرنا چاہا تو اس پر خوف مسلط ہو گیا اور تھر تھر کانپنے لگا۔ پتھر اس کے ہاتھ سے گر پڑا اور وہ تیزی سے واپس مڑا۔ مشرکین کے پاس پہنچا تو اس کا رنگ اڑا ہوا تھا اور بے حد خوف زدہ تھا۔ مشرکین نے پوچھا ابو جہل! تمہیں کیا ہوا؟

کہنے لگا: جب میں نے پتھر مارنے کے لئے ہاتھ بلند کرنا چاہے تو سامنے سے ایک نر اونٹ منہ کھولے میری طرف لپکا۔ میں نے آج تک اتنا خونخوار اور بڑا اونٹ نہیں دیکھا میرے جسم پر لرزا طاری ہو گیا اور پتھر گر گیا۔

ابو ہریرہ (2) نے روایت کی ہے کہ ابو جہل لعین نے حضور کو نماز پڑھنے سے منع کیا تھا اور لوگوں سے کہا تھا کہ اگر میں نے دوبارہ انہیں نماز ادا کرتے دیکھا تو (معاذ اللہ) پاؤں سے گردن کچل ڈالوں گا اور چہرہ خاک میں ملا دوں گا۔

ایک روز اس نے حضور ﷺ کو نماز ادا کرتے دیکھا تو اپنے مکروہ عزائم اور فاسد ارادہ کے ساتھ قریب پہنچ گیا اچانک خوف زدہ ہو کر الٹے پاؤں واپس بھاگا۔ دونو ہاتھ آگے بڑھا کر انہیں تیزی سے جھٹک رہا تھا یوں معلوم ہوتا تھا کسی چیز سے اپنا دفاع کر رہا ہو۔ چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا اور جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔ جب کفار کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا ابو جہل! یہ کیا کر رہے ہو تو کہنے لگا میں نے دیکھا میرے اور محمد (ﷺ) کے درمیان میں ایک خندق ہے جس میں آگ بھری ہوئی ہے۔

بعد میں جب حضور ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا: ''اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو جدا کر دیتے۔

---

(2) الرحیق المختوم ص 155۔ صفی مبارک پوری

(2) آیت 9 تا 10 میں اسی واقعہ کا تذکرہ کیا گیا ہے اور یہ آیات ابوجہل بدبخت کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

(3) کم ظرف ابوجہل نے حضور ﷺ کو اپنی پاکیزہ جبیں اللہ کے حضور خم کرنے سے روکا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس بدنصیب کے حق میں کتنا اچھا ہوتا اگر وہ ذلت ورسوائی کا یہ راستہ اختیار نہ کرتا۔ ہدایت کا راستہ اختیار کرتا۔ اس نے جھٹلایا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ اسے ضرور سزا دی جائے گی۔ اسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا جائے گا۔ فرمان خداوندی دنیا میں بھی پورا ہوا اور آخرت میں بھی جہنم کی آگ میں گھسیٹا جائے گا۔ جنگ بدر میں عفراءؓ کے دو بیٹوں معاذؓ اور معوذؓ نے حملہ کر کے ابوجہل کو گھوڑے سے گرا دیا تھا اور حضور ﷺ کے فرمان پر حضرت عبداللہ ابن مسعود جب اسے تلاش کرتے ہوئے میدان جنگ میں نکلے تو ایک جگہ پڑا ہوا ملا۔ ابھی کچھ جان باقی تھی۔ حضرت ابن مسعود اس لعین کی چھاتی پر سوار ہو گئے داڑھی کے بالوں سے پکڑ کر جھٹکے دیئے اور سر تن سے جدا کر دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذلت ورسوائی سے دوچار کیا۔ پہلے دو نوعمر لڑکوں نے خاک وخون میں لوٹا دیا اور پھر گردن کاٹی گئی۔ جب اس لعین ومردود شخص کا کٹا ہوا سر حضرت ابن مسعودؓ نے حضور کے قدموں میں لا ڈالا تو حضور نے فرمایا:

''اللہ ہی تمام تعریفوں کا مستحق ہے جس نے تجھے ذلیل وخوار کیا او دشمن خدا''

پھر فرمایا: ''اللہ ہی کو حمد ہے جس نے اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اپنے دین کو عزت بخشی اور فرمایا اس امت کا (3) فرعون مر گیا''

(4) آیت 17 کا شان نزول بیان کرتے ہوئے مفسرین لکھتے ہیں کہ جب ابوجہل نے حضور ﷺ کو نماز پڑھنے سے منع فرمایا تو آپ نے بھی اسے سخت جواب دیا جس پر وہ دوں فطرت انسان کہنے لگا تم میرا کیا بگاڑ سکتے ہو میرے اعوان وانصار سے یہ وادی بھری پڑی ہے۔ کسی دوسرے رئیس کے پاس اتنی جمعیت نہیں۔ میری ایک آواز پر یہاں اتنے

(3) الرحیق المختوم ص 363

لشکر جمع ہو جائیں گے کہ تل دھرنے کو جگہ نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بدکار کی اس لغو گوئی کے جواب میں فرمایا کہ بلالو اپنی جمیعت کو ہم بھی جہنم کے فرشتوں کو بلا کر تم پر مسلط کر دیں گے۔ چشم زمانہ نے دیکھا کہ وہ کم ظرف میدان بدر میں ذلت کی موت مارا گیا۔ جب حضرات معاذؓ و معوذؓ نے اس پر حملہ کیا تو اپنے محافظین کے ایک بہت بڑے دستے میں خود کو بے حد محفوظ سمجھ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو پورا کرنے کے لئے دونو شاہین صفت بھائی مجاہدین کی صف سے اس طرح نکلے جس طرح تیر قضا نکلتا ہے۔ محافظوں نے ان پر تلواروں کا مینہ برسا دیا لیکن وہ تو یہ قسم کھا کر نکلے تھے:

قسم کھائی ہے (4) مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو

سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

(5) آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین احکام اپنے پیارے حبیب کے نام جاری کئے بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ دو احکام اور ایک انعام۔

(ا) پہلا فرمان یہ کہ دشمن دین ابوجہل کی پرواہ نہ کیجئے اور اس کی ایک نہ سنیئے۔

(ب) سجدہ کو اپنا معمول بنایئے۔

(ج) اور انعام یہ کہ اس کے ذریعے آپ کو اپنے خالق کا قرب حاصل ہوگا۔

حضور ﷺ کی ایک حدیث پاک کا مضمون ہے کہ بندہ اپنے رب کے نزدیک سب سے زیادہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے۔

''حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے فرمایا کثرت سے سجدہ کیا کرو کیونکہ جب تو اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ ہر سجدے کے ساتھ تیرا ایک درجہ بلند کر دے گا اور تیری ایک خطا معاف کر دے گا''۔

---

(4) شاہنامۂ اسلام حفیظ جالندھری

(9) بے شک (اے محبوب) ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا کی ہیں

سورہ......الکوثر......آیات...... 1 تا 3

﴿اردو ترجمہ﴾

''(اے محبوب) بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا کیں۔
پس تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بے شک تمہارا
دشمن ہی بے نام نشان ہوگا۔''

﴿وضاحتیں﴾

(1) سورہ کی ابتداء انا سے کی گئی ہے جس کے معنی تاکید کے ہیں۔(1)

(2) عطا کرنے والے نے اپنے لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ جمع کا صیغہ عام طور پر تو کثرت کے اظہار کے لئے لایا جاتا ہے لیکن کبھی عظمت و شان کے اظہار کے لئے بھی لایا جاتا ہے۔ یہاں یہی دوسرا مقصد سامنے ہے۔ اللہ رب العزت عطا کی جانے والی نعمت کا مرتبہ بلند کرنا چاہتے ہیں ظاہر ہے کہ نعمت عطا کرنے والی ہستی جتنی بڑی جتنی معزز اور صاحب قدرت و حیثیت ہوتی ہے نعمت کا درجہ بھی اس قدر بلند ہوتا ہے۔

(3) ایک لفظ ایتاء ہے اس کے معنی میں اتنی وسعت اور عظمت نہیں پائی جاتی جتنی اعطاء میں پائی جاتی ہے۔ اعطا میں ملکیت کا تصور پایا جاتا ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ کسی کو کوئی چیز اعطاء کر دی اور ہمیشہ کے لئے عطا کر دی اسے اس کے حقوق ملکیت بھی عطا کر دیئے۔ اس آیت میں جن نعمتوں کے عطا کئے جانے کا ذکر کیا جا رہا ہے ان کو زوال نہیں ہے۔ وہ عارضی نہیں دائمی ہیں۔ ان کی ملکیت کے حقوق

---

(1) تفسیر علامہ نیشاپوری

بھی محسن انسانیت کو عطا کر دیئے گئے ہیں۔ آپ جس طرح چاہیں ان کو مصرف میں لائیں۔ ان کے چھن جانے۔ کم ہو جانے یا ختم ہو جانے کا ہرگز کوئی احتمال نہیں ہے۔ کیا عظمت ہے دینے والے کریم کی اور کیا مقام ہے لینے والے محبوب کا۔

(4) یہاں صیغہ ماضی کا استعمال کیا گیا ہے۔ مستقبل کا صیغہ ہوتا تو وہ لطف نہ ہوتا۔ ماضی کے صیغہ کا مطلب یہ ہے کہ نعمتیں اور مدارج عطا کئے جا چکے ہیں۔ انتظار میں نہیں رکھا گیا۔

(5) اب ذرا لفظ کوثر پر غور کیجیے اور سید عالم ﷺ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے انعامات اور فضل وکرم کا اندازہ کیجیے اس لفظ میں کس طرح معانی کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا اس کا پتہ ظاہر اور سرسری مطالعہ سے نہیں ہوتا۔ اس لفظ کی اصل پر غور کرنا ضروری ہے اور مفسرین کرام کی وضاحتوں کا مطالعہ ضروری ہے۔

(1) میدان حشر میں جب سورج سوا نیزے پر آ کھڑا ہوگا تو پیاس سے لوگ بے حال ہو جائیں گے۔ وہاں ایک حوض ہوگا جس کا نام کوثر ہے۔ وہ حضور علیہ ﷺ کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ آپ اس حوض سے اپنے غلاموں کی تشنگی دور کریں گے۔ اس حوض کے اردگرد آبخورے رکھے ہونگے اور کہا گیا ہے کہ ان آبخوروں کی تعداد آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہوگی۔ اس حوض کے چاروں کونوں پر چاروں خلفائے راشدین جلوہ افروز ہونگے اور اس حوض میں سے کسی ایسے شخص کو پانی نہیں ملے گا جس کے دل میں ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی بغض ہو گا۔ اس حوض کی جسامت اور حجم کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کے اردگرد رکھے گئے آبخوروں کی تعداد آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہوگی۔ حضور علیہ ﷺ کے غلاموں کو وہاں عالم تشنگی میں انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔

ب) جنت میں اللہ تعالیٰ نے کئی نہریں چلا رکھی ہیں ایک نہر کا نام ''کوثر'' ہے۔ جنت کی ساری نہریں اس میں سے نکلتی ہیں۔ یہ نہر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کو عطا کر دی ہے۔ اس نہر کی خوبیاں لاتعداد ہیں اور اس کا حسن و جمال بے مثال ہے۔ اس نہر کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس میں سے مہک اٹھتی ہے اس کا پانی بے حد صاف اور شفاف ہے۔ برف سے کہیں زیادہ سفید اور شہد سے کہیں بڑھ کر شریں۔ اس نہر کے دونو کنارے سونے کے ہیں اور اس کے اندر کنکریوں کی جگہ موتی اور یاقوت بچھے ہیں۔

(ج) کوثر سے مراد قرآن مقدس (2) ہے۔ جس طرح انبیاء میں اللہ کے رسول ﷺ کو بلند و برتر مرتبہ عطا فرمایا گیا ہے اسی طرح آپ پر نازل کی جانے والی کتاب کا مرتبہ بھی بلند و برتر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور اسے ہر طرح کی تحریف سے پاک رکھا ہے۔ اس میں علوم کے خزانے سمو دیئے گئے ہیں۔ جو جامعیت اور ابدیت قرآن مقدس کو عطا ہوئی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ قیامت تک یہ کتاب اپنی اصلی حالت میں باقی رہی گی اور آنے والی انسانی نسلوں کو ہدایت کا نور فراہم کرتی رہے گی۔

(د) کوثر سے مراد مقام محمود ہے جو اللہ رب العزت نے اپنے پیارے محبوب حضرت محمد ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ قیامت کے روز آپ کو مسند شفاعت عطا فرمائی جائے گی۔

(ر) کوثر سے مراد دین اسلام ہے اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ دین اسلام ایک بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اور انسانی فطری تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ دنیوی زندگی کے علاوہ اخروی زندگی کی کامیابی کی بھی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

---

(2) حضرت خواجہ حسن بصریؒ

(س) کوثر سے مراد کثرت صحابہ ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جتنی بڑی تعداد حضور علیہ السلام کے صحابہ کی تھی اتنی کسی دوسرے نبی کو نصیب نہ ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ اور چوبیس ہزار صحابہؓ تو حجتہ الوداع کے موقعہ پر حضور کے ہمرکاب تھے۔ اور سوال صرف تعداد کا نہیں صحابہ کی وفاداری اور اطاعت شعاری کا بھی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنے قوم کے لئے اللہ تعالیٰ سے کیا کیا نعمتیں پائیں۔ صحرا میں جہاں پانی کا ایک قطرہ دستیاب نہ تھا ان کے لئے چٹان سے پانی کے چشمے جاری کئے گئے۔ جنگل میں جہاں کھانے کو کچھ بھی دستیاب نہ تھا ان کے لئے من وسلوی نازل کیا گیا۔ صحرا میں آفتاب عالمتاب کی جلا دینے والی دھوپ سے بچانے کے لئے ان پر بادلوں کے خیمے تان دیئے گئے۔ بحر قلزم سے گذرنے کے لئے خشک راستے بنا دیئے گئے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ انعام کہ ان کے دشمن فرعون اور اس کی قبطی قوم کو ان کی آنکھوں کے سامنے ڈبو کر ختم کر دیا گیا۔ لیکن جب جہاد کا وقت آیا تو یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ "تم خود جاؤ اور اللہ کو ساتھ لے جاؤ اور قتال کرو۔ ہم تو یہاں بیٹھے رہیں گے"۔

اس کے مقابلہ میں غلامان مصطفیٰ کی جانسپاریوں اور اطاعت شعاریوں کا جائزہ لیں تو ان کے بیان کے لئے دفاتر درکار ہوں گے۔ میدان بدر میں تین سو تیرہ نہتے ایک ہزار کے لشکر کے سامنے ڈٹ گئے تھے۔ پیٹ پر پتھر باندھ کر کئی میل لمبی خندق کھود ڈالی۔ پہاڑوں سے ٹکرا گئے اور سمندروں میں گھوڑے دوڑا دیئے۔

اس حقیقت میں ذرا بھر شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ الف سے س تک الکوثر کے جو معانی مختلف مفسرین کے حوالہ سے بیان کئے گئے سب درست ہیں لیکن جو پتے کی بات حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمائی ہے اس سے جی خوش ہو جاتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ الکوثر سے مراد "خیر کثیر" ہے جس میں اوپر بیان کئے گئے تمام معانی ومطالب شامل ہیں۔ حضرت ابن عباس کے فرمان کی روشنی میں مفسرین کرام نے بڑی روح پرور باتیں لکھی ہیں

''اللہ تعالیٰ کی (3) ساری ظاہری اور باطنی نعمتیں کوثر میں شامل ہیں'' (4) ''کوثر سے مراد خیر کثیر ہے اور اس میں تمام دنیوی واخروی نعمتیں اور فضیلتیں شامل ہیں''۔

(6) دوسری آیت مقدسہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لازوال اور بے مثال نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ خاص طور پر دو اعمال کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ نماز کی ادائیگی اور قربانی۔

اسلام میں عبادات دو قسم کی ہیں مالی عبادات اور جانی عبادات۔ نماز جانی عبادت ہے اس میں مال خرچ نہیں ہوتا اور قربانی مالی عبادت ہے اس میں مال خرچ کرنا پڑتا ہے۔ بعض لوگ جن کو مال سے زیادہ رغبت ہوتی ہے وہ جانی عبادت سے تو نہیں گھبراتے لیکن مال خرچ کرنا ان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ ایمان کامل تو یہ ہے کہ انسان فرامین خداوندی کی تعمیل میں نے جان کی پرواہ کرے اور نہ مال کی اس لئے اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کے ذریعے سے امت محمدیہ کو یہ تعلیم دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر نظر رکھ کر ان کا شکر ادا کیا جائے۔ نہ مالی عبادت سے دامن بچائے اور نہ جانی عبادت سے۔

اس آیت مبارکہ میں ایک سبق یہ ہے کہ یہ تمام مالی اور جانی عبادات پورے خلوص کے ساتھ صرف اور صرف اللہ رب العزت کے لئے ہونی چاہیں تاکہ کفار مشرکین جو پتھر اور لکڑی کی تراشے ہوئے بے جان اور بے وقعت بتوں کے سامنے سر جھکائے کھڑے رہتے ہیں اور اپنے جانوران کی نام پر ان کے قدموں میں جا کر ذبح کرتے ہیں ان کو پتہ چل جائے کہ حقیقت میں عبادت کے لائق تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور قربانیاں بھی اس پاک ذات کی رضا کے لئے ہونی چاہئیں۔ خود سید عالم ﷺ نے نماز اور قربانی کی ادائیگی کی ایسی مثال قائم کی کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین حیران رہ جاتے تھے۔ آپ ساری ساری رات کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے رہتے یہاں تک کہ پاؤں سوج جاتے۔

---

(3) علامہ اسماعیل حقی (4) علامہ محمود آلوسی بغدادی

جب عرض کیا جاتا کہ حضور آپ اتنی زحمت کیوں اٹھاتے ہیں آپ کی مغفرت کا تو وعدہ ہو چکا تو آپ جواب دیتے کہ اپنے خالق کی بے پایاں نعمتوں پر اس کا شکر گذار بندہ کیوں نہ بنوں۔ قربانی کا موقعہ آتا تو درجنوں قربانی کے جانور اپنے مقدس ہاتھوں سے ذبح فرماتے۔ جس نبی مکرم کی ساری زندگی رکوع و سجود کی سعادتوں کی حصول میں گذری اس کے امتی ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کی پیشانیاں اگر سجدوں کے نشان سے نہ چمک رہی ہوں تو کیا وہ اپنے دعویٰ میں سچے قرار دیئے جائیں گے۔

(7) تیسری آیت میں خالق کائنات نے اپنے پیارے رسول کو یقین دلایا کہ اس کے دشمن نیست و نابود اور بے نام ونشان ہو جائیں گے۔ یہ آیت مبارکہ در اصل کفار مکہ کی طعنہ زنی کا جواب ہے۔

شان نزول

حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں اور سیدہ خدیجہ طیبہ طاہرہ کے بطن سے دو صاحبزادے قاسم اور عبداللہ تھے۔ جب یکے بعد دیگرے دونو صاحبزادوں کا انتقال ہو گیا تو کفار بہت خوش ہوئے اور طرح طرح سے طعنہ زنی کرنے لگے۔ ایک بدنصیب عاص بن وائل کہنے لگا لو: ''ان کی نسل منقطع ہوگئی۔ پس وہ ابتر ہیں'' کفار بد بخت یہ سوچا کرتے تھے کہ نرینہ اولاد تو ہے نہیں۔ یہ چند سال زندہ رہیں گے۔ جب یہ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو یہ دین بھی مٹ جائے گا۔ ان بد بختوں کو اللہ تعالیٰ نے منہ توڑ جواب دیا کہ نام ونشان تو تمہارا مٹ جائے گا۔ میرے حبیب کا نام تو ہمیشہ زندہ رہے گا۔ جہاں تک نسل کا تعلق ہے ان کی بیٹی خاتون جنت فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کی نسل چلاؤں گا اور اس میں بے پناہ برکت دوں گا۔ یہ نسل دنیا کی گوشے گوشے اور کونے کونے میں پھیل جائے گی اور کفار کے جھوٹے دعووں کی عملی تردید ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے دشمنوں بدخواہوں اور بغض وعداوت رکھنے والوں کے بارے میں اس آیت مبارکہ میں جو ارشاد فرمایا اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ کیجئے۔

(ا) حضور علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ بغض وعداوت رکھنے والا بدنصیب ابولہب تھا۔ وہ طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوا۔ اس کا جسم گل سڑ گیا۔ زخموں میں کیڑے پڑ گئے۔ دور سے بدبو آتی تھے۔ گھر والوں نے ملنا چھوڑ دیا۔ آخر مر گیا اور کفن دفن کا بھی صحیح طور پر انتظام نہ ہوا۔ مزدوروں نے گڑھا کھود کر اس میں دبا دیا۔

(ب) ابولہب کے دو بیٹوں نے حضور علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں سیدہ رقیہؓ اور سیدہ ام کلثومؓ کو باپ کے کہنے پر طلاق دے دی تھی۔ ان کے نام عتبہ اور عتیبہ تھے ان میں سے ایک بدبخت نے طلاق دیتے وقت بدکلامی بھی کی تھی حضور کو اس کا شدید رنج پہنچا۔ آپ نے اپنے رب سے عرض کی ''اے خالق اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کر دے''۔ (5) یہ بدنصیب ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ گیا راستہ میں کسی جنگل کے قریب قافلہ نے قیام کیا۔ رات کو ایک شیر آیا اور اس تیرہ باطن کو تلاش کر کے مار گیا اور چلتا بنا اس نے کسی دوسرے آدمی کو نقصان نہ پہنچایا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کو حضور کی بددعا کے خوف سے اسے قافلہ والوں کے درمیان سامان تجارت کے ڈھیر کے اوپر سلایا گیا تھا۔ شیر نے (6) اسے ڈھونڈ کر ہلاک کیا۔

(ج) ابوجہل بھی سخت دشمن تھا۔ وہ میدان بدر میں ذلت کی موت مارا گیا۔ اس کا سرتن جدا کر لیا گیا۔ اور جسم گھسیٹ کر ایک پرانے کنویں میں ڈال دیا گیا۔

---

(5) دلائل النبوت ج 3 ص 146 امام بیہقی

(6) مدارج النبوت ج 1 ص 275 شیخ عبدالحق محدث دہلوی

(د) ابی ابن خلف (7) لعین کہا کرتا تھا اے محمد! میں نے یہ گھوڑا اس لئے پال رکھا ہے کہ اس پر سوار ہو کر تمہیں قتل کروں گا (نعوذ باللہ) وہ گھوڑے پر سوار ہو کر غزوہ احد میں حضور پر حملہ کرنے کے لئے آیا صحابہ کرام نے اس پر حملہ کرنے کی اجازت چاہی لیکن حضور نے منع کر دیا جب قریب پہنچا تو آپ نے ایک چھوٹے نیزہ کے ساتھ اس کی گردن پر وار کیا۔ زخم زیادہ کاری نہ تھا لیکن وہ بد بخت گھوڑے سے گرتے گرتے بچا۔ چیختا چلاتا ہوا واپس اپنی سپاہ کی طرف بھاگ گیا۔ کفار نے جب اسے چیخنے چلانے پر جھڑکا تو کہنے لگا تمہیں یہ زخم معمولی نظر آتا ہے لیکن میری جان پر سینکڑوں قیامتیں ٹوٹ پڑی ہیں۔ اسی زخم سے جہنم میں جا پہنچا۔

(ر) امیہ بن خلف شیاطین میں سے ایک اور شیطان تھا وہ حضرت بلالؓ پر مظالم ڈھایا کرتا تھا۔ اللہ کی شان جس نے میدان بدر میں اس کو حضرت بلالؓ کے ہاتھوں ہی موت کے گھاٹ اتروایا۔

(س) عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث قیدیوں میں شامل تھے۔ عقبہ بن ابی معیط حضور ﷺ کا قریب ترین پڑوسی تھا لیکن اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ اس بد بخت نے ہی نماز کے حالت میں حضور کے کندھوں پر اونٹ کی اوجھڑی لا ڈالی تھی۔ عرق الذبیحہ کے مقام پر حضور کے حکم سے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقبہ کا سر تن سے جدا کر دیا۔

---

(7) ضیاء النبی ج 3 ص 512 (ابی بن خلف نے گھوڑے کا نام العودر کھا ہوا تھا۔ بد بخت نے کہا تھا کہ میں اس گھوڑے کو روزانہ اتنے سیر مکئی کا دانہ کھلایا کروں گا پھر اس پر سوار ہو کر آپ کو قتل کر دوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''وہ نہیں بلکہ میں اسے موت کے گھاٹ اتاروں گا۔''

جب مشرکین نے اسے جھڑکا معمولی خراش پر کیا آسمان سر پر اٹھا لیا ہے تو کہنے لگا لات و عزیٰ کی قسم جو چوٹ مجھے لگی ہے اگر وہ ربیعہ اور مضر قبائل کو بھی لگتی تو سارے کے سارے ہلاک ہو جاتے۔

صفراء کے مقام پر نفر بن حارث کا سر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلم کیا۔

یہ بدنصیب حضور ﷺ کی ہجو لکھا کرتا تھا اور قرآن مقدس کو محض قصے کہانیوں کی کتاب قرار دیا کرتا تھا۔ اللہ کے رسول کے مقابلہ میں محفل جما کر رستم و اسفند یار کی کہانیاں سنایا کرتا تھا۔

جب عقبہ بن معیط کو قتل کیا جا رہا تھا تو وہ کہنے لگا ستر قیدیوں میں سے مجھے کیوں قتل کیا جا رہا ہے۔ حضرت عاصم نے جواب دیا ''اللہ اور رسول سے تمہاری عداوت کی وجہ سے''

حضور ﷺ (8) نے فرمایا: ''اس شخص نے جو زیادتیاں میرے ساتھ کی ہیں کیا تم انہیں جانتے ہو۔ ایک روز مقام ابراہیم پر جب میں سربسجود تھا تو یہ آیا اور اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیا اور خوب دبایا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری آنکھیں باہر نکل پڑیں گی۔ پھر ایک دفعہ یہ آیا میں حالت سجدہ میں تھا اس نے بدبودار اوجھ میری گردن پر آ کر ڈال دیا۔ وہ اوجھ میرے سر پر پڑا رہا یہاں تک کہ میری بچی فاطمہ آئی اس نے اسے اتار پھینکا اور میرے سر اور گردن کو دھویا۔

یہاں چند دشمنوں کا ذکر کیا گیا۔ تاریخ دشمنان رسول کی تباہی و بربادی کی داستانوں سے پر ہے۔

---

(8) ضیاء النبی ج 3 ص 382

فہرست کتب

سال اشاعت		نام مصنف	نام کتاب	نمبر شمار
1402ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز	پیر محمد کرم شاہ صاحب	ضیاء القرآن	(1)
1956ء	کارخانہ کتب کراچی	علامہ ابن کثیر	تفسیر ابن کثیر اردو	(2)
1988ھ	تاج کمپنی لاہور۔کراچی	علامہ سید نعیم الدین	تفسیری حاشیے	(3)
1394ھ	مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	تفہیم القرآن	(4)
" " "	مصر	علامہ آلوسی مصری	تفسیر روح المعانی	(5)
" " "	دہلی	علامہ عبدالحق حقانی	تفسیر حقانی	(6)
" " "	" " "	علامہ پانی پتی	تفسیر مظہری	(7)
نومبر 1969ء	خورشید عالم مدیر	سیارہ پبلی کیشنز لاہور	قرآن نمبر سیارہ ڈائجسٹ	(8)
2000ء	زاویہ پبلی کیشنز لاہور	پروفیسر محمد حسین آسی	قرآن نمبر (عزم نو)	(9)
2004ء	حافظ کمپنی لاہور	احمد رضا بریلوی	کنزالایمان	(10)

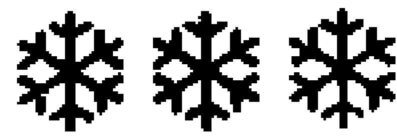
کتب سیرت

1418ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور	پیر محمد کرم شاہ صاحب	ضیاء النبی	(11)
2001ء	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	مدارج النبوت	(12)
1998ء	مکتبہ نبویہ لاہور	قاضی عیاض اندلسی	کتاب الشفاء اردو	(13)
1938ء	قاہرہ	امام ابن ہشام	سیرت ابن ہشام	(14)
1994ء	مکتبہ سلفیہ لاہور	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری	الرحیق المختوم	(15)
1969ء	اسلامک پبلی کیشنز لاہور	نعیم صدیقی صاحب	محسن انسانیت	(16)
1925ء	حیدر آباد سندھ	کے پاٹولی	آدم سے پہلے آدم کے بعد اے۔	(17)

(18) سبل الہدی	امام یوسف صالحی	قاہرہ	1925ء
(19) دلائل النبوت	ابن نجیم	بیروت	" " "
(20) رحمۃ للعالمین	علامہ شبلی نعمانی	نامی پریس کان پور	" " "



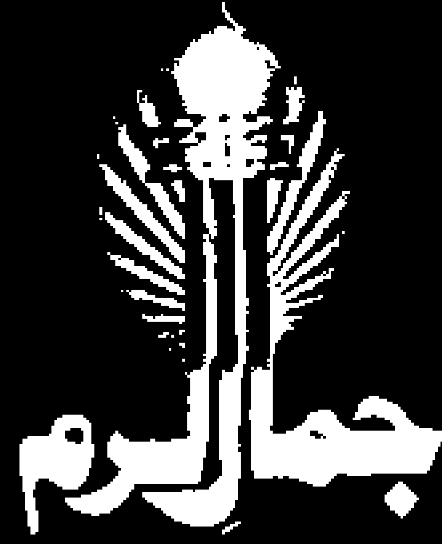
(21) صحیح مسلم	امام ابوالحسن مسلم	کراچی	1956ء
(22) صحیح بخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری	کراچی	1936ء
(23) ترمذی شریف (اردو)	مولانا مفتی محمد صدیق	لاہور	2005ء
(24) مسند احمد	احمد بن حنبل	مصر	1951ء
(25) مشکوٰۃ المصابیح (اردو ترجمہ)	علامہ عبدالحکیم شاہ جہان پوری	فرید بک سٹال لاہور	2005ء
(26) سنن ابوداؤد (اردو ترجمہ)	علامہ شاجہان پوری	فرید بک سٹال لاہور	2005ء
(27) سنن ابن ماجہ (اردو ترجمہ)	علامہ عبدالحکیم	فرید بک سٹال لاہور	2005ء



(28) مکاشفۃ القلوب	حضرت امام غزالی	مکتبۃ المدینہ کھارادر کراچی	1414ھ
(29) زادالمعاد	ابن قیم	بیروت	1985ء
(30) تاریخ ابن خلدون	علامہ ابن خلدون	بیروت	1968ء
(31) شاہنامہ اسلام منظوم	حفیظ جالندھری	کتابستان لاہور	1996ء

❋❋❋

























- سیرت کوثر
- یارسول اللہ ﷺ پکارنے کا ثبوت
- رکن دین
- نماز کے بعد دعا کی نیت
- علامات امام مہدی

مکتبہ جمال کرم